العقيدة الواضحة

فی

امر سیدنا معاویة

مؤلف

ظفر محمود قریشی

ادارہ انوارِ حقہ پبلیکیشنز

ضلع اٹک پنجاب پاکستان

کتاب: العقیدۃ الواضحۃ فی امر سیدنا معاویۃ
مؤلف: ظفر محمود قریشی
سن اشاعت: جنوری ۲۰۲۰ء
کمپوزنگ: واہ کمپیوٹرز اینڈ کمپوزنگ (واہ کینٹ)
محرک: ڈاکٹر صاحبزادہ قاضی امجد حسین کاظمی
ناشر: انوارِ حقہ پبلیکیشنز ضلع اٹک پنجاب پاکستان
ہدیہ:

تقسیم کار
دارالتحقیق فاؤنڈیشن راولپنڈی

ملنے کے پتے
احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی
اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی
مکتبہ غوثیہ اقبال مارکیٹ کمیٹی چوک راولپنڈی
مکتبہ فیضانِ سنت میلاد چوک واہ کینٹ

فہرست



انتساب

سید المومنین امام الاولیاء نواسہ رسول جگر گوشۂ بتول

سَیِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (ترمذی)

سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

کی ذات پاک کی طرف

جن کی بروقت روحانی، نورانی، سیاسی بصیرت نے مسلمانوں کے دو گروہوں میں باہمی اتفاق واتحاد کی فضا قائم کی۔

ملت اسلامیہ کو ایک بڑی خونریز جنگ سے بچایا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشن گوئی کو پورا فرمایا۔

نیاز مند

اہل بیت کرام واصحاب عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین

ظفر محمود قریشی

تقدیم

محقق رضویات صاحب تصانیف کثیرہ

پیر سید صابر حسین شاہ بخاری حفظہ اللہ

(برہان شریف، ضلع اٹک)

(خلیفہ مجاز خانقاہ عالیہ قادریہ بریلی شریف (انڈیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

ہمارے آقا و مولا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق اور مینارہ نور ہیں۔تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ایمان لانا ضروری ہے۔کسی ایک صحابی کا انکار سارے صحابہ کرام کا انکار ہے۔ ہر راسخ العقیدہ سنی کو ہر صحابی سے پیار ہے۔نفس صحابیت میں تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان برابر ہیں مگر جزوی فضائل و درجات میں برابری نہیں ہے۔

صحابہ کرام کے درمیان جو مشاجرات، مجادلات ہوئے ان پر کف لسان اختیار کرنے کا حکم ہے۔ان کو بنیاد بنا کر کسی ایک صحابی کو بھی برا بھلا کہنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔

حضرت سیدنا مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو کچھ بھی ہوا اس پر ہمیں عامیانہ اور گستاخانہ انداز میں لب کشائی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ ہاں اکابرین اہل سنت کے ارشادات کی روشنی میں ان جنگوں میں

حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطاء پر تھے لیکن ان کی یہ خطاء اجتہادی تھی۔ نفس صحابیت میں دونوں بزرگ برابر ہیں۔ البتہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم میں بعض ایسی فضیلتیں ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں نہیں، یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ ستم ظریفی اور ظلم کی انتہاء ہے کہ گمراہی اور بے دینی کی آندھی میں بعض لوگ سنیت کا لبادہ اوڑھ کر ''حب علی میں بغض معاویہ'' کا کردار ادا کر رہے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابیت سے ہی خارج کر دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) سادہ لوح سنی ان کے دام تزویر میں پھنس کر رہ جاتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم اور تبرا بازی کرنا شب وروز کا وظیفہ بنا لیتے ہیں۔ سلف صالحین اور علماء مجتہدین میں سے کسی نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت سے انکار نہیں کیا بلکہ آپ کے فضائل اور مناقب اور محامد ومحاسن بیان کیے ہیں۔ اس پر اکابرین اُمت کی تصانیف شاہد وعادل وناطق ہیں۔

عزیزم ظفر محمود قریشی اہل سنت کے ایک فعال کارکن ہیں۔ تلاش وجستجو میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اہل سنت کے عقائد ونظریات کی حفاظت میں مصروف رہتے ہیں آپ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور مقالہ ''العقیدۃ الواضحۃ فی امر سیدنا معاویۃ'' لکھا۔ راقم نے اس مقالہ کو جستہ جستہ دیکھا ماشاء اللہ موصوف نے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ مقالے کا انتساب نواسہ رسول جگر گوشہ بتول سید اشباب اہل الجنۃ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے نام کیا ہے جس سے ان کی اہل بیت اطہار سے محبت ومودّت بھی عیاں ہو جاتی ہے۔

آغاز میں ''سبب تالیف'' لکھ کر کتاب لکھنے کے پس منظر سے پردہ اٹھایا ہے۔ پھر علماء ومشائخ سادات کرام کی تائیدات وتصدیقات سے کتاب کو مزین کیا ہے، جو ایک احسن اقدام ہے۔ مقالہ نو (9) فصلوں پر مشتمل ہے۔ تمام فصلوں میں اپنے موضوع پر کثیر دلائل و براہین قائم کیے ہیں اور مخالفین کے شبہات کا بھرپور ازالہ کیا ہے۔

آخری فصل میں چھبیس (26) اہم الزامات کا نہایت محققانہ اور منصفانہ جائزہ پیش کیا ہے۔ اور آخر میں ''آخری پیغام عوام وخواص کے نام'' پیش کیا ہے، جو پڑھنے اور سمجھنے کے لائق ہے، اور اسی پر اپنے مقالے کو سمیٹا ہے۔ عزیزم ظفر محمود قریشی نے نہایت سنجیدہ اور مثبت انداز میں اس اہم موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے۔ راقم ان کو اس عمدہ کاوش پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

گدائے کوئے مدینہ شریف

سید صابر حسین شاہ بخاری

22 مارچ 2015ء



تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء حضرت علامہ

پیر سید ضیاء الحق شاہ سلطانپوری حفظہ اللہ

بانی و پرنسپل جامعہ غوثیہ ضیاء العلوم مولوی محلہ صدر راولپنڈی

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

بندہ ناچیز اپنی تدریسی مصروفیات میں مشغول تھا کہ اچانک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں ایک رسالہ "العقیدۃ الواضحۃ فی امر سیدنا معاویۃ" مؤلفہ محترم المقام حضرت ظفر محمود قریشی مدظلہ العالی میرے بڑے بیٹے نے دیکھنے کے لیے اور بعد مطالعہ اپنی طرف سے تصدیق کرنے کے لیے کہا۔

میں چونکہ بذات خود دورہ حدیث کے طلباء کو بخاری شریف، مسلم شریف، مؤطا امام مالک اور مفتی کورس کے طلباء کو فتاویٰ پڑھانے کی وجہ سے عدیم الفرصتی میں مبتلا ہوں، لہٰذا کئی روز تک تو مسودہ کو دیکھ نہ سکا میرے بیٹے نے کئی بار سوال کیا اور ساتھ ہی ماہ نامہ "ضیائے مصطفےٰ" رسالہ بھی نظر سے گذارنے کے لیے کہا۔ میں اسی خیال میں مصروف تھا کہ محترم ظفر محمود قریشی طال اللہ عمرہ کا فون بھی آگیا لہٰذا عجلت میں مختلف مقامات سے مذکورہ رسالہ کو دیکھنے کا موقع ملا، میرے خیال میں مصنف نے نہایت جانفشانی، عرق ریزی سے اور خداداد صلاحیتوں اور نہایت دیانت داری اور قوی دلائل سے مخالفین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دے کر ناموس صحابہ کا دفاع کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا سمجھ عطا فرماتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ایک حدیث مبارکہ ہے:

عن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی

الدین۔حضرت معاویہ بن ابی سفیان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

یہ دین کی سمجھ ہی ہے جسے مصنف مذکورہ نے اپنی صلاحیتوں کو نہایت احسن انداز میں اجاگر کر کے عوام الناس کو گمراہی سے بچانے کی سعی کی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبولیت تامہ و عامہ فرمائے اور مصنف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

میری ایک گذارش یہ بھی ہے کہ جس طرح آپ نے یہ رسالہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھا اسی طرح ایک رسالہ فضائل سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا بھی مرتب فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سید ضیاء الحق شاہ

خادم الحدیث جامعہ غوثیہ ضیاء العلوم صدر راولپنڈی

12-04-15

تقریظ

جانشین حضرت شیخ القرآن والحدیث اُستاذ العلماء حضرت علامہ صاحبزادہ

پیر سید ریاض الحسن شاہ قادری رضوی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!

میں نے شخصیت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بنظر عمیق مطالعہ کیا اور حضرت علامہ ظفر محمود قریشی صاحب نے بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں قرآن و احادیث کی روشنی میں کتاب ھذا کو تالیف فرمایا ہے۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس کتاب کو پڑھنے والا ہر قاری پڑھ کر اپنے ایمان کو پختہ کرے گا اور اپنے عقیدہ کو قرآن و احادیث کے مطابق تصحیح کرنے کی کوشش کرے گا۔ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ایک باب قائم فرمایا ہے اور اس میں روایت نقل فرمائی ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ۔

(جامع ترمذی، باب مناقب معاویۃ، ج2، ص594)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ اسے ہادی و مہدی بنا، اسے ہدایت دے اور اس

کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

لہٰذا جن کے لیے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائیں وہ راہ راست سے دور نہیں ہو سکتے۔

صاحبزادہ پیر سید ریاض الحسن شاہ قادری رضوی

مہتمم جامعہ اسلامیہ غوثیہ و جامعہ شیخ الحدیث رضا نگر بلکسر ضلع چکوال



تقریظ

آفتاب طریقت وشریعت، مخدوم اربابِ نظر، پاسبان مسلک امام ربانی، وارث علوم شیر ربانی
و پیر کیلانی، جامع معقول ومنقول، عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ الحاج پیر

سید محمد عظمت علی شاہ بخاری

المعروف قبلہ چن جی سرکار

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمۡ، اَمَّابَعۡدُ...!

جیسا کہ کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس کتاب کا موضوع کاتب وحی، صحابیٔ رسول جناب حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب ہیں۔ جناب ظفر محمود قریشی کے اس مقالے کو بعض جگہوں سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مصنف نے بڑے احسن انداز سے اس موضوع پر قلم کشائی کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!!

بعض بدعقیدہ قسم کے لوگ مختلف حیلوں بہانوں سے جناب حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر سب وشتم اور تبرا بازی (نعوذ باللہ) کو درست سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ دراصل شیطان ان کے ایسے برے اور قبیح اعمال کو ان کی نظروں میں خوبصورت کر کے پیش کر رہا ہے اور وہ اپنی گمراہی میں آگے ہی آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔

الحمدللہ! اہل حق نے بھی ایسے گمراہ عقائد کے حامل لوگوں کا ہر طرف سے محاسبہ کیا اور ''حب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' میں سرشار ہو کر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کا بھرپور ردّ فرمایا۔ اس سلسلہ میں سیدی وسندی، قیوم زماں، قاطع وماحی

خارجیت ورافضیت حضور قبلہ عالم الحاج پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے ہر ہر پہلو پر بیسیوں کتب لاکھوں کی تعداد میں شائع فرما کر مفت تقسیم فرمائی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سینکڑوں ارشادات عالیہ میں سے صرف ایک فرمان یہاں درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اقدس کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عزت وعظمت کا دروازہ ہیں جس نے اس دروازے کو عبور کرلیا پھر وہ کسی بھی صحابی کے متعلق کچھ بھی کہہ سکتا ہے آپ رضی اللہ عنہ کی گستاخی یا آپ کا بغض ،صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بغض عناد کا دروازہ ہے۔“یعنی گستاخی صحابہ کرام،بغض صحابہ اور انکار عظمت صحابہ کرام علیہم الرضوان بغض حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتا ہے،جب ایک صحابی کی توہین کرلی تو پھر دوسرا اور تیسرا کیا۔

اللہ کریم مصنف کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور خدمت دین کی مزید توفیق وہمت عطا فرمائے۔آمین!!

پیر السید محمد عظمت علی شاہ بخاری
سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

تقریظ

علامہ پیر سید اشفاق حسین شاہ بخاری حفظہ اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بندہ ناچیز نے بنظر عمیق مطالعہ کیا ہے مصنف نے نہایت جانفشانی سے قوی دلائل دے کر مخالفین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دے کر ناموس صحابہ کا دفاع کیا۔ مسلک حق اہل سنت و جماعت کے اکابرین اسلام کے عین مطابق عزیزم محترم مولانا ظفر محمود قریشی صاحب زیدہ شرفہ نے قابل تحسین محنت کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ کاتب وحی صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و شوکت کو بیان فرمایا ہے اور بے بنیاد الزامات کا رد اور محققانہ جواب دے کر اجر عظیم کے مستحق ہوئے۔ یہ مرض بڑھ رہا ہے، تمام خطباء کرام، علماء کرام، پیران عظام اپنے ہر بیان اور خطاب میں اس مرض کا علاج کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صداقت اور عظمت کو بیان فرما کر سرخرو ہوں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ عزیزم قریشی صاحب کی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

احقر سید اشفاق حسین شاہ بخاری
سجادہ نشین دربار شریف چک سیدا
تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

تقریظ

علامہ سید نور احمد شاہ گیلانی حفظہ اللہ

مہتمم ومدرس جامعہ حسنینیہ احیاء العلوم

بیریئر نمبر ۲ واہ کینٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

آج جب کہ اُمت میں نت نئے عقیدے اور نظریے سر اٹھا رہے ہیں جگہ جگہ روشن خیالی کا سیلاب بھی طغیانیوں پر ہے۔ایک طرف فسق وفجور کا آتش فشاں پھٹ رہا ہے تو دوسری طرف بدعقیدگی اور بدعملی کے سوداگروں کے ذریعے گلی گلی محلے محلے اہل ایمان کے عقائد و نظریات پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے جہاں ایک طرف ایمان و امانت کے گاہک کم ہو رہے ہیں تو دوسری طرف منافقت اور خیانت کی دُکانوں پر رش بڑھ رہا ہے۔

دین حق کے عقائد ونظریات کا حصہ سرد خانے کی نظر ہوتا جا رہا ہے۔ بدعقائد ونظریات رواج پا رہے ہیں۔ایسے حالات میں اہل حق کی ذمہ داریاں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہیں کہ وہ تحریر وتقریر کے ذریعے اُمت کے عقائد ونظریات کی اصلاح کریں۔

زیرنظر کتابچہ کے اندر جناب محترم ظفر محمود قریشی صاحب زید مجدہ نے اجماع اُمت اور مسلک حق اہل سنت وجماعت کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔

صحابی رسول کاتب وحی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات،شخصیت اور آپ کے مقام ومرتبہ

کے حوالہ سے ان تمام الجھنوں کو دلائل اور حکمت سے دور کرنے کی بہترین کوشش کی ہے، جو کہ کم فہمی، تنگ نظری یا فریب خوردگی کے باعث ذہنوں کو آلودہ کرتی نظر آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرماتے ہوئے موصوف کی عمر، علم اور عمل میں مزید برکتیں فرمائے اور ہم سب کو اپنے عقائد و نظریات کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین)

اللهم صل وسلم دائماً ابداً علی حبيبك خير الخلق كلهم

خاک پائے اہل بیت رسول و اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سید نور احمد شاہ گیلانی

27-03-2015

بروز جمعۃ المبارک



تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عبد الرحمٰن شاہ حفظہ اللہ

پروفیسر U,E,T، یونیورسٹی ٹیکسلا

پی، ایچ، ڈی سکالر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

راہِ اعتدال ان تمام تعلیمات کا خلاصہ ہے جو دین اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات کے طور پر مذاہب عالم میں ممتاز کرتی ہیں۔ اعتقادات ہوں کہ عبادات، معاملات ہوں کہ احساسات ''اُمت وسطی'' کو زیبا بھی یہی ہے اور وحدت ملت کا راز بھی اسی فلسفہ اعتدال میں پنہاں ہے۔

عصر حاضر میں اگر عالمی اُفق پر دیکھا جائے تو یہی اعتدال سے انحراف ہمیں دیگر شاطر اقوام کے ہاتھوں آلہ کار کے طور پر استعمال کر رہا ہے جو معاشی وسائل کے ضیاع وقت کی ناقدری اور بالآخر اسلامی مملکتوں کے انہدام کی طرف تیزی سے لے جا رہا ہے۔

جناب ظفر محمود قریشی صاحب کی تحریر افراط وتفریط کے راستوں کے درمیان ''راہ اعتدال'' ہے جو نسبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاسداری میں جہاں مجموعی فضائل صحابہ کا احاطہ کرتی ہے وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انفرادی مقام بھی اجاگر کرتی ہے۔

دعائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب'' ایک بندہ مومن کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی علمی برتری اور نجات اخروی کے لیے کافی ہے۔ (مسند احمد)

جناب قریشی صاحب نے بھی تحقیق کی دنیا میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعیین یزید میں خطاء اجتہادی کے قول کو لے کر واضح کر دیا کہ محقق حقیقت کو کبھی نہیں جھٹلاتا۔

سید محمد عبد الرحمن شاہ (فاضل بھیرہ شریف)

تقریظ

علامہ سید فیض الامین شاہ چشتی

مدرس مرکزی دارالعلوم فیض القرآن جی ٹی روڈ حسن ابدال (ضلع اٹک)

جاننا چاہیے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے سب سے افضل و اعلیٰ جماعت انبیائے کرام علیہم السلام کی ہے اور پھر ان کے بعد سب سے افضل و اشرف لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ!

هو من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومناً به ومات علی الاسلام۔

(نزھۃ النظر علی نخبۃ الفکر لابن حجر عسقلانی)

یعنی صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر ان کی وفات ہو۔

لہٰذا جن کو یہ سعادت و شرافت حاصل ہے ان سب سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ حسنیٰ ہے اور بالخصوص ان میں سے وہ حضرات جن کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق نسبی یا سسرالی ہے وہ دنیا و آخرت میں بہترین لوگ ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور پھر میرے لیے میرے صحابہ کو چنا جن میں میرے وزیر مددگار اور سسرال والے ہیں پس جو بھی ان کے بارے میں زبان درازی کر گیا اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔

پس چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر نسبتی اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ سسر ہیں لہٰذا اُن سے بغض رکھنا یا لعن طعن کرنا مومن کی شان نہیں۔ ہمارے

پیارے بھائی ظفر محمود قریشی زاد اللہ علمہ وعملہ نے جو کاوش کی ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اور حوالے سے اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے اور ان کے لیے آخرت میں ذریعہ نجات بنائے اور تمام مسلمانوں کے لیے اس کتاب کو نفع بخش بنائے۔آمین ثم آمین۔

عبد المذنب

سید فیض الامین شاہ غفرلہ

28-03-2015



تقریظ

علامہ سید طارق حسین شاہ حفظہ اللہ (ایم اے)

خطیب مرکزی جامع مسجد غوثیہ ڈھوک چوہدریاں راولپنڈی کینٹ

فاضل جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سیٹلائیٹ ٹاؤن ڈی بلاک راولپنڈی

الحمد لولیہ والصلاۃ علی نبیہ وعلی الہ واصحابہ الاکرام ۔ اما بعد!

میری نظر سے جناب ظفر محمود قریشی صاحب کی ایک تالیف بعنوان ''العقیدۃ الواضحۃ فی امر سیدنا معاویۃ'' اُس وقت گزری جب انھوں نے مجھے یہ پڑھنے اور پھر اس پر اپنی رائے دینے کے لیے کہا مذکورہ عنوان کو پڑھنے کے بعد جو کچھ میری نظر سے گذرا یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ وہ ہستی جس کو معتوب کیا جاتا ہے اور جس کی زندگی کے ہر پہلو پر اعتراض کیا جاتا ہے، جس کے خلاف موضوع احادیث بیان کر کے اپنی کتابوں اور عنوانوں کو تقویت دی جاتی ہے ان تمام باتوں سے وہ ہستی مبّرا ہے اور ان باتوں کو ان کی طرف منسوب کر کے کم عقلی اور خداوند کریم کے عذاب کو دعوت دی جاتی ہے۔

ایک ایسے صحابی کو عیب دار سمجھنا جن کے فضائل سے احادیث مبارکہ کے علاوہ تاریخی کتب سے بھی ثبوت ملتے ہیں ہم کس طرح ملامت کر سکتے ہیں۔ اجتہادی غلطیوں کے بارے میں قرآن وحدیث میں دلائل موجود ہیں، اس پر جس طرح کسی کو بھی ملامت نہیں کیا جا سکتا اس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی ملامت نہیں کرنا چاہیے۔

میں اس کاوش پر جناب ظفر محمود قریشی کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور ان جیسی کاوشوں کے حامل لوگوں کے لیے دعا گو ہوں، اور میں ان سطروں کے ذریعہ سے ذمہ داروں سے درخواست کرتا ہوں کہ جتنا بھی مواد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں منظر عام پر آگیا

ہے اسے ضبط کیا جائے ۔اور آپ رضی اللہ عنہ کی حقیقی اور فضائل سے بھرپور زندگی کو اجاگر کیا جائے ۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان حقیر لفظوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صدقہ میں قبول فرمائے ۔

والسلام

سید طارق حسین شاہ

(خطیب مرکزی جامع مسجد غوثیہ ڈھوک چوھدریاں راولپنڈی کینٹ)



تقریظ

حضرت علامہ پیر سید غلام نظام الدین مہروی حفظہ اللہ

جامعہ غوثیہ مہریہ قمر العلوم مہر آباد شریف لودھراں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

چند دن قبل برادرم ظفر محمود قریشی صاحب نے کتاب ''العقیدۃ الواضحۃ فی امر سیدنا معاویۃ'' واٹس اپ پر ارسال فرمائی۔ چند مقامات سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا اور پڑھتے ہوئے دل کو قلبی سکون حاصل ہوا کہ چلوسنیوں میں اب بھی صحابہ کرام کا دفاع کرنے والے موجود ہیں حضرت موصوف نے صدق دل اور دیانت داری سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صرف دفاع ہی نہیں کیا بلکہ قرآن وحدیث کے مضبوط دلائل سے ان کی صحابیت عظمت وشان کو ثابت کیا ہے ۔ہمارے اہل سنت کے اکثر غیر محقق علماء اور جاہل مشائخ جو اہل تشیع حضرات کی پیروی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کا انکار کر رہے ہیں تو برادرم ظفر صاحب کا ایسے وقت میں اس کتاب کو تحریر کرنا مسلمانوں پر احسان کرنا ہے۔

مجھے یاد ہے آج سے دس بارہ سال قبل میں نے اپنے والد گرامی حضرت علامہ حافظ سید قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

آپ نے فرمایا!

میں نے اپنے جدامجد خلیفۂ مجاز تاجدار گولڑہ حضرت علامہ سید امام شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا! ''دعہ فانہ قد صحب النبی'' پھر آپ

نے مجھے تاکیداً فرمایا وہ صحابی رسول ﷺ ہیں انکا ادب واحترام واجب ہے ان کی عزت کرنا۔

اسلاف کرام تو ہمیشہ یہی درس دیتے رہے مگر آج بدقسمتی سے بہت سارے بزرگوں کی اولاد ان کی صحابیت، عظمت وشان کا انکار کررہے ہیں باقی حضرت مولی علی مرتضی مشکل کشا کی جو عظمت ہے وہ تو بہت بلند جیسا کہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ''مطلع القمرین'' میں لکھا ہے!

''وہ تو دور کی منزلیں ہیں ھذا انا اللہ وھذا اھم''

اللہ جل مجدہ کی بارگاہ ناز میں دعا ہے کہ مسلمانوں کے لئے اس کتاب کو نافع بنائے اور برادرم علامہ ظفر محمود صاحب کو اجر جزیل عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم۔

فقط دعا گو خطا کار امید رحمت کردگار

سید غلام نظام الدین نظام

مہتمم ومتعلم جامعہ غوثیہ مہریہ قمر العلوم لودھراں

آستانہ عالیہ مہر آباد شریف



تقریظ

حضرت مفتی پیر سید محمد عارف شاہ اویسی ترمذی حفظہ اللہ

مہتمم مدرسہ اولیائے قرآن (طلباء وطالبات)

لالہ جی دربارلیاں شریف چمبہ حویلیاں ہزارہ

امیر شام، خدمت گار اہل بیت، بانی ملوکیت فی الاسلام حضرت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی شخصیت قرآن مجید کی آیات متشابہات کی طرح ہے۔یہی حال بعض دیگر صحابہ کرام کا بھی ہے۔اس دور میں سب سے زیادہ خوش نصیب وہ مسلمان ہے جو باادب ہے۔ایک باادب مسلمان ایسی ہر قسم کی طرفداری سے بچتا ہے جو اُسے بارگاہ اہل بیت یا دربار صحابہ میں بے ادب بناتی ہو۔

آج جو مسلمان لوگ ان طرفداریوں میں حد سے زیادہ متجاوز ہوئے وہ یا تو رافضی شیعہ ہو کر راہ حق سے ہٹ گئے یا خارجی، وہابی، مماتی بن کر مردہ دل ہو گئے۔زندہ دل لوگ صرف وہی باادب لوگ ہیں جو اہل سنت محتاط الفکر ہیں، ورنہ جذباتی لوگ ہم سنیوں میں ہمہ وقت وامنقار ہیں۔علامہ ظفر محمود قریشی آستانہ مبارکہ لیاں شریف میں تشریف لائے، ایک علمی سرمایہ ساتھ لائے، پہلی ملاقات تھی، دل موہ لیا۔

تحقیق کے میدان میں یہ کمال درجہ رکھتے ہیں۔ان کی یہ تازہ نگارش ''العقیدۃ الواضحۃ فی امر سیدنا معاویۃ'' واقعی تحفہ ہے۔اس کتاب میں ایک مظلوم الحال صحابی کے شرف صحابیت کی بناء پر اُن کے مقام کی عزت پر پہرہ دیا گیا جو کہ ایک مسلمان باادب بندے کی ایمانی ذمہ داری ہے۔دونوں میں مقابلے کی بات یا موازنے کی صورت نہ سہی لیکن حق تو یہ ہے کہ اول ملوک

اسلامیہ حضرت امیر معاویہ کا مقام و مرتبہ جتنا بھی بلند و بالا ہو وہ مولائے کائنات اول المسلمین، اخی رسول، زوج بتول، مولا علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے اسی طرح ہے جیسے کہ آسمان کے سامنے زمین ہو، یا سورج کے سامنے چراغ ہو یا وسعت صحرا کے حضور ایک ذرہ ہو یا سمندر کے سامنے قطرہ ہو اور یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ علم و معرفت کے تقویٰ دار شہر میں کوئی بے عبارت حرف دروازۂ علم کے سامنے دست بستہ حاضر ہو تو وہ مثال علی و معاویہ کی دی جائے تو یہ درست ہوگا۔

مگر ہم کون ہیں کہ مثال بھی دیں۔ یہ تو سمجھنے سمجھانے کے لیے ایک آئینہ سازی ہے جس میں چہرہ ایمان سنورتا ہے۔ حضرت امیر شام کی تعریف ایک حق صحابیت ہے جو ادا کرنا بڑا ضروری ہے، یہ لازمی ہے۔ بہت اہم ہے مگر مولا علی سے مؤدت کا حق ادا کرنا قرآن کا تقاضائے ایمان ہے۔ مولا علی ہمارے لیے کل ایمان ہیں بلکہ حفاظت ایمان ہی حب علی ہے مگر حب علی کا یہ کب سے اور کس نے شعار بنایا کہ ہم کسی صحابی کو جب تک تبرّا نہ بھیجیں تب تک علی کے پیار کا حق ادا نہ ہوگا۔ حاشا وکلّا۔

آج کے دور میں ایک ایسی تحریر کی ضرورت تھی جو علمی بنیادوں پر امیر معاویہ کے مقام و مرتبہ کی حفاظت پر پہرہ دے کر نظریاتی محاذ پر سُنّی کاز کو بچاتی ہے۔

پس یہ تحریر جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں علامہ ظفر محمود قریشی نے ایک محتاط اور علمی سخاوت کا دریا بہا دیا ہے۔ کمال یہ کہ بے ادبی سے بھی بچے ہیں۔ آپ کا قلم ذاتی احترام اور ادب کو کبھی نہیں بھولتا۔ آپ لکھتے ہوئے چوٹ مارنے کو خلاف تحقیق جانتے ہیں یہ علمی شرافت کی اعلیٰ دلیل ہے۔

دور حاضر کے بعض علمی چور اگرچہ قلم کے ذریعہ ''نقب زنی'' کرتے ہوئے باز نہیں آتے مگر علامہ ظفر محمود قریشی کی عقابی نظریں اُن کا مکمل تعاقب کر لیتی ہیں۔ یہ ان کا وصف اضافی ہے۔ میں نے یہ کتاب مکمل پڑھ لی ہے۔ تب یہ چند کلمات لکھے ہیں۔ نفس مسئلہ پر مصنف

کی دسترس کامل ہے ۔خدا کرے مقبول ہو۔تحریر میں علمی جلال کے باوجود خشکی نہیں ہے بندہ پڑھتا ہے تو پڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

والسلام

فقیر عارف ناظری سرکار

لیّاں شریف حویلیاں ہزارہ پاکستان



تقریظ

نبیرہ صدر الافاضل حضرت علامہ

سید نظام الدین نجم نعیمی مرادآبادی

آستانہ عالیہ قادریہ نعیمیہ مرادآباد الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم أما بعد

آج کے اس ہوش رُبا ماحول میں جو ظلم و تشدد کے پہاڑ ملت اسلامیہ کے اُوپر ڈھائے جا رہے ہیں، اور اسلام دشمن عناصر ملت واحدہ کے اتفاق و اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی منظم سازشوں میں شب و روز مصروف عمل ہیں، سچے پکے مسلمانوں کے عقائد و نظریات کو مجروح کرنے کے لیے باقاعدہ تنظیمیں، تحریکیں، ادارے کام کر رہے ہیں اور او پر سے ستم بالائے ستم اہل تشیع، اہل رفض و خوارج، اہل سنت کا لبادہ اوڑھ کر شب و روز سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کو اکارت کرنے کی ناپاک جسارت کر رہے ہیں بیوقوف اور نادان اور نا اہل لوگ شان صحابہ میں بڑی بیباکی کے ساتھ گستاخی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جب کہ آقائے کائنات فخر موجودات سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے!

أصحابي كالنُّجومِ بأيِّهِمُ اقتديتُمُ اهتديتُم:

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں تمام صحابہ ہمارے لئے قابل صد احترام ہیں کسی ایک کی بھی شان میں گستاخی ناقابل تلافی غضب اللہُ الباری ہوگی، یاد رہے کہ نفس صحابیت میں

تمام کے تمام صحابہ میں یکسانیت ہے مگر مراتب ومنازل ومناقب سب کے الگ وجداگانہ ہیں، ہر صحابی عزوشان والا ہے، کوئی غوث، کوئی قطب، کوئی ابدال، کوئی ولی، چاہیں جتنا بڑا عبادت وریاضت زہدوتقوی والا کیوں نہ ہوکسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، قرآن حکیم نے تو ان کے گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے کی خاک کی قسم کھائی ہے۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۝ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا (العادیات،100:4)

جن شہسواروں کے گھوڑوں کی پاؤں کے نیچے کی خاک کا یہ مقام ہے کہ خدا جل وعلا قسم کھائے تو شہسواروں کی عظمت ورفعت کا عالم کیا ہوگا، اللہ أعلم واحکم، اگرکسی وجہ سے ان نفوس قدسیہ کے مابین اگر کوئی مشاجرات، مجادلات، اختلافات رونما ہوئے ہیں تو ہم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہم میزان لیکر بیٹھ جائیں اوران پر زبان درازکریں، یہ قضاوقدر کے وہ قطعی فیصلے ہیں جن کی خبر مخبر صادق، غیب داں نبی نے پہلے ہی دیدی تھی، جانبین اصحابِ مصطفی علیہ الصلوۃ والثناء تھےکسی ایک کو موردالزام ٹھرانا درست نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا، اجتہادی تھی اسی پر ہمارے اکابرین کا اتفاق رہا ہے اور ہمارے لئے ان کا قول ہی فیصل ہے،کوئی بھی کسی صحابی کے لئے سب وشتم نہیں کرتا۔

سراج الامت حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ فقہ اکبر صفحہ 85 پر اہلسنت کا عقیدہ بیان فرماتے ہیں!

فَتَوَلَّاھُمْ جَمِیْعًا وَلَا نَذْکُرُ الصَّحَابَۃَ اِلَّا بِخَیْرٍ۔

یعنی ہم اہلسنت تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور انہیں بھلائی سے ہی یاد کرتے ہیں۔

اورشرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری یوں فرماتے ہیں!

وَاِنْ صَدَرَ مِنْ بَعْضٍ مَا صَدَرَ فِيْ صُوْرَةِ شَرٍّ فَاَنَّهُ كَانَ عَنْ اِجْتِهَادٍ وَلَمْ يَكُنْ على وَجْهِ فَسَادٍ۔

یعنی اگرچہ بعض صحابہ سے وہ چیزیں صادر ہوئیں جو بظاہر صورت شر ہیں لیکن وہ سب اجتہاد سے تھیں فساد سے نہ تھیں۔

اور رہی بات حضرت امیر معاویہ کی ذات والاصفات کی تو آپ کئی حوالوں سے ادب واحترام کے حامل ہیں ایک تو آپ عظیم المرتبت صحابی رسول ہیں پھر آپکو کاتب وحی ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور حضور اکرم ﷺ کے برادر نسبتی بھی ہیں، جیسا کے روایتوں میں آتا ہے کہ جسکو حافظ امام ہیثمی نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا کہ!

حضور ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر اپنی گود میں لئے بیٹھی ہیں اور انکو بار بار چوم رہی ہیں تو سرکار نے فرمایا کہ اے ام حبیبہ کیا تم معاویہ سے محبت کرتی ہو انہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہ کروں کہ یہ میرا بھائی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ورسول بھی معاویہ سے محبت کرتے ہیں (تطہیر الجنان۔امیر معاویہ)

سرکار کی دعا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کے بارے میں:

حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما اور اسے شہروں میں حکومت عطا کر اور اسکو عذاب سے بچا (فضائل الصحابہ امام احمد بن حنبل صفحہ 915)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ!

معاویہ میری اُمت میں سب سے بردبار اور سخی ہیں

(تطہیر الجنان واللسان امام ابن حجر ہیتمی)

حضرت امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ آپ نے

فرمایا (میں نے) حضرت امیر معاویہ سے بہتر کوئی حکومت کے لائق نہیں دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام میں داخل ہوئے اور امیر معاویہ کی شان وشوکت اور بڑا اجرار لشکر دیکھا تو فرمایا کہ امیر معاویہ عرب کے کسریٰ ہیں (تطہیر الجنان۔امیر معاویہ ص 50)

میں دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں مولانا ظفر محمود قریشی صاحب قبلہ کو جنہوں نے اس کتاب (العقیدۃ الواضحۃ فی امر سیدنا معاویہ) کو تحریر فرمایا جو یقیناً اہل سنن کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے راقم السطور اپنی دینی وملی مصروفیات کے باعث مکمّل کتاب کا مطالعہ کرنے سے محروم رہا مگر جہاں جہاں دیکھا کتاب کو دلائل و براہین سے پُر پایا۔

موصوف نے اپنی محنت شاقہ ،تلاش وتحقیق ،شوق جستجو کا حق ادا کردیا،قریشی صاحب کی تحقیقی صلاحیتوں اور اہل بیت اطہار وصحابہ کبار سے ان کی والہانہ عقیدت ومحبت کو دیکھ کر مستقبل میں ان سے اور بھی زیادہ امیدیں وابستہ ہوگئی ہیں یقیناً یہ قریشی صاحب کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جو ان شاء اللہ العظیم ان کو دنیا وآخرت میں سرخرو رکھے گا۔

میں ایک بار پھر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بادعاء ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے صدقہ میں اس علمی وادبی تحقیق کو مقبول عام وخاص فرمائے اور اس کی ترویج واشاعت میں جس نے ،جس طرح ،جس سطح پر کام کیا ہے اللہ ان سب کی خدمات کو قبول فرمائے اور اس کتاب کے ذریعے امت مسلمہ میں اتحاد واتفاق قائم فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید الانبیاء و المرسلین۔

فقیر قادری اسیر صدر الافاضل سید نظام الدین نجم نعیمی غفرلہ

بانی وجنرل سیکریٹری صدر الافاضل ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی

آستانہ عالیہ قادریہ نعیمیہ مراد آباد الہند

تقریظ

حضرت علامہ سید محمد ارشد اقبال رضوی مصباحی

بانی دار العلوم تاج الشریعہ مدھوبنی بہار

خطیب و امام انوار خالد شاہ مسجد بنونی ساؤتھ افریقہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بشارت عظمی کے حامل صحابی رسول ہیں. جنہیں کاتب وحی ہونے کا اعزاز و شرف بھی حاصل ہوا. اللہ رب العزت قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ (سورہ نسا:95)

ترجمہ: اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

یہ آیت کریمہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی اور حضرت امیر معاویہ بھی اس میں شامل ہیں۔ اس لئے ایک صاحب ایمان کو ان سے حسن ظن رکھنا تقاضہ ایمان ہے اور اس آیت کریمہ کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ کی ذات پر لعن طعن کرنا خود ملعون بننا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سب وشتم کرنے والے گروہ کے لوگ منکر قرآن اور ملعون ہیں۔ لیکن حالات زمانہ کی نیرنگی دیکھیے کہ آج محبت رسول کے کچھ نام نہاد علم بردار بھی شیعوں رافضیوں کی بولی بولتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کر رہے اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ملعون بن رہے ہیں. ایسے لوگوں کو اپنے فاسد خیالات سے توبہ کرنا چاہیے ورنہ دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی. زیر نظر کتاب" العقیدۃ الواضحۃ فی امر سیدنا

معاویہ" ایسے ہی دریدہ دہنوں کے علاج کے طور پر لکھی گئی ہے۔ محب گرامی حضرت مفتی غلام مصطفیٰ نعیمی مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی کے توسط سے یہ کتاب فقیر رضوی تک پہنچی اور نعیمی صاحب نے بطور تقریظ چند سطور لکھنے کا مطالبہ فرمایا سو چند بے ربط سطور لکھ کر پیش کی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرما کر صاحب کتاب محترم ظفر محمود قریشی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فیضان صحابہ سے مالامال فرمائے۔

فقط والسلام:

سید محمد ارشد اقبال رضوی مصباحی

بانی دارالعلوم تاج الشریعہ مدھوبنی بہار

خطیب و امام انوار خالد شاہ مسجد بنونی ساؤتھ افریقہ

مؤرخہ 14 ذوالحجہ 1439ھ مطابق 26 اگست 2018ء

تقریظ

حضرت علامہ سید محمد نفیس قادری

جعفر آباد دہلی

آقائے دو جہاں ﷺ کے جملہ صحابہ عادل متقی اور تمام اہل ایمان سے افضل ہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا ولی غوث بھی ان کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ انہیں صحابہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں. جو کاتب وحی، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور عظیم منتظم ومدبر حاکم اسلام گزرے ہیں۔ ان کی ذات بابرکات پر اعتراض وہی کرے گا جو حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کا منکر ہوگا. پیارے آقا علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَا تَسُبُّوا اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِیْ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَوْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: میرے کسی صحابی کو برا نہ کہو۔ اس لئے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرے تب بھی میرے صحابی کے ایک مٹھی بھر خرچ کرنے کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔

کس قدر ذلیل وخوار ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کر کے اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔

فقیر (سید نفیس قادری) نے محترم ظفر محمود قریشی صاحب کی کتاب کو پی ڈی ایف کی شکل میں ملاحظہ کیا خوب سے خوب پایا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کے ذریعے گم گشتگان راہ کو ہدایت نصیب فرمائے.

العبدہ المذنب

سید محمد نفیس قادری جعفر آباد دہلی

سبب تالیف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

کتب احادیث وسیر کا مطالعہ رکھنے والے یہ بات بخوبی جانتے ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت سے لے کر وصال ظاہری تک اپنے شب وروز اس اُمت کی اصلاح و تربیت میں بسر کیے اور پورے عرب میں دین اسلام کی روشنی پھیلائی۔ اپنے قلب اطہر پر نازل ہونے والی لاریب کتاب قرآن مجید فرقان حمید کا آفاقی پیغام گھر گھر پہنچایا اور اس کے فیوض و برکات سے ہر خاص و عام کو مستفید کیا۔ آپ ﷺ کی اس مساعی جمیلہ سے کم وبیش ایک لاکھ صحابہ کرام کی وہ عظیم جماعت تیار ہوئی کہ قیامت تک آنے والے غوث وقطب وابدال ان کے قدمین پاک کی خاک کے برابر ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ اپنی طبعی عمر کے ۶۳ برس اپنا فرضِ منصبی نہایت احسن انداز میں پورا کرنے اور جزیرۂ عرب سے کفروشرک کی جڑوں کو مکمل طور پر ختم کرنے کے بعد اس دنیا فانی سے انتقال فرما کر اللہ رب العزت جل جلالہ کی بارگاہِ پاک میں حاضر ہو گئے بعد ازاں آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے اپنا تن من دھن دین اسلام پر نچھاور کر دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور وہ علمی و روحانی فیضان جو نبی کریم ﷺ کی صحبت بابرکت سے انھیں حاصل ہوا اُسے پوری دنیا میں پھیلانے میں دن رات کوششیں کیں اور کفار سے جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کا فریضہ بھی بخوبی سرانجام دیا۔

حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے اپنے بعد باضابطہ طور پر کسی کو خلیفہ نامزد تو نہیں کیا لیکن جلیل القدر صحابہ کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ اول و امیر المومنین منتخب کیا، آپ کے بعد بالاتفاق حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی مقرر ہوئے۔ اسی طرح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر شیر خدا حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ چہارم ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

حضرت سیدنا حیدر کرار علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی شہادت کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے جگر گوشہ خاتون جنت حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کوفہ کے لوگوں نے بیعت خلافت کر لی اور آپ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا، لیکن حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ چھ ماہ بعد ہی ملکی اور سیاسی حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے صحابی رسول حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو گئے اور خلافت بخوشی اُن کو تفویض کر کے اُن کی بیعت کر لی اور اس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بلا شرکت غیرے تمام عالم اسلام کے خلیفہ و بادشاہ منتخب ہو گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون ناحق کے بعد حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نہایت پرفتن حالات میں خلافت کی باگ دوڑ سنبھالی تھی لیکن امیر شام حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جن کو فاروق اعظم حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شام کا گورنر مقرر کیا تھا یہ مطالبہ کیا کہ پہلے آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو قرار واقعی سزا دیں یا ان کو ہمارے حوالے کر دیں اس کے بعد ہم آپ کی بیعت کریں گے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ فوراً اس پر عمل درآمد کر سکتے، کیونکہ ابھی آپ کی حکومت مستحکم نہیں ہوئی تھی اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے سازشی عناصر بھی کثیر تعداد میں تھے اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے حکومت کو مستحکم کر لیا جائے اس کے بعد قاتلان عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔ لیکن دوسری طرف حضرت امیر

شام معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ پہلے قاتلان عثمان کو سزا دی جائے اور آپ کا یہ مطالبہ زور پکڑتا گیا، اس مطالبہ میں اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہم نوا تھیں۔ حتیٰ کہ خارجیوں کی سازشوں کی وجہ سے پہلے جنگ جمل کا سانحہ رونما ہوا جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مدمقابل اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت زبیر، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ جمادی الاخرہ ۳۶ھ میں ہوئی۔

(الصواعق المحرقۃ مترجم صفحہ 301 مطبوعہ لاہور)

بعد ازاں صفین کے مقام پر جنگ ہوئی اور اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مدمقابل حضرت سیدنا امیر معاویہ اور حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم تھے۔

(حوالہ ایضاً صفحہ 301)

راقم پورے وثوق سے یہ عرض کرتا ہے کہ حضرت سیدنا شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کسی بھی طرح جنگ کے حامی نہیں تھے لیکن بلوائیوں کے سازشی عناصر چونکہ پوری طرح سرگرم عمل تھے جس کی وجہ سے جنگ چھڑ گئی ان جنگوں میں بلوائیوں خارجیوں کی ریشہ دیوانیوں کی وجہ سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا، تو امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی طرف پیش قدمی کو تیز تر کر دیا۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف سے صحابی رسول حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا گیا اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حکم مقرر ہوئے۔ خارجی گروہ جنھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا پہلے ہی حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منافقانہ بیعت کر کے آپ کے ساتھ شامل ہو چکے تھے، ان لوگوں نے آپ کا صلح کا فیصلہ قبول نہ کیا اور یہ اعتراض اٹھایا کہ!

الملک للہ الحکم للہ

ملک اللہ کا حکم اللہ کا

خارجی حضرات نے اپنی اس کمزور دلیل کی بنیاد پر حضرت شیر خدا فاتح خیبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر فتویٰ جاری کیا، اور کہا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو حکم نہیں مانتے لیکن اس کے پیچھے اُن کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو باہمی جنگ وجدل میں پھنسا کر ان کی طاقت وحکومت کو کمزور کیا جائے۔ اور اس کے پس منظر میں اپنی حکومت کو پروان چڑھایا جائے اور پھر سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ نے حبر اُمت امام المفسرین حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بات چیت کے لیے بھیجا تاکہ ان کو راہ راست پر لایا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی گفتگو اور دلائل سننے کے بعد بہت سے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف واپس آگئے اور بہت سے مخالف ہی رہے، جن سے حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے جنگ کی اور ان کو نیست و نابود کر کے ان کے فتنے سے مسلمانوں کو محفوظ کیا۔ بعد ازاں جنگ ان میں سے جو بچ گئے تھے وہ کچھ عرصہ تک تو روپوش ہو گئے لیکن دوبارہ منظم ہونے کی بھرپور کوشش کرنے لگے اور اس موقع کی تلاش میں رہے کہ کب موقع ملے تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بدلہ لیں۔

خارجیوں کی ہٹ لسٹ پر تین صحابہ حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم تھے خوارج کے تین افراد عبد الرحمن بن ملجم المرادی، برک بن عبد اللہ تیمیمی اور عمرو بن بکیر تمیمی مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں یہ عہد کر لیا کہ ہم تین افراد ان تین افراد یعنی حضرت سیدنا علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو قتل کر کے اصل قضیہ ہی پاک کر دیں گے۔ باقی صحابہ پر تو یہ خارجی اپنے منصوبے کو پورا نہ کر سکے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خارجی ابن ملجم موقع پا کر شہید کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: (تاریخ الخلفاء، الصواعق المحرقۃ، البدائیۃ والنہائیۃ وغیرہ کتب)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ اور آپ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق بیان:

جس رات حضرت علی پر حملہ کیا گیا اسی رات برک بن عبداللہ (خارجی) امیر معاویہ کے قتل کے لیے گھات میں بیٹھا تھا جب امیر معاویہ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے باہر نکلے تو ان پر تلوار سے حملہ کر دیا اس کا وارا امیر معاویہ کے (سرین) پر پڑا امیر معاویہ نے ہاتھ بڑھا کر قاتل کو پکڑ لیا۔ قاتل نے کہا میرے پاس ایک ایسی خبر ہے کہ جسے سن کر آپ کا دل باغ باغ ہو جائے گا اور اگر میں آپ کو وہ خبر بیان کر دوں گا تو آپ کو اس سے فائدہ پہنچے گا امیر معاویہ نے کہا اچھا وہ خبر بیان کر، برک (خارجی) نے جواب دیا آج میرے بھائی ابن ملجم نے حضرت علی کو قتل کر دیا ہوگا۔ امیر معاویہ نے کہا! **"کاش تیرا بھائی ان پر قدرت نہ پاسکے"** برک نے کہا کیوں نہیں اس لیے کہ جب حضرت علی باہر نکلتے ہیں تو اس کے ساتھ کوئی محافظ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور یوں وہ قتل کر دیا گیا۔

(تاریخ طبری: جلد ۳، امیر المومنین کی شہادت، صفحہ ۷۳۷، نفیس اکیڈمی کراچی)

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے لخت جگر حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت سنبھالا لیکن چھ ماہ بعد ہی آپ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے اور خلافت بخوشی اُن کے سپرد کر کے اُن کی بیعت کر لی۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کیوں اختیار کی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کیوں کر لی اس کی تفصیلات اگلے صفحات میں قارئین کی نذر کی جائیں گی۔

لیکن مقام افسوس ہے کہ آج کئی صدیاں گزرنے کے بعد کچھ ایسے سطحی مطالعہ رکھنے والے سکالر پیدا ہو گئے ہیں جن کی علمیت کا پورا زور اس پر خرچ ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کے ڈونگرے برسائیں جائیں اور وہ اسے اپنا فریضۂ دینی سمجھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جنگ کی

اور جگر گوشہ بتول حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی کوشش کی اور اسی طعن و تشنیع کو اسلام کی اصل روح، حب اہل بیت اور نجات اخروی کا ذریعہ جانتے ہیں۔

قلوب و اذہان میں پائے جانے والے اس بغض و عناد کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جنھیں پڑھ کر یقیناً یہ محسوس کیا جاسکتا ہے کہ زبان زد عام یہ حال ہے تو اندرون قلب کیسا طوفان بدتمیزی پایا جاتا ہوگا۔

ایک صاحب نے اپنے بغض کا اظہار اس طرح کیا کہ!

میں معاویہ کے ساتھ دعائیہ کلمہ (رضی اللہ عنہ) لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔

ایک اور صاحب فرمانے لگے!

تم اُس معاویہ کی بات کرتے ہو جس کو صحابہ اپنے پاس بٹھانا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

ایک صاحب نے یوں خطاب فرمایا کہ!

حضرت امیر معاویہ نے باب خلافت سے آڈر جاری کیے کہ حضرت علی کو برسر منبر گالیاں دی جائیں اور دمشق سے کوفہ تک جس نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف کی تو اُس کی زبان کٹوا دی۔

صحابہ کرام کے بارے میں زبان و بیان کا یہ انداز کتنا مکروہ ہے کہ وہ نفوس قدسیہ جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت سے فیوض و برکات، تعلیم و تربیت حاصل کی کیا وہ لوگ اس طرح کے ہوں گے کہ ایک دوسرے کو معاذ اللہ گالیاں دیتے رہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت نے یہ کچھ سکھایا تھا؟۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ بات کرتے وقت اتنا بھی نہ سوچا گیا کہ ان الفاظ سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی توہین ہو رہی ہے۔

ہمارے ہم عصر ایک مفتی صاحب نے دوران خطاب اپنے جوشیلے انداز میں فرمایا!

علی اور جناب معاویہ کی جنگ ہوئی ہم علی کے حق میں تھے معاویہ کے خلاف، نوڈیمانڈ

معاویہ۔۔۔۔ہم علی اور معاویہ کو کبھی برابر نہیں کر سکتے کہاں علی اور کہاں معاویہ۔

یہ انداز خطابت اور مفتی صاحب کی لن ترانی اپنے اندر کیسے کیسے عناد کو چھپائے ہوئے ہے۔اتنے ہلکے الفاظ سے شرفِ صحبت کے عظیم مقام کو پانے والے کا نام لینا گمراہیت کی انتہاء ہے۔حالانکہ مفتی صاحب کو یہ علم ہونا چاہیے کہ یہ عقیدہ اہل سنت کا ہے ہی نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے برابر ہیں چہ جائیکہ افضل کہا جائے۔ہاں جب بات شرف صحابیت کی ہو گی تو سب صحابہ کرام برابر ہیں۔

ایک شاہ صاحب مجھے فرمانے لگے کہ آپ نے اس (معاویہ رضی اللہ عنہ) کی شخصیت پر ہی کتاب لکھنی تھی حالانکہ اس شخص نے اہل بیت پاک کے ساتھ بڑا ظلم کیا۔

ان بیانات پر غور وفکر کرنے سے یہ صاف محسوس کیا جاسکتا ہے کہ تبرائیت جیسے شجر ممنوعہ کو کیسے پنپنے کا موقع فراہم کیا جارہا ہے لیکن اس کے باوجود اہل سنت کا پیشوا و رہنما کہلانا اُن کی پہچان ہے۔اگر یہ تمام حضرات ذرا اس بیان کو بھی اپنے پیش نظر رکھ لیں تو بہت ہی مناسب ہوگا۔الشیخ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس نے صحابہ سے دشمنی کی اور انھیں گالیاں دیں تو اس کا کوئی حق مسلمانوں کے مال غنیمت میں نہیں ہے اور یہ مسئلہ سورۃ حشر کی اس آیت:

''وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ'' سے استخراج کیا اور امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے بغض رکھا وہ کافر ہے۔

(شفا شریف، جلد 2، صفحہ 472، طبع لاہور)

کتب تواریخ میں یہ تفصیلات بڑی صراحت کے ساتھ موجود ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت (یا بادشاہت) میں اسلام اور مسلمانوں کی وہ خدمت سرانجام دی جس کا ایک زمانہ گواہ ہے اور کتب تواریخ میں پائی جانے والی آپ کی دینی، قومی، ملکی خدمات کو

تاقیام قیامت خراج عقیدت پیش کیا جاتا رہے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے (۱۶۳) احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منقول ہیں جنھیں مختلف کتب معتبرہ میں محدثین نے تحریر کیا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ احادیث کے حوالے سے ایک خوبصورت کتاب علوم اسلامیہ وعصریہ کے مایہ ناز فاضل ومحقق جناب ڈاکٹر مفتی عبدالکریم خان سندرانی مدظلہ نے بعنوان ''مسند معاویہ رضی اللہ عنہ'' بڑی محنت سے تحریر فرمائی ہے جسے قادری رضوی کتب خانہ لاہور نے شائع کیا ہے۔(قریشی)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۲۰ سال تک ۶۴ لاکھ مربع میل تقریباً آدھی دنیا پر حکومت کی۔آپ کی حکومت میں یہودیوں، نصرانیوں سے باقاعدہ جہاد بھی ہوتا رہا اور آپ کی افواج نے مشرکین کو شکست فاش دے کر اسلام کا جھنڈا شرق سے غرب تک لہرایا۔

آپ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں کہ جن کے بعد خلافت اسلامیہ کو کوئی صحابی لیڈر میسر نہ آسکا اور صحابی بھی وہ جن کو نبی پاک صاحب لولاک باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا کاتب ہونے کا شرفِ عظیم عطا فرمائیں، جس کی حقیقی بہن حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما کر اپنا برادر نسبتی ہونے کا اعزاز واکرام بخشیں، جس کو اپنے دہن پاک سے مغفرت وبشارت کی دعائیں دیں اور صحابی بھی وہ جو بوقت وصال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادرِ پاک کو اپنا کفن بنائے، آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن مبارک کو اپنے ساتھ دفنانے کی وصیت کرے اور کہے کہ مجھے ان کے ساتھ ارحم الرحمین کے حوالے کر دینا۔ **(دیکھئے: تاریخ الخلفاء لسیوطی، طبع لاہور)**

ایسی فنافی الرسول شخصیت کے بارے میں آج چودھویں صدی کے علامہ صاحبان کیچڑ اچھال کر کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہیں؟ کیا دین اسلام کا یہی تقاضا ہے؟ کیا محبت اہل بیت اسی کو کہتے ہیں؟ کیا یہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک پر تبرا نہیں؟۔

ذرا سوچئے!

میں یہ نہیں کہتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم عن الخطاء ہیں لیکن وہ نفوس قدسیہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغفرت کا پروانہ جاری کر چکے ہوں، اور خود خالق کائنات جل جلالہ اپنی لاریب کتاب میں تمام صحابہ وصحابیات کے جنتی ہونے پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر چکا ہو اُن کے بارے میں فتویٰ صادر فرمانا یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ کہاں کی مسلمانی ہے؟ حد جاری کرنے کا اختیار تو صاحب شریعت کو ہے، ہم لوگ کون ہوتے ہیں اس منصب پر فائز ہونے والے، ہمیں پہلے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ ہم کون ہیں اور ہماری اوقات کیا ہے؟۔

مقام حیرت وافسوس ہے کہ کئی نام نہاد علماء ومشائخ ومؤرخین جن کی ساری عمر کی کمائی بغض وتوہین معاویہ رضی اللہ عنہ کے گرد گھومتی رہی ہے اور نہایت افسوس کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ گلستانِ سادات کے چند پھول محبت اہل بیت کے مدعی ہو کر تبرائیوں کی بولی بولنے میں ان کے ہم نوالہ وہم پیالہ ہونے کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

اگر ساداتِ ذی وقار کی بات کی جائے تو سید السادات حضرت خواجہ سید عثمان علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضور قطبِ ربانی غوثِ صمدانی حضرت سید الشیخ عبد القادر جیلانی المعروف غوثُ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دورِ حاضر میں بڑا سیّد کون ہے؟ حضرت داتا صاحب کی مشہور زمانہ کتاب (کشف المحجوب) اُٹھا کر دیکھ لیں، حضرت غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب (غنیۃ الطالبین، و دیگر کتب) کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں، حضور خواجہ خواجگان حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری المعروف خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھ کر دیکھ لیں۔ ماضی قریب میں ضلع اسلام آباد کے ایک قصبہ گولڑہ شریف کی مشہور زمانہ و نادر روزگار شخصیت، عالمِ ربانی، فاتح قادیانی، قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ محدث گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں ان تمام بزرگان دین کی کتابوں میں آپ کو ایک لفظ بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف نہیں ملے گا۔

کیا؟

عصر حاضر میں علامہ فہامہ یا سیّد کہلانے والے ان عظیم شخصیات سے زیادہ علم و عمل و زہد وتقویٰ کا دعویٰ رکھتے ہیں؟ دوران مطالعہ کچھ ایسی کتابیں میری نظر سے گزریں جن میں ایسے ہی محققین و مصنفین نے حضرت شیر خدا فاتح خیبر مصداق حدیث انا مدینۃ العلم سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ہادی ومہدی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقشات ومجادلات کو حوالہ بنا کر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام کو لعن طعن کیا ہے۔

جبکہ دوسری طرف یزید کی بے جا حمایت کرنے والے اس کو امیر المومنین کہنے والے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ خلیفہ کا باغی اور اُس کے خلاف خروج کرنے والا قرار دے کر اِن کے خلاف صف آرا ہیں، اہل سنت کے نزدیک یہ دونوں گروہ جہنم کے راستے پر گامزن ہیں۔

الحمدللہ! دین اسلام اور بالخصوص سواد اعظم اہل سنت و جماعت ان دونوں گروہوں کے ناپاک عقائد ونظریات سے بری الذمہ ہیں اہل سنت و جماعت اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کے قدمین کی خاک پر بھی جان نثار کرنے والے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناموس کے بھی محافظ ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار، اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناو ہے عترت رسول اللہ کی

دوران مطالعہ کئی فاضلین کی کتب میں اکثر مقامات پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زہر آلود گفتگو اور نازیبا الفاظ پڑھنے کو ملتے ہیں علاوہ ازیں تاریخ کی کتابوں میں بھی کچھ ایسے

واقعات اور روایات درج ہیں جن کی وجہ سے صحابہ کرام کا کردار مشکوک نظر آتا ہے ان کتب میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بڑے کھلے دل سے زہر افشانی کی گئی ہے ان کتب کے مصنفین نے کاتب وحی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی ذات پر جو اعتراضات اٹھائے ہیں اور جو الزامات عائد کیے ہیں وہ کسی عام قاری کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر سکتے ہیں دورِ حاضر کے مخالفین معاویہ بھی انہی کتب کو حوالہ بنا کر طعن و تشنیع کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں دوسری طرف بعض متقدمین ومتاخرین دفاعِ معاویہ رضی اللہ عنہ کا فریضہ ادا کرنے میں اہل بیت کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں جو کہ کسی بھی طرح قابل قبول نہیں اسی طرح اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کی محبت کا دعویٰ رکھنے والے بھی ایسی ہی بیماری کا شکار ہیں۔

ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ جب بھی حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شخصیت پر قلم اُٹھایا جائے اور آپ کی مایہ ناز شخصیت اور اعلیٰ اوصاف و کردار، فضائل ومناقب کو بیان کیا جائے تو ایک طبقہ فکر ڈنکے کی چوٹ پر رافضی ہونے کا لیبل چسپا کر دیتا ہے اور اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا جائے یا آپ کے فضائل ومناقب بیان کیے جائیں تو دوسرا طبقہ فکر بلا جھجھک ناصبیت، خارجیت اور دشمنان اہل بیت کا فتوی صادر فرما کر سواد اعظم سے باہر نکالنے کی سعی ذلیل کرنے لگتا ہے۔

تاریخ کی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کتب میں بعض جگہ ان کے مصنفین نے بغیر تحقیق کے صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) غدار، دشمن اسلام، خلیفہ راشد کا باغی اور اُن کے خلاف جنگ وجدل کرنے والا، اہل بیت پر ظلم وستم کرنے والا صحابہ کرام کو شہید کرانے والا، نا جانے کیسے کیسے گھناؤنے الزامات سے نوازا ہے ان الزام کاروں میں بعض حُب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا دعویٰ رکھنے والے علماء نے بڑے زور شور سے حصہ لیا اور اس سے پہلے حکمران عباسیہ نے بھی اپنے دورِ حکومت میں ایسے کارہائے نمایاں سرانجام

دیئے اور مملکت اسلامیہ میں ایسی فضاء قائم کی جو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے موافق نہ تھی ،ان عباسی خلفاء میں اکثر کے عقائد اہل سنت کی راہ سے ہٹے ہوئے تھے ان میں بعض ناصبی اور بعض رافضی عقائد ونظریات کے حامل تھے بعض عباسی حکمرانوں نے اپنے ادوار میں بنو اُمیہ کے ساتھ جو سلوک ناروا برتا وہ بھی تاریخ کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔مشہور عباسی خلیفہ مامون الرشید اگرچہ ایک عالم فاضل شخصیت تھا لیکن چند مسائل میں اُس کے اندر رافضیت پائی جاتی تھی اسی لیے اُس نے اپنی سلطنت میں اعلان کرا دیا۔

عباسی خلیفہ مامون الرشید کا اعلان

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں!

”۲۱۱ھ میں مامون نے حکم دیا کہ تمام قلم رو میں منادی کرا دی جائے کہ جو شخص (امیر) معاویہ کا ذکر عزت وتکریم سے کرے گا میں اس کی حفاظت سے بری ہوں“

(تاریخ الخلفاء مترجم صفحہ 586 مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

اسی اعلان کو علامہ حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 748ھ) نے بھی نقل کیا ہے!

”فیھا اظھر المامون التشیع وامر بأن یقال خیر الخلق بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی وامر بالنداء عن برئت الذمۃ ممن ذکر معاویۃ بخیر“۔

(دُوَلُ الاسلام، جلد 1 صفحہ ۱۸۳ تحت سنۃ احدی عشرۃ مئتین مطبوعہ دار صادر بیروت)

ترجمہ: مامون نے تشیع کا اظہار کیا اور حکم دیا کہ یہ کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے بہترین حضرت علی ہیں نیز حکم دیا کہ جو معاویہ کا ذکر اچھے الفاظ سے کرے اس سے برأت کا اعلان کر دیا جائے۔

اس کو شیعہ مصنف علامہ ابی الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی نے بھی نقل کیا ہے:

"نداء المامون فی امر معاویۃ وسببه"

"و فی سنة اثنتی عشرة ومائتین نادی منادی المامون: برئت الذمة من احد من الناس ذکر معاویة بخیر او قدمه علی احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم"۔

(مروج الذهب، الجزالرابع، صفحہ ۳۴، مکتبۃ العصریہ بیروت)

ترجمہ: سن 212ھ میں مامون کے منادی نے ندا کی کہ جو معاویہ کو اچھائی سے یاد کرے گا یا جو معاویہ کو کسی صحابی رسول پر فوقیت دے گا اس سے حکومت بری الذمہ ہے

دربارِ خلافت سے ایسے حکم نامے کے جاری ہونے سے یہ بات تو یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ایسے حالات میں جب حکومتِ وقت کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے ایسے احکامات جاری ہوں تو کون ایسا شخص ہوتا جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہوتا اور اگر کوئی ہوتا بھی تو اُسے ناصبیت کا تنگ لبادہ پہنا کر دائرہ اسلام سے ہی خارج کر دیا جاتا حتی کہ اُس کا سر ہی قلم کر دیا جاتا لہٰذا اکثر مؤرخین نے ایسی بہت سی بے سروپا باتیں اپنی کتب میں درج کیں جن سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بری الذمہ تھے۔

عباسی خلیفہ معز الدولہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنا:

۳۵۱ھ میں شیعوں نے تمام مساجد کے دروازوں پر یہ عبارت تحریر کر دی۔ امیر معاویہ پر لعنت ہو۔ حضرت فاطمہ کا باغ فدک غصب کرنے والے پر لعنت ہو۔ امام حسن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کرنے کی اجازت نہ دینے والے پر لعنت ہو۔ ابوذر غفاری کو نکالنے والے پر لعنت ہو۔ لیکن اس مردودوں کی یہ تحریریں راتوں رات مٹا دی گئیں۔ دوسرے دن پھر یہی عبارت جب معز الدولہ نے لکھنے کی اجازت دی تو مہلبی نے کہا کہ صرف یہ عبارت لکھوا دی جائے "آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم کرنے والوں پر لعنت" البتہ امیر معاویہ پر صاف صاف لعنت

لکھوائی جائے چنانچہ یہی عبارت بار بار لکھوائی کیونکہ لوگ اس کو مٹا دیتے تھے۔

(تاریخ الخلفاء: صفحہ ۱۷۰، پروگریسو بکس لاہور)

قرآن و سنت ہی حجت ہیں تاریخ نہیں:

ایک بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ کتب تواریخ میں پائے جانے والے واقعات یا روایات جو کسی بھی صحابی کے خلاف ہوں ان کو عقیدہ کی دلیل نہ بنایا جائے کیونکہ ہمارے لیے قرآن و حدیث ہی رہنما اصول ہیں تاریخ نہیں۔تاریخی حوالوں، واقعات، روایات کو قرآن و حدیث پر کسی بھی طرح ترجیح نہیں دی جاسکتی۔فرمانِ رسول ﷺ اس پر دلالت کرتا ہے کہ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم خَطَبَ النَّاسَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، فَلَنْ تَضِلُّوْا أَبَدًا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ. رواه الحاکم والبیهقی۔

”حضرت (عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: اے لوگو! یقیناً میں تمہارے درمیان ایسی شے چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔“

پیش کردہ روایت میں بڑی صراحت کے ساتھ نبی کریم رؤف الرحیم خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں دو رہنما اصول عنایت فرما دیئے ”قرآن اور سنت“ لہٰذا ان رہنما اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات یاد رکھنی ہوگی کہ بعض کتابوں میں ان کے مصنفین کی غیر ذمہ داری کی وجہ سے ایسی موضوع روایات اور مجہول راویوں کے بیان کردہ واقعات بھی شامل ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے مخالفین صحابہ نے طعن و تشنیع کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔درج ذیل

کتب میں موضوع روایات، بے سند تاریخی واقعات، علاوہ ازیں کُتبِ احادیث وفقہ سے سیاق وسباق سے ہٹ کر صرف اپنے مطلب کی بات نکال کر قارئین کو دھوکا دینا اور رافضی تقیہ کا سہارا لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بے داغ شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کی بھرپور سعی کی گئی ہے۔

تاریخِ طبری اور دیگر مؤرخین کی غیر ذمہ داری

صحابہ کرام، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے متعلق کتب تواریخ میں جو روایات موجود ہیں اگر ان پر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادہ تر:

''ابو مخنف لوط بن یحییٰ، محمد بن عمر الواقدی، ہشام کلبی، سیف بن عمر''

جیسے تاریخ کے مشہور راویوں کی روایت کردہ ہیں۔ یہ تمام تاریخ دان تقریباً دوسری صدی ہجری میں موجود تھے جنھوں نے تاریخِ اسلام اور پاکانِ اُمت کے حوالے سے ایسی نازیبا باتیں بھی بیان کی ہیں جو ان کی عزت وناموس کو داغ دار کرتی ہیں۔ ان مؤرخین کے عامیانہ اور افسانوی اندازِ بیان نے ایسے عظیم مقام ومرتبے کے حامل پاکانِ اُمت کے کردار کو مسخ کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ شاید اسی لیے جلیل القدر محدثین کرام نے ان مؤرخین سے اپنی کتب احادیث میں کوئی بھی روایت لینے سے انکار کیا ہے اور ان کو کذاب ٹھہرایا ہے۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام طبری، ابن اثیر، ابن کثیر، اور دیگر کئی مشہور و معروف محققین جن کا علم وفن، تحقیق وتصنیف کی دنیا میں بڑا اونچا مقام ومرتبہ ہے، جن کی جلالت علمی کے چرچے زبانِ زدِ عام ہیں۔ تو پھر ان بزرگوں نے ایسے لوگوں کی روایتیں کیسے قبول کرلیں جو کثیر المحدثین کے نزدیک غالی تبرائی، کذاب، اور متروک تھے؟۔ ان روایات کی صحت وعدم صحت کی طرف توجہ کیے بغیر کہ ان کے بیان کردہ یہ بے ہودہ واقعات جھوٹے ہیں یا سچے ان کو اپنی کتابوں میں شامل کرلیا جس کی وجہ سے آج تک اُمت مسلمہ میں نت نئے عقائد و نظریات کے فرقے جنم لے رہے ہیں۔

علامہ ابن جریر بن یزید طبری بہت بلند مرتبہ کے عالم تسلیم کیے جاتے ہیں خاص کر قرونِ ثلاثہ کی تاریخ کے حوالہ سے ان کا نام اور کتاب کسی تعارف کی محتاج نہیں، قدیم و جدید تمام مؤرخین نے ان سے استفادہ کیا۔ان ساری خصوصیات کے باوجود تاریخِ طبری میں جگہ جگہ حضرات صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق بہت سی بے بنیاد اور جھوٹی روایات مروی ہیں جب کہ عدالتِ صحابہؓ کرام پر موجود نصوصِ قطعیہ اور اجماعِ اُمت کے پیشِ نظر بعض اہل علم نے امام طبری اور ان کی تاریخ میں مروی اس طرح کی روایات پر نقد و جرح کی ہے، طبری کی روایات پر کی گئی تحقیق سے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس تاریخ میں بڑے بڑے دروغ گو، کذّاب اور متہم بالکذب راویوں کی روایات بھی جگہ جگہ موجود ہیں۔جن میں مشہور دروغ گو راوی محمد بن سائب کلبی کی بارہ (۱۲) روایات، ہشام بن محمد کلبی کی پچپن (۵۵) روایات، ابو مخنف لوط بن یحیٰ کی چھ سو بارہ (۶۱۲) روایات شامل ہیں۔

خود علامہ طبری اپنی تاریخ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں!

> ”جو کچھ اس کتاب میں سابقہ تفصیل کے متعلق بیان ہو گا اس کا اصل مواد ان احادیث و آثار پر ہو گا جو اس مقام پر بیان ہوئی ہیں، عقلی دلائل و فکر استنباط کے نتائج بہت کم اور بقدر ضرورت بیان ہوں گے۔اس لیے کہ اخبارِ گزشتہ اور حوادثاتِ ماضیہ کا علم اس قوم کو جس نے ان کا مشاہدہ نہیں کیا اور نہ زمانہ پایا صرف مخبرین و ناقلین سے وہ ہمیں اس طرح پہنچی ہیں سو ہم نے اس کو اسی طرح آگے پہنچا دیا جس طرح وہ ہم تک پہنچی تھیں۔ **(مقدمہ تاریخ طبری، صفحہ ۴۳، نفیس اکیڈمی کراچی)**

تاریخ کی کتب میں امام طبری کی ”تاریخ طبری“ تیسری صدی ہجری کی کتاب ہے۔

علامہ طبری نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بغیر

نقد و تمحیص کے مختلف فرقوں اور گروہوں کے راویوں کی روایات کو ان کی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔اور بعد کے محققین علماء نے اپنی تاریخی کتب میں زیادہ تر روایات انہی سے نقل کی ہیں جس کی وجہ سے تاریخ کے ذخیرہ میں بگاڑ پیدا ہوا اسی لیے صاحب بصیرت علماء وفقہاء فرماتے ہیں کہ دین قرآن وحدیث ہے نہ کہ تاریخ۔

بعد کے علماء ومورخین میں ابن اثیر، ابن کثیر، جیسے بلند پایہ علماء جن کے مقام ومرتبہ سے اہل علم حضرات بخوبی واقف ہیں نے بھی اپنی تواریخ کی کتب میں ایسی ہی نامناسب روایات کا اہتمام کیا ہے جن سے ان نفوسِ قدسیہ کی کردارکشی ہوتی ہے جس سے بہت زیادہ بگاڑ پیدا ہوگیا۔

لیکن ان عظیم علماء اور فضل وکمال کی حامل شخصیات کے بارے میں کوئی تبصرہ یا نقدو جرح کرنا ہمارا کام نہیں صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ معصوم عن الخطاء نہیں تھے ان سے تاریخی روایات کے بیان کرنے میں سہو ہوا ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اُس زمانہ میں جرح وتعدیل کے حوالے سے تحقیقی کتابیں نہایت کم یاب تھیں بلکہ سرے سے موجود ہی نہیں تھیں جس کی وجہ سے ایسے راویوں کے متعلق صحیح معلومات ان تک نہ پہنچ سکیں اور ان علماء نے بظاہر راویوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان روایات وواقعات کو اپنی کتابوں میں جگہ دی۔جرح وتعدیل کی کتب پر باقاعدہ تحقیقی کام میری معلومات کے مطابق ساتویں سے نویں صدی ہجری میں سرانجام پانا شروع ہوا، اس لیے یہ علماء ان بیان کردہ روایات وواقعات کو جرح وتعدیل کے پیمانے پر پرکھ نہ سکے۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن وتشنیع کو بامِ عروج تک پہنچانے کی کسر اُردو زبان کے مترجمین نے پوری کردی انھوں نے عربی سے اُردو میں ترجمہ کرتے ہوئے صحابہ کرام سے متعلق بعض عربی جملوں اور محاوروں کا ترجمہ نہایت عامیانہ اُردو الفاظ میں کردیا جس

سے ایک عام اُردو دان بھی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بغیر سوچے سمجھے طعن کرنے لگا۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جب تک دین کو تاریخی نقطۂ نگاہ سے سمجھا اور دیکھا جائے گا اور قرآن وسنت جیسے مستند ماخذ اور محدثین کی تحقیقات کو پسِ پشت ڈالا جائے گا تو ایسے گمراہ کن نظریات وعقائد والے جنم لیتے رہیں گے اور اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو جتنی بھی روایات یا تاریخی واقعات ہیں ان کو نہایت تحقیق و تاویل کے بعد عوام الناس کے سامنے پیش کیا جانا چاہیے تا کہ گمراہ کن عقائد ونظریات کے پنپنے کا شائبہ نہ رہے۔

دین سند سے ہے:

مشہور ومعروف تابعی حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں!

"قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَانَ بْنَ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ الإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ وَلَوْلَا الإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔

سند دین ہے، اگر سند نہ ہوتی تو ہر کہنے والا جو اِس کے جی میں آتا کہہ دیتا۔

(صحیح مسلم (ت: عبد الباقی) جلد ۱، صفحہ ۱۲، دار الاحیاء التراث العربی بیروت)

مزید فرماتے ہیں!

مثل الّذی یطلب امر دینه بلا اسناد کمثل الّذی یرتقی السّطح طلا سُلّم۔

جو شخص اپنے دین کو بغیر سند کے حاصل کرتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۷۵)

امام یزید زریع رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۲ھ) فرماتے ہیں!

لکل دین فرسان و فرسان ھذا الدین اصاب الاسانید۔
ہر دین کے شہسوار ہوتے ہیں اور اس دین کے شہسوار سندوں والے لوگ ہیں۔
(المدخل للحاکم: ١٢ اشرف اصحاب الحدیث ٨٢)

امام محمد بن سیرین تابعیؒ (م ١١٠ھ) فرماتے ہیں:

ان ھذا الحدیث دین، فانظروا عمن تاخذوہ۔
یہ حدیث دین ہے، لہذا تم دیکھو کہ کس سے دین لے رہے ہو۔
(الجرح والتعدیل الابن ابی حاتم: ١٥/٢)

ضروری گزارش

تمام محبان صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم اس بات کو ذہن میں محفوظ رکھیں کہ جب بھی کوئی کسی صحابی یا اہل بیت کا مخالف ان نفوس قدسیہ کے بارے میں کوئی الزام تراشی کرے تو اُس سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ قرآن پاک کی نص صریح پیش کرے اور جو بھی روایت اپنی دلیل کے طور پر پیش کرے وہ سند صحیح سے ہو اور محدثین نے اُس کو قبول کیا ہو، اجماع سے ثابت ہو، شاذ اقوال، مجہول راویوں کے واقعات و روایات، رافضی کتب کے حوالہ جات بھی اہل سنت کے نزدیک قابلِ قبول نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ پورے ذخیرہِ احادیث میں ایسی کوئی روایت نہیں ملے گی اور کیسے ملے گی جب قرآن پاک ہی ''رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ'' کہہ کر اور بغیر کسی شرط کے ان کی مغفرت و بخشش کی گواہی دے چکا ہے۔

مزید یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے کسی صحابی کو اگر کوئی سخت جملہ کہیں یا اُس کو سرزنش کریں تو کیا اس سے وہ صحابی اسلام سے خارج ہو جائے گا؟ اور کیا ہمیں یہ سرٹیفکیٹ مل جائے گا کہ ہم بھی ان نفوسِ قدسیہ کی توہین کرنا شروع کر دیں؟ یقیناً نہیں اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صحابہ کرام کی تربیت جس انداز سے کریں وہ انہی کے لیے خاص ہے ہم کون ہوتے ہیں صاحبِ

شریعت ﷺ کے معاملات میں دخل اندازی کرنے والے ۔علاوہ ازیں اگر کوئی ایک صحابی کسی دوسرے صحابی سے کسی مسئلہ میں اختلاف کرتا ہے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں کوئی تنازعہ وغیرہ ہو جاتا ہے تو ہمیں یہ حق کس نے دیا کہ ہم ان نفوسِ قدسیہ کے خلاف فتویٰ جاری کرتے پھریں اور لعن طعن کو اپنا شعار بنالیں ۔حدیث پاک گواہ ہے:

حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ : ، قَالَ : حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ أَبِي رَائِطَةَ الْحَذَّاءُ التَّمِيمِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ ، أَوْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي اَصْحَابِي،لاَ تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي اَبْغَضَهُمْ ۔

(سنن ترمذی، مسند احمد، صحیح ابن حبان، الصواعق المحرقہ، شرح العقیدہ الطحاویہ، فضائل صحابہ، فتح الباری، الشریعۃ الاجری، الصارم المسلول، لوامع الانوار البھیۃ، کتاب النھی عن سب الاصحاب)

ترجمہ: میرے صحابہ کے بارے میں ڈرتے رہو اور میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے کرتا ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔

اس روایت کو اور اس جیسی اور بہت سی روایات کو جو کتب معتبرہ میں موجود ہیں ہمیں ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے ۔کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان ہمیں گمراہ کر دے اور ہم بزعم خود پکے مومن و موحد بنے پھرتے رہیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ میں اپنی اس تحریر میں نہایت اعتدال اور مسلک اہل سنت کے مطابق حتی المقدور یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو اختلافات و مناقشات ہوئے وہ خارجی بلوائیوں کی

سازش اور محض اجتہادی غلطی کی بنیاد پر ہوئے اور ان الزامات کی حقیقت کو بھی واضح کرنے اور شکوک وشبہات کو رفع کرنے کی کوشش کروں گا جس کے ذریعے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی بے داغ شخصیت کو مجروح کرنے اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کو تباہ کرنے کا سامان کیا جاتا رہا ہے۔

ایک المیہ یہ بھی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''مجتہد مخطی'' کہنے والوں پر بھی مخالفین معاویہ ناصبیت کا فتوی جڑ دیتے ہیں لیکن اگر نظر انصاف سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حضرت امیر معاویہ کی خطا اجتہادی تھی اور انھوں نے نفسانی خواہشات کے برعکس محض اپنے ایک مؤقف پر حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اختلاف کیا نہ کہ امارت وخلافت کے لالچ میں اور اگر اُن کا یہ مؤقف اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ہاں غلط ہے تو پھر بھی وہ ایک ثواب کے مستحق ہیں۔

اور پھر متقدمین ومتاخرین علمائے اہل سنت و جماعت ہر دور میں ایسے شبہات و اعتراضات کے جوابات عنایت فرما کر نفس مسئلہ کی حقیقت کو واضح کرتے رہے ہیں لیکن ایک مرتبہ پھر وہی پرانے اعتراضات نئے انداز کے ساتھ سامنے لائے گئے ہیں اس لیے میرے ساتھ ساتھ ہر اُس شخص کی جو صحابہ کرام اور اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم سے مودّت و مروّت کرنے والا ہے یہ ایمانی ذمہ داری بنتی ہے کہ سادہ لوح عوام کو ان شیطانی ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھنے کی سعی بلیغ کرے۔

اس سے پہلے اس موضوع پر قدیم وجدید علماء نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں لیکن عصر حاضر میں میرے مطالعہ کے دوران کئی ایسی کتب آئیں جن میں ان کے مصنفین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس میٹھے انداز میں زہریلا تبرّا کیا ہے کہ ایک عام قاری جب ان کتب کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کردار

سے متنفر ہو کر ان پر زبان طعن دراز کرنا شروع کر دیتا ہے اور اُسے خبر بھی نہیں ہوتی کہ وہ گمراہیت کے اتھاہ اندھیرے میں جا گرا ہے۔

دور حاضر کی ان کتب میں ''استخلاف یزید، السیوف القواضب علی اعناق النواصب معروف بہ تاریخ نواصب، الاجابۃ الکافیہ فی ردّ دفاع معاویہ، شرح خصائص علی، شہادت امام حسن، برے بھلے کی پہچان، ندائے حق، اور، سوالات اہل اسلام جوابات ۳۰ علماء اسلام'' وغیرہ ان کتب و رسائل کے مصنفین نے ایسے شبہات و الزامات پیش کیے ہیں جو پڑھنے والے کے عقائد و نظریات میں انتشار پیدا کر دیتے ہیں اور وہ شخص اہانتِ صحابہ کی دلدل میں گرتا چلا جاتا ہے۔

موجودہ دور چونکہ میڈیا کا دور ہے اور اس ضمن میں کچھ عرصہ قبل ایک مذہبی تنظیم کی طرف سے باضابطہ اعلان سامنے آیا جس میں اس بات کا بھرپور اظہار کیا گیا کہ پورے ملک میں اس تنظیم کے زیر اہتمام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام نامی کی نسبت سے مساجد بنائیں جائیں گی۔ بس پھر کیا تھا سوشل میڈیا فیس بک وغیرہ پر تبرائی حضرات کے ایک ٹولے جو سنیت کے لباس میں رافضیت کو پروموٹ کرتا ہے نے ایک طوفان بدتمیزی بپا کر دیا۔

مذہبی تنظیم کے اس بیان پر چاروں طرف سے نہایت متشددانہ بیانات سامنے آئے اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی پر نہایت رکیک اور بے ہودہ الفاظ میں الزام تراشی کر کے آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مجروح کرنا شروع کر دیا گیا۔

راقم ظفر محمود قریشی گاہے بگاہے ایسے تمام الزام کاروں کا نہایت مفصل جواب دیتا رہا اور دین حق اہل سنت و جماعت کی وضاحت کرتا رہا لیکن یہ سلسلہ تاہنوز بڑی تیزی سے جاری ہے۔

اس کے علاوہ کچھ علماء و خانقاہ نشین حضرات کے ویڈیو بیانات بھی ہیں جن میں

الزامات واتہامات کی بھرپور سعی کی گئی ہے۔ان میں سب سے زیادہ جولانی اجمیر شریف کے سجادہ نشین پیر سرور چشتی اوران کے صاجزادے پیر کامران چشتی، پیر غلام کبریا چشتی،وغیرہم نے دکھائی۔ان پیرانِ عظام نے بڑی ہی عامیانہ زبان استعمال کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زہر اُگلا اور قرآن و حدیث کی غلط تشریحات کے ذریعے اُمت میں انتشار و افتراق پھیلایا۔

دورانِ تحقیق وتحریر مجھے اس بات کا مکمل احساس رہا ہے کہ میں نہ تو کوئی فاضل شہیر ہوں اور نہ ہی صاحبِ طرز ادیب یا قلم کار، مجھے اپنی علمی کم مائیگی کا بھرپور احساس ہے اس کتاب میں جو کچھ بھی صحیح تحریر ہوا وہ سب اللہ پاک جل جلالہ کا خصوصی فضل و کرم ہے اور میرے اسلافِ کاملین کی روحانی توجہ ہے اور اگر کوئی غلطی یا کمی کوتاہی رہ گئی ہو تو اُس میں میرے نقصِ علم کا دخل ہے۔

اس موضوع پر مستقل طور پر کام کرتے رہنے کی ضرورت ہمیشہ رہے گی کیونکہ اہل سنت کے دعوٰی دار بہت سے علماء سواد اعظم کے داعی ہونے کے باوجود پسِ پردہ رافضیت کی تبلیغ میں مصروفِ عمل ہیں حُبِّ اہلِ بیت کے پیچھے اہانتِ صحابہ کا ایک وسیع نیٹ ورک پوری تندہی سے کام کررہا ہے ہماری بہت سی نامور خانقاہیں ،علماء، روحانی پیشوا اہانتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم بردار بن چکے ہیں۔

اس موضوع پر تحریر کرتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کوئی بات بھی اپنی طرف سے نہ کی جائے،اور پیش کردہ حوالہ جات بھی پوری ایمانداری سے نقل کیے جائیں کسی بھی عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اپنا مطلب پہنانے کی ناجائز کاوش نہ کی جائے۔

چونکہ راقم رافضیت ،تفضیلیت ،ناصبیت ،یزیدیت جیسے ایمان کُش عقائد سے کوسوں دور ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فضل وکرم سے مذہبِ اہل سنت وجماعت اور اپنے اسلاف

کے بتائے ہوئے طریقے کا قائل و عامل ہے اس لیے ان صفحات میں جو کچھ بھی تحریر کیا گیا وہ متقدمین و متاخرین علماء کی ہی تحقیقات ہیں جنھیں اپنے الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

میں نے اس اپنی اس کاوش کو جنوری ۲۰۱۵ء میں مکمل کر لیا تھا۔ پھر اسے علماء و مشائخ سادات کی بارگاہ میں تقاریظ کے لیے پیش کیا تو علماء و مشائخ کرام نے تقاریظ بھی تحریر فرمائیں اور اپنے قیمتی مشوروں سے بھی نوازا، بعض مقامات کو حذف کرنے اور کچھ ضروری اضافہ جات کرنے کا حکم فرمایا۔ علماء کے حکم پر راقم نے مسودہ کا از سر نو جائزہ لیا، حذف و اضافہ کرنے کے لیے مزید کتب کی تلاش و مطالعہ کے کٹھن مرحلہ میں مزید تین سال کا عرصہ گذر گیا۔

اس دوران کچھ نئے اعتراضات و مسائل بھی سامنے آئے جن کا ازالہ کرنے کے لیے مزید کام کرنا پڑا اور علماء کے مشورہ اور حکم پر اس کا عنوان "تُحۡفَۃُ الۡمُنِیۡرِ فِیۡ اِزَالَۃِ شُبۡہَاتِ الۡاَمِیۡرِ" رکھا گیا۔ لیکن "مَنۡ صَنَّفَ فَقَدِ اسۡتَہۡدَفَ" کے تحت یہ تحقیق حرفِ آخر نہیں ہے۔

دورانِ تحریر نہایت کوشش کی گئی ہے کہ کوئی ایسا جملہ یا لفظ تحریر میں نہ آجائے جس سے صحابہ کرام اور اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کی ناموس پر کوئی حرف آئے لیکن اس احتیاط کے باوجود بارگاہ ایزدی میں توبہ کا خواستگار ہوں۔

میں نہایت ہی شکر گزار ہوں اپنے علماء کا جنھوں نے اس کتاب کو ترتیب دینے میں میری معاونت فرمائی بالخصوص محقق و مصنف جناب علامہ **ابو اُسامہ ظفر القادری بکھروی** دامت برکاتہم کا جنھوں نے روایات کی تحقیق اور علم رجال کے حوالہ سے قیمتی معلومات عطا فرمائیں، علاوہ ازیں میرے تمام قابل قدر و قابل فخر علماء و مشائخِ سادات جنھوں نے میری اس کاوش کو سراہتے اور میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اپنی گراں قدر تقاریظ ثبت فرمائیں۔

انڈیا سے محترم المقام فاضل دوست جناب **غلام مصطفیٰ نعیمی** اطال اللہ عمرہ ایڈیٹر سہ ماہی "سواد اعظم" دہلی نے علماء کی تقاریظ کے سلسلہ میں کافی تعاون فرمایا۔ اللہ کریم ان تمام اہل علم کو

سلامت با کرامت رکھے اور اپنے عفو و کرم کا سایہ ہمیشہ ان پر دراز فرمائے۔

اللہ کریم سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ ایسے باطل عقائد ونظریات سے تمام مسلمانوں کو محفوظ و مامون فرمائے جو ہمارے دین و دنیا دونوں کو تباہ و برباد کرنے کا باعث ہیں اور میری اس کاوش کو اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور میرے والدین کی مغفرت و بخشش کا ذریعہ بنائے اور مجھے تادمِ مرگ مذہبِ حق اہل سنت و جماعت پر استقامت عطا فرمائے اور اس کی خدمت کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔میری پیش کردہ تحقیق سے اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر ناصبیت و خارجیت کا فتوی صادر فرمانے سے پہلے راقم کو تحریری طور پر مطلع کر دیا جائے تا کہ غلطیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کیا جا سکے۔

[یکے از غلامانِ صحابہ واہل بیت]

ظفر محمود قریشی مدیر سہ ماہی ''البرھان الحق''

واہ کینٹ ضلع راولپنڈی پنجاب پاکستان

+92-3025122663



میرا عقیدہ

قارئین کرام!

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم امامُ الاولیاء، زینتُ الاصفیاء، مصداقِ حدیث ''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' ہیں۔ سرکار دوعالم ﷺ کے داماد ہیں۔ سیدین ہمامین کریمین سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے والد گرامی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت ہیں، عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ سرکار دوعالم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے آپ کو دعاؤں اور بشارتوں سے نوازا ہے۔

آپ کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقام و مرتبہ اور فضیلت میں کثیر روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ آپ کی فضیلت اور مقام و مرتبے کو تسلیم کیے بغیر کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ مقام و مرتبہ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے قطعاً نہ افضل ہیں اور نہ ہی برابر۔

لیکن!

صحابی ہونے کے ناطے اور رسول اللہ ﷺ سے تعلق و رشتہ داری ہونے کی وجہ سے آپ بھی ایک خاص مقام و مرتبہ کے حامل ہیں اس لیے آپ کو آپ کے مقام و مرتبہ سے گرانا رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کے مترادف ہے۔

کسی بھی صحابی کا مقام و مرتبہ میں کسی سے کوئی مقابلہ نہیں ہر ایک درخشندہ ستارہ ہے لیکن بعض کو بعض پر جزوی فضیلت حاصل ہے جیسے بعض انبیاء کو بعض پر۔

اسی طرح کسی صحابی کو اُس کے مقام و مرتبے سے گرانا یا کسی دوسرے صحابی کے

مرتبے سے کلی طور پر بڑھانا یہ بھی اہل سنت کا مذہب نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقابلے میں لا کھڑا کرنا یا آپ کے مقام و مرتبے سے بڑھانا یہ بھی اہل سنت کا مذہب نہیں، اسی طرح حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہم کے برابر لا کھڑا کرنا یا آپ پر کُلی فضیلت دے دینا یہ بھی مذہبِ اہل سنت سے انحراف ہے۔ البتہ شرفِ صحابیت میں تمام صحابہ برابر ہیں بشمول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کی بہن حضرت سیدہ رِملہ (اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا) اُم المومنین ہونے کا شرف رکھتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی دعاؤں اور بشارتوں سے نوازا ہے جس کی تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام سلطنتِ اسلامیہ نے خلیفہ و حاکم بن گئے۔

لہٰذا حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضرت سیدنا علی، اور حضرت سیدنا حسن رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ہونے والے مناقشات کو زیر بحث لا کر طعن و تشنیع کرنا نہایت درجہ کی گمراہی ہے۔

ہم اہل سنت کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام بھی نہایت ضروری اور آپ کے بارے میں توہین و تذلیل کی نیت سے کوئی بیان دینا ظاہر و باطن میں کسی بھی طرح ان سے بغض و عناد رکھنا نارِ جہنم کا سزاوار ہونا ہے۔ کسی بھی صحابی خواہ وہ کسی بھی درجے کا ہو سب کا ادب واحترام کرنا اور ان کے خلاف کسی بھی قسم کی بدعقیدگی کا اظہار کرنے سے اجتناب کرنا ایمان کامل ہونے کی نشانی ہے۔



فَصل اَوّل:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحابی کی تعریف ”صحابی کون“؟

حضور نبی کریم ﷺ سے منقول ”صحابی“ کی باقاعدہ کوئی مستند تعریف کتب احادیث میں بیان نہیں ہوئی البتہ آپ ﷺ کی مختلف احادیث سے معنی مراد لیتے ہوئے جو تشریحات محدثین وعلماءفقہ واصولین نے اپنے اپنے علم کے مطابق اپنی کتب میں تحریر کی ہیں وہ یہاں پیش کی جاتی ہیں، ان تمام تعریفوں کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے گا چونکہ مخالفین ومعاندین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ہی تسلیم نہیں کرتے اس لیے پہلے اس مسئلہ پر دلائل عرض کیے جائیں گے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحابی کی تعریف:

پیغمبر خدا (ﷺ) کے اصحاب وہ ہیں جو ایک ماہ یا ایک دن یا ایک گھنٹہ رسول کی صحبت میں رہا ہو، یا رسول اسلام کو دیکھا ہو۔

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ ﷺ أَوْ رَآهُ مِنَ الْمُسْلِمِینَ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ۔

”جو بھی نبی کا ہم نشین رہا ہو یا مسلمانوں میں سے کسی نے آپ کو دیکھا ہو تو وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے“

(الجامع الصحیح للبخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی، صفحہ ۸۹۷ طبع دار ابن کثیر بیروت)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحابی کی تعریف:

الصحابی من لقی النبی موٴمناً به ومات علی الاسلام ،فیدخل فیمن لقیه من طالت مجالسته له اوقصرت ،ومن روىٰ عنه اولم یرو ،ومن غزا معه أوْ

لم يغز ،ومن رواه ولم يجالسه ،ومن لم يره لعارض كالعمىٰ ويخرج بقيد الايمان من لقيه كافراً ولو اسلم بعد ذلك اذا لم يجتمع به مرة ا ئخرىٰ۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: فصل الاول تعریف الصحابی، صفحہ ۷، مکتبہ ابن تیمیہ القاھرہ)

"صحابی وہ ہے جو نبی سے حالت ایمان میں ملاقات کرے اور اسلام پر اس کو موت آئے۔

اس تعریف کی مزید تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں!

پس (اس تعریف میں) وہ داخل ہوجاتا ہے جس نے پیغمبر سے روایت بیان کی ہو یا نہ کی ہو نیز آپ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔اور اگر کسی نے آپ کو ایک بار دیکھا ہو لیکن آپ کی ہم نشینی کا شرف حاصل نہ کرسکا یا اصلاً آپ کی زیارت سے محروم رہا ہو کسی مانع کی بنا پر مثلاً وہ شخص نابینا ہو تو ایسا شخص بھی آپ کی صحابیت کے زمرے میں داخل ہوگا۔

اس تعریف میں جو ایمان کی قید لگائی گئی ہے اس سے وہ شخص خارج ہوجاتا ہے جس نے پیغمبر اکرم ﷺ سے حالت کفر میں ملاقات کی ہو اگرچہ بعد میں مسلمان ہوگیا ہو جب کہ دوسری مرتبہ آپ سے ملاقات نہ کرسکا ہو۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحابی کی تعریف:

صحابی وہ ہے جسے حالت ایمان میں آپ کا ساتھ یا دیکھنا میسر آئے چاہے ایک ساعت ہی ہو اور حالت ایمان میں ہی اس کا خاتمہ ہو۔

(بحوالہ: الاسالیب البدیعۃ النبہانی: مقدمہ)

محدثین کی بیان کردہ درج ذیل تعریف کے مطابق صحابی وہ ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو ایمان کی حالت میں دیکھا ہو اور اسی پر اُس کا خاتمہ ہوا ہو یا ایک یا دو گھنٹے آپ ﷺ کی معیت میں رہا ہو، یا جو بھی آپ ﷺ کا ہم نشین رہا ہو یا اُس نے آپ کو دیکھا ہو وہ صحابی ہے۔

علامہ علی بن سلطان القاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام طیبی لکھتے ہیں!

محدثین کے ہاں ''صحابی'' اس مسلمان کو کہتے ہیں جس نے حالت بیداری میں اپنی آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں یعنی دین پر اس کا خاتمہ ہوا ہو اگرچہ اس درمیان اِرتداد بھی خلل انداز ہوا ہو۔

(مرقاۃ المفاتیح جلد ۱۱، باب مناقب الصحابۃ، صفحہ ۱۱ ۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ان تعریفوں میں علامہ ابن حجر عسقلانی کی بیان کردہ تعریف کو شہرت حاصل ہے۔

بخاری شریف کی روایات سے غلط استدلال:

پہلی روایت:

بعض معاندین حضرات علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ اس تعریف کے ضمن میں بخاری شریف سے دو روایتیں پیش کر کے یہ اعتراض اُٹھاتے ہیں کہ اگر ابن حجر عسقلانی کی تعریف کو ہی مستند ٹھہرایا جائے تو ان روایات کے مطابق وہ اعرابی، دیہاتی لوگ جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالت ایمان میں تو دیکھا لیکن اُن کا طور طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہایت نازیبا تھا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے!

أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ أَنَّهُ بَيْنَا هُوَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مُقْبِلًا (مَقْفَلَهُ) مِنْ حُنَيْنٍ عَلِقَتْ رَسُولَ (بِرَسُولِ) اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ فَوَقَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ (ثُمَّ قَالَ) أَعْطُونِي رِدَائِي فَلَوْ كَانَ عَدَدُ هَذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي (لَا تَجِدُونَنِي) بَخِيلًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا جَبَانًا۔ (بخاری شریف: کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعطی المولفۃ فی قلوبھم، رقم: ۳۱۴۸

صفحہ ۷۷۷، دار ابن کثیر دمشق)

جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ کے ساتھ اور بھی صحابہ تھے حنین کے جہاد سے واپسی ہو رہی تھی راستے میں کچھ بدو آپ سے لپٹ گئے (مال غنیمت) آپ سے مانگتے تھے وہ آپ سے ایسے لپٹے کہ آپ کو ببول کے ایک درخت کی طرف دھکیل کر لے گئے پس اس کے ساتھ آپ کی چادر اٹک گئی اُس وقت آپ ٹھہر گئے آپ ﷺ نے فرمایا! میری چادر تو دے دو اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کی تعداد میں اونٹ ہوتے تو وہ بھی میں تم میں تقسیم کر دیتا تم مجھے بخیل، جھوٹا، اور بزدل ہرگز نہ پاؤ گے۔

دوسری روایت:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهُ جَذْبَةً شَدِيدَةً حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَثَّرَتْ بِهِ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ۔

(صحیح بخاری (ت: زہیر) جلد ۴، رقم: ۳۱۴۹، ۵۸۰۹، ۶۰۸۸، دار طوق النجاۃ)

انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ نجران کی بنی ہوئی چوڑے حاشیہ والی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اتنے میں ایک دیہاتی نے آپ کو گھیر لیا اور زور سے آپ کو کھینچا، ایسا کھینچا کہ میں نے آپ کے شانے کو دیکھا اس پر چادر کے کونے کا نشان پڑ گیا۔ پھر کہنے لگا اللہ کا مال جو آپ کے پاس ہے اس میں سے کچھ مجھ کو دلایئے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور ہنس دیئے پھر آپ ﷺ نے اسے دینے کا حکم فرمایا۔

تو کیا ایسے لوگوں کو بھی ''اَلصَّحَابَةَ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ'' اور ''اصحابی کالنجوم'' کے زمرے

میں داخل کیا جائے گا۔

پہلی روایت سے متعلق گزارش:

یہی روایت صحیح بخاری میں ایک دوسری جگہ پر بھی ہے۔

دیکھئے: كِتَابُ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ (بَابُ الشَّجَاعَةِ فِي الحَرْبِ وَالجُبْنِ) **کتاب: جہاد کا بیان (باب: جنگ کے موقع پر بہادری اور بزدلی کا بیان، رقم: ۲۸۲۱)**

اور اس کا صحیح ترجمہ کچھ اس طرح ہونا چاہیے تھا!

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ بھی تھے۔ وادیٔ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کچھ (بدو) لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئے۔ بالآخر آپ کو مجبوراً ایک ببول کے درخت کے پاس جانا پڑا وہاں آپ کی چادر مبارک ببول کے کانٹے میں الجھ گئی تو ان لوگوں نے اسے لے لیا (تاکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کچھ عنایت فرمائیں تو چادر واپس کریں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری چادر مجھے دے دو اگر میرے پاس درخت کے کانٹوں جتنے بھی اونٹ بکریاں ہوتیں تو میں تم میں تقسیم کر دیتا، مجھے تم بخیل نہیں پاؤ گے اور نہ جھوٹا اور بزدل پاؤ گے۔

اس ترجمہ سے روایت کے معنی بالکل صاف ہو گئے اور حدیث کا صحیح مفہوم سامنے آ گیا۔ اب اگر غور کیا جائے تو اس روایت میں توہینِ رسالت کا شائبہ بھی نہیں رہتا۔ دوسرا یہ کہ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس باب میں بیان کیا ہے وہ ہے!

(تالیف قلوب کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعضے کافروں وغیرہ نومسلموں یا پرانے مسلمانوں کو خمس میں سے دینا)

اِسکے عنوان سے ہی صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ کافر بھی ہو سکتے ہیں، نومسلم بھی۔ یعنی یہ اعرابی لوگ

مجہول ہیں ان کی کوئی تفصیل اس روایت میں موجود نہیں کہ ان لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ نہیں۔اور اگر کیا تو اس پر قائم رہے اور شرفِ صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے کہ نہیں پھر صحابہ کی ایک کثیر تعداد نے بھی اَن پڑھ دیہاتیوں کے اس طریقہ پر مالِ غنیمت مانگنے پر اس کو گستاخی یا توہین قرار نہیں دیا۔

دوسری روایت سے متعلق گزارش:

اس روایت میں بھی جس اعرابی، دیہاتی کا ذکر ہے وہ مجہول ہے اس کے متعلق کسی قسم کی کوئی تفصیلات اس روایت میں موجود نہیں ہیں نہ ہی کسی صحابی یا تابعی نے اس سے متعلق کوئی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اس نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا ہو اور اسلام پر اس کی وفات ہوئی ہو جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیان کردہ تعریف میں صراحت کی ہے۔ان دونوں روایات سے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ سر راہ رسول اللہ ﷺ سے ملے اور مال غنیمت کا مطالبہ کیا لہٰذا ان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ ایمان والے تھے تو شرفِ صحبت کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے کف لسان کیا جائے گا

لیکن ''الصحابی کالنجوم ''وغیرہ کا مصداق یہ لوگ نہیں ہوسکیں گے اور ان سے ایسی عامیانہ حرکت کا صدور ہونا ان کی کم علمی و کم فہمی کی بنا پر ہے۔یہ دیہاتی لوگ کسی بھی طرح جلیل القدر صحابہ کی صف میں داخل نہیں تو نہیں ہوسکیں گے لیکن ان دیہاتیوں، اعرابیوں سے متعلق صرف شرف صحبت کا لحاظ کیا جائے گا جیسے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔کہ! ایک شخص حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجوگوئی کرتا تھا جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ اس کو شرف صحبت حاصل ہے تو آپ اُس پر حد جاری کرنے سے رک گئے اور اُسے چھوڑ دیا۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: الاصابہ از عسقلانی: جلد اوّل، صحابی کی تعریف)

تبصرہ:

معاندین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے اعتراضات اس لیے پیش کرتے ہیں کہ کسی بھی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ان کا اثبات کر کے ان کو صحابیت کے دائرہ سے باہر نکالا جائے اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر ان کا مسلمان ہونا ہی مشکوک ثابت کر دیا جائے حالانکہ پیش کردہ روایات سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی تعلق نہیں بنتا؟

اور یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام و ایمان مقبول و معروف ہے تمام محدثین کی ایک کثیر تعداد نے آپ کو صحابی تسلیم کیا ہے آپ کی قومی، دینی، ملکی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا ہے آپ کی سیرت پر باقاعدہ کتابیں ہر دور میں لکھی جاتی رہی ہیں اگلے صفحات میں اس ضمن میں مزید دلائل پیش کیے جائیں گے۔

علماء فقہ و اصول کے نزدیک صحابی کی تعریف:

اب علماء فقہ و اصول کی بیان کردہ تعریف ''صحابی'' کے متعلق اقوال پیش کیے جاتے ہیں اور ان کی مناسب تشریح بیان کی جائے گی۔

الشیخ محی الدین ابی الوفا القرشی الحنفی المصری کا بیان:

اختلف فيه حد الصحابي فالمعروف عند المحدثين أنه كل مسلم رأى النبي صلى الله عليه وسلم وقال في كفاية الفحول في علم الأصول اسم الصحابي يقع على من طالت صحبته مع النبي صلى الله عليه وسلم وأخذ عنه وعليه الجمهور وبه قال الجاحظ ونصره الشيخ أبو عبد الله۔

(الجواهر المضية في طبقات الحنفية: الكتاب الجامع، جلد ۲، صفحہ ۴۱۱ طبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن)

صحابی کی تعریف میں اختلاف کیا گیا ہے محدثین کے نزدیک معروف یہی ہے کہ ہر مسلم جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور کفایۃ الفحول فی علم الاصول میں کہا ہے کہ صحابی کا اسم اس پر

واقع ہوتا ہے جس نے نبی ﷺ کے ساتھ طویل صحبت کی ہو اور علم حاصل کیا ہو اور اسی پر جمہور ہیں، جاحظ نے بھی یہی کہا ہے اور شیخ ابوعبداللہ نے اس کی تائید کی ہے۔

قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی کا قول:

ومع ذلك فقد تقرر للامة عرف فی انهم لا يستعملون هذه التسمية الا فيمن كثرت صحبته واتصل لقاؤه ولا يجرون ذلك على من لقى المرء ساعة ومشى معه خطى وسمع منه حديثا فوجب لذلك ان لا يجرى هذا الاسم فى عرف الاستعمال الا على من هذه حاله۔ (الکفایۃ: صفحہ ۵۱)

اور باوجود اس کے اُمت کے لیے اسکے متعلق عرف مقرر ہو چکا ہے کہ وہ اس نام (صحابی) کو نہیں استعمال کرتے مگر اسی میں جس کی صحبت زیادہ ہو اور ملاقات متصل ہو اور اس نام کا اجرا اس پر نہیں کرتے جو کسی شخص کو ایک ساعت کے لیے ملا ہو اور اس کے ساتھ چند قدم چلا ہو اور اس سے ایک آدھ بات سنی ہو پس واجب ہے کہ یہ نام عرفاً استعمال نہ کیا جائے مگر اس کے لیے جس کا یہ حال ہو۔

علماء فقہ کے بیانات کے مطابق صرف رویت رسول ﷺ سے ''صحابی'' کے درجے پر فائز نہیں ہوا جا سکتا بلکہ ان کے مطابق جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت اختیار کی ہو اور ملاقات متصل ہو وہ ''صحابی'' ہے

پیش کردہ درج ذیل تعریفیں اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی تعریفوں میں کوئی تضاد کی بات نہیں ہے ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو باحالت ایمان دیکھا ہو اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو جبکہ علماء فقہ کے نزدیک طویل صحبت کی شرط ہے۔ ان دونوں کی بیان کردہ تعریف کو حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر منطبق کریں تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ حضرت امیر نے باحالت ایمان طویل صحبت بھی اختیار کی اور آپ کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا اور اس میں

دلائل کا ایک جم غفیر کتب معتبرہ میں موجود ہے

دوسرا یہ کہ!

علماء فقہ کی بیان کردہ تعریف پر اگر غور کیا جائے تو اس سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی نہیں ہیں کیونکہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت بھی حاصل کی اور کتابت وحی کے فرائض بھی سرانجام دیے یقیناً اس صحبت پاک سے آپ نے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے علم بھی حاصل کیا ہوگا لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان تعریفوں کے مطابق بھی صحابیت کے منصب عظیم پر فائز ہیں۔

تیسرا یہ کہ!

ان تعریفوں کو کسی نے بھی مِن وعَن مستند نہیں مانا اس لیے کہ اس طرح تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کم وبیش تعداد جو ایک لاکھ بنتی ہے اُس میں سے تو بہت سے صحابیت کے شرف سے ہی محروم ہو جائیں گے جیسے سید الشہدا امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے قول کی فنی حیثیت:

أخبرنی الحسین بن أبی الحسن الوارق ثنا عمر بن احمد الواعظ ثنا محمد بن إبراهیم ثنا محمد بن یزید عن الحارث عن بن سعد عن الواقدی محمد بن عمر قال أخبرنی طلحة بن محمد بن سعید بن المسیب عن أبیه قال کان سعید بن المسیب یقول الصحابة لا نعدهم الا من أقام مع رسول الله صلی الله علیه وسلم سنة أو سنتین وغزا معه غزوة أو غزوتین۔

(الکفایة فی علم الروایة: باب القول فی معنی وصف الصحابی، صفحہ ۵۰)

سعید بن مسیب بیان فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ میں شمار نہیں کرتے تھے مگر اُسے جو

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک یا دو سال رہا ہو اور اس نے ایک یا دو جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی ہو۔

تبصرۂ مؤلف:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی "محمد بن عمر الواقدی" ہے جسے علماء جرح وتعدیل نے روایت حدیث کے سلسلہ میں غیر مستند اور کذاب کہا ہے لہٰذا ایک ایسے شخص کی بیان کردہ روایت سے استدلال کرنا مناسب نہیں ہے۔

عاصم اَحول کی روایت کا جائزہ:

أخبرنا الحسن بن علی التمیمی انا احمد بن جعفر بن حمدان ثنا عبد اللہ بن احمد بن حنبل حدثنی أبی ثنا بکر بن عیسی أبو بشر الراسبی ثنا ثابت أبو زید القیسی عن عاصم الأحول انه قال رأی عبد اللہ بن سرجس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم غیر أنہ لم یکن لہ صحبۃ۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ: باب القول فی معنی وصف الصحابی، صفحہ ۵۰)

عاصم احول سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا! عبد اللہ بن سرجس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے سوائے اس کے کہ اسے صحبت (کا شرف) حاصل نہیں۔

تبصرۂ مؤلف:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں حضرت عبد اللہ المزنی کے ترجمہ میں بڑی تفصیل سے آپ کی صحابیت پر دلائل دیئے ہیں، فرماتے ہیں!

عبد اللہ بن سرجس المزنی، بنی مخزوم کے حلیف بقول امام بخاری اور ابن حبان صحابی ہیں۔ بصرہ فروکش ہوئے ان کی نبی ﷺ سے مروی کئی احادیث ہیں جو مسلم

وغیرہ کتابوں میں ہیں۔۔۔ابو عمر فرماتے ہیں وہ صحیح السماع صحابی ہیں مسلم وغیرہ میں ان کی حدیث ہے، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا جس میں روٹی اور گوشت تھا اور میں نے آپ کی مہر نبوت دیکھی۔۔۔اسی میں ہے میں نے عرض کی: اللہ کے رسول میرے لیے استغفار فرمایئے۔

(الاصابہ: جلد ۳، صفحہ ۲۶۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

صحابیتِ ایمانی و زمانی:

قرآن پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو درجات بیان کئے گئے ہیں

۱۔صحابیت ایمانی ۲۔صحابیت زمانی

صحابیتِ ایمانی:

اللہ جل شانہ نے اپنی لاریب کتاب کی سورۃ توبہ کی آیت (۱۰۰ تا ۱۰۲) میں بلحاظ ترتیبِ ایمانی صحابہ کے تین درجات بیان کئے ہیں:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ **(التوبہ:۱۰۰)**

ترجمہ کنزالایمان: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار جو بھلائی کے ساتھ ان کے پَیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

۱۔بلحاظ ترتیبِ ایمانی صحابہ کا پہلا درجہ مومنین:

سورۃ توبہ آیت ۱۰۰ کے مطابق بلحاظ ترتیب ایمانی پہلے درجے کے پکے مومنین میں صحابہ کرام کی وہ جماعت داخل ہوتی ہے جو آیت کے مطابق مہاجرین وانصار میں پہل کر گئے

اور وہ تمام لوگ بھی جنھوں نے سابقون الاولون صحابہ کرام کی پیروی کرتے ہوئے نیکی کے کاموں میں پہل کی۔ اللہ تعالی نے "سابقون الاولون" صحابہ کرام سمیت ایسے تمام لوگوں سے راضی ہونے اور انھیں راضی کرنے کیلئے عظیم انعام کی بشارت سنائی ہے۔

۲۔ بلحاظ ترتیبِ ایمانی صحابہ کا دوسرا درجہ منافقین:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ
[سورۃ توبہ آیت ۱۰۱]

اور تمہارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہوگئی ہے نفاق تم انھیں نہیں جانتے ہم انھیں جانتے ہیں جلد ہم انھیں دوبارہ عذاب کریں گے پھر بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔

سورۃ توبہ آیت ۱۰۱ کے مطابق بلحاظ ترتیب ایمانی دوسرے درجے کے پکے منافقین میں وہ جماعت داخل ہوتی ہے جو آیت کے مطابق گنوار اور پکے نفاق پہ آڑے ہوئے ہیں، یہ مدینہ کے گرد ونواح اور بعض مدینہ میں بھی بستے ہیں جیسے قبیلہ جہنیہ، مزینہ، اسلم، اشجع، غفار کے منافقین وغیرہ۔

اللہ پاک فرماتا ہے!

اے اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام آپ بھی ان تمام منافقین کو نہیں جانتے، اِن سب کو صرف اللہ جل جلالہ ہی جانتا ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے دوہری سزا اور بڑا عذاب ہے

۳۔ بلحاظ ترتیبِ ایمانی صحابہ کا تیسرا درجہ ملے جلے:

وَءَاخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَءَاخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورہ توبہ:۱۰۲)

اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ وہ مسلمان جو غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہوئے اس کے بعد توبہ کی اور نادم ہوئے یہاں تک کہ بعض حضرات نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے بندھوا دیا کہ جب تک حضور اپنے دست اقدس سے نہ کھولیں گے ہم نہ کھلیں گے۔ حضور نے جب یہ ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں ان کو اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک رب تعالیٰ نہ کھلوائے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے انھیں کھولا۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیری حاشیہ نور العرفان از مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ)

سورۃ توبہ آیت ۱۰۲ کے مطابق بلحاظ ترتیب ایمانی تیسرے درجے کے ملے جُلے کام کرنے والوں میں صحابہ کی وہ جماعت داخل ہوتی ہے جن سے آیت کے مطابق نیک و بد دونوں طرح کے ملے جُلے اعمال ہوتے ہیں، منافقین کے مدمقابل اس جماعت کی نشانی یہ ہے کہ یہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور ان پہ نادم ہیں، ایسے تمام اصحاب کو اللہ جل شانہ نے معافی کی امید دلائی ہے کیونکہ اللہ جل شانہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

قرآن کی رو سے بلحاظ ترتیبِ زمانی صحابہ کے درجات:

قرآن مجید فرقان حمید میں بلحاظ ترتیب زمانی صحابہ کے درجات بھی تین ہی بیان کئے گئے ہیں۔

ا۔ بلحاظ ترتیب زمانی صحابہ کا پہلا درجہ: (ہجرت مدینہ سے پہلے اور بعد ایمان لانے والے)

سورۃ توبہ آیت ۱۰۰ کے مطابق بلحاظ ترتیب زمانی پہلے درجے میں صحابہ کرام کی وہ جماعت داخل ہوتی ہے جو آیت کے مطابق سابقون الاولون مہاجرین و انصار میں پہلے پہل ایمان لانے میں سب پہ سبقت لے گئے۔ ہجرت مدینہ سے پہلے ایمان لانے میں جو اصحاب

سبقت لے گئے بلا شبہ انکا کوئی مقابلہ ہی نہیں اُن اصحاب سے جو ہجرت مدینہ کے بعد ایمان لائے۔

۲۔بلحاظ ترتیب زمانی صحابہ کا دوسرا درجہ (صلح حدیبیہ سے پہلے اور بعد ایمان لانے والے)

لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا **(سورہ فتح:۱۸)**

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

سورہ فتح آیت ۱۸ کے مطابق بلحاظ ترتیب زمانی دوسرے درجے میں صحابہ کرام کی وہ جماعت داخل ہوتی ہے جو آیت کے مطابق صلح حدیبیہ سے پہلے بیعت رضوان پہ جمع تھی۔ بیعت رضوان پہ تقریباً (۱۴۰۰) اصحاب شجرہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے موت پہ بیعت دی، یوں صلح حدیبیہ سے پہلے ایمان لانے میں جو اصحاب سبقت لے گئے بلا شبہ انکا کوئی مقابلہ ہی نہیں اُن اصحاب سے جو صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لائے۔

۳۔بلحاظ ترتیب زمانی صحابہ کا تیسرا درجہ (فتح مکہ سے پہلے اور بعد ایمان لانے والے)

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَ كُلًّا وَعَدَ اللهُ الْحُسْنَى وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

(سورہ الحدید:۱۰)

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ بھلائی (جنّت) کا

وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

سورہ الحدید آیت ۱۰ کے مطابق بلحاظ ترتیب زمانی تیسرے درجے میں صحابہ کی وہ جماعت داخل ہوتی ہے جو آیت کے مطابق فتح مکہ سے پہلے ایمان لے آئے، فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والوں کے اللہ کی راہ میں کیئے گئے خرچ اور جہاد کا درجہ بہت برتر ہے ان اصحاب کی نسبت جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور انھوں نے اللہ کی راہ میں خرچ اور جہاد کیا جبکہ اللہ رب العزت نے ہر ایک سے نیک جزا کا وعدہ کیا ہے، یوں فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے میں جو اصحاب سبقت لے گئے بلاشبہ انکا کوئی مقابلہ ہی نہیں اُن اصحاب سے جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔

صحابہ کی ترتیب ایمانی وزمانی (اصطلاحی ولغوی اعتبار سے) جمع کرنے سے کم وبیش کچھ یوں بنتی ہے

۱۔خلفائے راشدین

۲۔عشرہ مبشرہ

۳۔بدری صحابہ

۴۔ہجرت مدینہ سے پہلے ایمان لانے والے

۵۔ہجرت کے بعد ایمان لانے والے

۶۔صلح حدیبیہ سے پہلے ایمان لانے والے

۷۔صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لانے والے

۸۔فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے

۹۔فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے

۱۰۔ملے جُلے (صحابہ کے لغوی مفہوم ساتھی)

۱۱۔منافقین (صحابہ کے لغوی مفہوم سا تھی)

۱۲۔خوارج (صحابہ کے لغوی مفہوم سا تھی)

کسی شخص کے صحابی ہونے کا علم کیسے ہوتا ہے؟

تواتر کے ذریعے جیسے سیدنا ابو بکر و عمر یا دیگر عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم۔

شہرت کے ذریعے جیسے ضمام بن ثعلبہ اور عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہما۔

کسی اور صحابی کی دی ہوئی خبر کے ذریعے کہ یہ صاحب، صحابی ہیں۔

کسی ثقہ تابعی کی دی ہوئی خبر کے ذریعے کہ یہ صاحب، صحابی ہیں۔

خود ان صاحب کے دعوے کے ذریعے بشرطیکہ وہ قابل اعتماد ہوں اور ان کا صحابی ہونا ممکن ہو یعنی وہ عہد رسالت میں عرب میں موجود رہے ہوں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرفِ صحابیت سے مشرف اور قطعی جنتی ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایات میں چونکہ یہ بات بڑی صراحت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ آپ نے عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اس کا اظہار فتح مکہ کے دن کیا اس لیے آپ ترتیب زمانی صحابہ کے تیسرے درجے میں شمار ہو گئے اور سورۃ الحدید کی آیت ۱۰ کے مطابق جس میں اللہ جل شانہ نے فرمایا!

”اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ بھلائی (جنّت) کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔(ترجمہ کنزالایمان)“

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ فتح مکہ سے قبل اور بعد جس نے مال خرچ کیا اور جہاد کیا اللہ ان سب سے جنت کا وعدہ فرما چکا ہے اور چونکہ کتب احادیث و تواریخ میں یہ ثبوت بڑی صراحت کے ساتھ ملتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے قبل کبھی بھی اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کسی بھی جنگ یا سازش میں کوئی حصہ نہیں لیا اور ہمیشہ اس معاملہ میں غیر جانب دار رہے اور جب آپ نے اسلام قبول کرلیا اور اس کا اظہار بھی فرما دیا تو اُس کے بعد اسلام کی زریں خدمات آپ نے سرانجام دیں، مراد رسول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی لیاقت و قابلیت کے پیش نظر آپ کو ملک شام کے گورنر جیسے عظیم عہدے پر فائز رکھا اور آپ نے بھی ان کی زندگی میں کبھی ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے ان بزرگان دین کا آپ پر اعتماد بحال نہ رہتا۔

سورہ الحدید کی اس آیت کے مطابق آپ نے اپنے دور حکومت میں جہاد کو بھی تسلسل کے ساتھ جاری رکھا اور آپ کے دور حکومت میں دین اسلام دور دراز علاقوں میں پھیل گیا جس کی تفصیلات کتب تواریخ و سیرت میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

صحابیت زمانی و ایمانی کے ضمن میں جن درجات کا میں نے ذکر کیا اُس میں یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرب میں موجود رہے اور کسی بھی صحابی سے یہ بات ثابت نہیں کہ انھوں نے آپ کے وصف صحابیت کا انکار کیا ہو حتیٰ کہ حیدر کرار سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی حضرت امیر معاویہ کے متعلق یہ کہا ہو کہ آپ صحابی نہیں ہیں۔

لہٰذا یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پکے مومن مسلمان صحابی رسول مسلمانوں کے امیر اور قطعی جنتی ہیں آپ نے بحیثیت صحابی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت بھی اختیار فرمائی اور آپ سے احادیث بھی روایت کیں اور آپ سے کئی صحابہ کرام نے

احادیث روایت کیں، ساری زندگی اسلام کی زریں خدمات سرانجام دینے کے بعد آپ کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چادر مبارک میں آپ کو کفن دیا گیا۔

اب قرآن کریم کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ جن سے اللہ بھلائی کا وعدہ فرمالے تو اُس کے لیے کیا بشارت ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے!

اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ ۙ() لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَهَا ۚ وَ هُمۡ فِیۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ ۚ() لَا یَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَكۡبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا یَوۡمُكُمُ الَّذِیۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ()

(الانبیاء:۱۰۱۔ ۱۰۳)

ترجمہ: بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

''صحابی'' سے متعلق طویل بحث کے بعد اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مکمل تعارف پیش خدمت ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کا اسلام قبول فرماتے ہوئے آپ کو اپنا کاتب وحی اور وہ خطوط جو دیگر ممالک کے امراء کو لکھے جاتے تھے اُس کی کتابت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی تھی۔



دوسری فصل:

تعارف حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

سلسلہ نسب:

معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ابو عبد الرحمن القرشی الاموی

آپ کا سلسلہ نسب عبد مناف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا کر مل جاتا ہے

فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی، امیر المومنین

سسرالی رشتہ داری پر ایک حدیث کا حوالہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت سیدہ رملہ رضی اللہ عنہا جو اُم حبیبہ کی کنیت سے مشہور ہیں کو حضور نبی پاک، صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ پاک اور مومنوں کی ماں (اُم المومنین) ہونے کا شرف حاصل ہے اس نسبت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر نسبتی ہیں اسی لیے سرکار ابد قرار، رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دار کیا کہ:

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بن عُوَيْمِ بن سَاعِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ اللهَ اخْتَارَنِي، وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا، فَجَعَلَ لِي بَيْنَهُمْ وُزَرَاءَ، وَأَنْصَارًا، وَأَصْهَارًا، فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

ترجمہ: حضرت عویم بن ساعدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ (عزوجل) نے مجھے برگزیدہ کیا اور میرے لیے صحابہ منتخب کیے، انہی میں سے میرے وزیر،

مددگار اور سسرال والے بنائے پس جو ان کی بدخوئی کرے گا اس پر اللہ کی اُس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔

1) معجم الصحابۃ للبغوی، الجزالرابع، عبداللہ بن عویم، صفحہ،92، دارالبیان کویت)

2) المستدرک علی الصحیحین، الجزالرابع، ذکرعویم بن ساعدۃ، صفحہ،68، دارالحرمین قاھرہ)

3) مجمع الزوائد، الجزالتاسع صفحہ،546، رقم،16391، دارالکتب العلمیہ بیروت)

4) السنۃ للخلال، الجزالثالث، صفحہ،515، رقم،834، دارالرایۃ الریاض)

5) النھی عن سب الاصحاب المقدسی، ذکرعن النھی سب الصحابۃ، صفحہ 41،40، مطبوعہ، الدارالذھبیہ مصر)

6) السنۃ لابن ابی عاصم، الجزالثانی، باب، فی ذکر الرافضۃ، صفحہ، 684، رقم، 1034، مطبوعہ، دارالصمیعی الریاض)

7) الاربعون حدیثا الاجری، حدیث حادی عشر فی ذم سب الصحابۃ، صفحہ،56، رقم،11، المکتب الاسلامی بیروت)

فائدہ:

اس روایت سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے سسرالی رشتہ داروں کی مخالفت کرنے والا، انھیں برا کہنے والا، مستحق لعنت ہے۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے برادر نسبتی اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سسر ہونے کا شرف رکھتے ہیں اس لیے اُن سے بغض رکھنا اور ان پر طعن کرنا موجب لعنت و مستحق نار جہنم ہونا ہے۔

قبولِ اسلام:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

''امیر معاویہ اور آپ کے والد فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور جنگ حنین میں شریک ہوئے۔ اسلام لانے سے قبل آپ مولفۃ القلوب میں شامل تھے لیکن بعد میں پکے اور سچے مسلمان ہو گئے''۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ 405 مطبوعہ لاہور)

علامہ ابن کثیر نے ایک روایت آپ سے نقل کی ہے!

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ مُعَاوِیَةَ أَنَّهُ قال: أسلمت یوم عمرة القضاء ولکنی کتمت إسلامی من أبی إِلَی یَوْمِ الْفَتْحِ۔

”میں نے عمرۃ القضاء کے روز اسلام قبول کیا لیکن میں نے اپنے اسلام کو فتح مکہ کے دن تک اپنے باپ سے چھپائے رکھا“۔

(تاریخ ابن کثیر جلد 8 صفحہ 33 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

بخاری شریف میں ہے کہ!

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُوسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُعَاوِیَةَ، رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم بِمِشْقَصٍ۔

(بخاری شریف: باب الحلق والتقصیر عند الاحلال، طبع دار طوق النجاۃ ترقیم محمد فواد عبد الباقی)

حضرت معاویہ کہتے تھے میں نے رسول خدا ﷺ کے بال قینچی سے کترے تھے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۷۴ھ) اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں!

”اصل حدیث صحیح بخاری میں بواسطہ طاؤس کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے قینچی سے رسول خدا ﷺ کے بال کترے تھے۔ اس میں مروہ کا ذکر نہیں ہے یہ دونوں روائتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت معاویہ واقعہ عمرہ میں مسلمان تھے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں بال نہیں کتروائے بلکہ بالاتفاق منیٰ میں آپ نے بال منڈوائے تھے۔ پس یہ بال کتروانا عمرہ کے علاوہ اور کسی موقع پر نہیں ہوا۔

(تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان، فصل اول، صفحہ 18 مطبوعہ لاہور)

اس روایت کو بخاری، مسلم، نسائی، بیہقی، طبرانی، اصبہانی، احمد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اپنی اپنی

سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

دیکھئے درج ذیل کتب:

(۱) مسند احمد بن حنبل، مسند الشامیین، مرویات معاویہ بن ابی سفیان جلد 7 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۲) سنن ابی داؤد، باب فی الاقران، صفحہ 210، رقم 1802، طبع، بیت الافکار ریاض)

(۳) معجم الکبیر للطبرانی، الجزالتاسع عشر، صفحہ 308 تا 310 طبع، مکتبہ ابن تیمیہ قاھرہ)

شیخِ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

اہل سیر بتاتے ہیں کہ امیر معاویہ کا اسلام لانا قبل از فتح مکہ اور قبل از تشریف آوری سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائے فتح مکہ ہے وہ بدر سے پہلے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ معلوم کیا اور اسلام لائے مروی ہے فرمایا کہ میں عمرۃ القضاۃ کے دن اسلام لایا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کی۔

(مدارج النبوۃ مترجم: جلد ۲، صفحہ ۶۱۲ طبع زاویہ پبلشرز لاہور)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر جو روایات اور تفصیلات راقم نے پیش فرمائیں اُس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ آپ کے دل میں اسلام کی روشنی گھر کرگئی تھی اور عمرۃ القضاء (۷ ہجری) کے موقع پر آپ مسلمان ہو چکے تھے لیکن فتح مکہ کے دن اس کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کر کے کیا اس لیے قرآن عظیم فرقان حمید کے اٹل فیصلے کے مطابق آپ صحابیت کی عظیم شرف میں داخل ہوگئے اور قرآن عظیم کی سورہ فتح میں اللہ کریم جل جلالہ نے آپ سے مغفرت کا وعدہ فرمالیا اور آپ کو بھی جنتی ہونے کی بشارت سنا دی گئی۔

حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ جو مکہ کے سرداروں

میں سے تھے آپ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی صف میں شامل ہونے کا اعزاز پایا آپ سے کئی صحابہ کرام نے حدیث بھی روایت کی ہے۔سرکار دوعالم ،نور مجسم ،فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے قبل از اسلام تمام معاملات کو معاف فرما کر آپ کو بہت عزت واکرام بخشا فتح مکہ کے دن نبی پاک ،صاحب لولاک ،باعث تخلیق کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہوگا اُسے بھی امان دی جائے گی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اعلان سے بھی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ کا پتہ چلتا ہے جو بعد از قبول اسلام مزید نکھر کر سامنے آیا آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کفار کے خلاف جہاد میں بھی حصہ لیا۔

قبل از اسلام آپ نے مسلمانوں کے خلاف اپنی تمام تر طاقت ودولت صرف کردی لیکن آپ کی تقدیر میں چونکہ قبول ایمان لکھا ہوا تھا لہٰذا حضور اقدس رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے دن 8 ھجری میں حاضر ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو آپ کے دوست تھے انھوں نے آپ کو پناہ دی اور آپ کو ساتھ لے کر دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش ہوئے۔حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے ماضی کے افعال پر ندامت وشرمندگی کا اظہار کرکے معذرت خواہ ہوئے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر ایمان لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تمام خطائیں معاف فرما کر اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ فرمایا حالانکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے ،اسلام اور بانی اسلام سے جو مخالفت روا رکھی تھی اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے دنیا میں کسی اور سے رکھی ہوتی تو معافی ملنے کی کوئی امید نہ ہوتی۔لیکن حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال عفو وکرم سے ان پر نگاہ لطف وعنایت فرما کر معاف فرمادیا بلکہ اپنے دامن کرم میں پناہ عطا فرمائی۔

حضور اکرم، رحمت عالم ﷺ کے اخلاق جمیلہ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو ایسا گرویدہ اسلام کردیا کہ انھوں نے اپنے ماضی کی خطاؤں کا کفارہ ادا کرتے ہوئے خلوص دل سے اسلام کی زریں خدمات سرانجام دیں۔

جنگِ یرموک کے بارہویں دن جب اسلامی لشکر نے ہزیمت اُٹھائی اور مجاہدین اسلام پیچھے ہٹنے لگے تب حضرت ابوسفیان نے للکار کر دادشجاعت دیتے ہوئے اسلامی لشکر کو ثابت قدم رکھا۔

حضرت ابوسفیان جنگ طائف ۸ ھجری میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے اس جنگ میں آپ کی ایک آنکھ پھوٹ گئی، تو نبی کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا:

”تمہیں کون سی بات زیادہ دوست ہے ایک یہ کہ جنت میں تمہیں چشم بصیرت دی جائے یا میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ دنیا میں تمہاری آنکھ کو لوٹا دے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ بات زیادہ دوست ہے کہ مجھے جنت میں آنکھ دی جائے۔ یہ کہہ کر آنکھ پھینک دی۔۔۔ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں حاضر ہوئے اس دن ان کی دوسری آنکھ بھی نکل پڑی“۔

(مواہب لدنیہ، جلد اول، صفحہ 447،448، طبع شبیر برادر لاہور)

حضرت ابوسفیان ۳۶ ہجری اور بعض نے کہا ۳۱ ہجری میں مدینہ شریف میں ان کا انتقال ہوا اور نماز جنازہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

(الناھیہ عن طعن امیر معاویہ، صفحہ ۷۶، مکتبہ غوثیہ کراچی)

والدہ کا سلسلہ نسب اور قبول اسلام:

ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ابوعبدالرحمن القرشی الاموی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب دونوں (والد اور والدہ) کی طرف سے عبد مناف پر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کے ساتھ جا کر مل جاتا ہے۔اس لیے آپ کی نسبی قرابت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔حضرت ہندہ ایک نہایت ذہین، فصیح و بلیغ اور اعلیٰ کردار کی حامل خاتون تھیں۔

آپ کے قبول اسلام کے بارے میں کتب معتبرہ میں درج ہے کہ:

''وان کان فیه غایة المشقة علی نفسه باعتبار ما جبل علیه من الشح و علی قوة اسلامها،اذ من جملة الحامل لها علیه ان مکة لما فتحت دخلت المسجد الحرام لیلا فرات الصحابة قد ملووه وانهم علی غایة من الاجتهاد فی الصلاة وقراة القران والطواف والذکر و غیر ذلك من العبادات۔فقالت: والله ما رایت الله عبد حق عبادته فی هذا المسجد قبل هذه اللیلة والله ان باتوا الا مصلین قیاما و رکوعا وسجوداً فاطمانت الی الاسلام لکنها خشیت ان جاءت الی النبی صلی الله علیه وسلم ان یوبخها علی ما فعلته من المثلة القبیحة بعمه حمزة رضی الله عنه۔فجاءت الیه مع رجل من قومها لتبایعه فوجدت عنده من الرحب والسعة والعفو والصفح ما لم یخطر ببالها...ولما اسلمت کانت علی غایة من التثبت والیقظة فانها اثر البیعة ذهبت الی صنم لها فی بیتها فجعلت تضربه بالقدوم حتی کسته قطعة قطعة وهی تقول کنا منك فی غرور۔'' (تطهیر الجنان واللسان عربی،صفحہ 35،36)

ترجمہ: آپ کی والدہ کے قوی الاسلام ہونے کی دلیل خود ان کے اسلام کا واقعہ ہے۔فتح مکہ کے بعد ایک شب وہ کعبہ میں گئیں تو انھوں نے دیکھا کہ صحابہ سے کعبہ بھرا ہوا ہے اور وہ نہایت خشوع خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں،قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں،طواف اور ذکر

وغیرہ میں مشغول ہیں۔ ہندیہ دیکھ کر کہنے لگیں کہ خدا کی قسم میں نے کعبہ میں کبھی نہیں دیکھا کہ خدا کی عبادت اس قدر کی گئی ہو، واللہ وہ لوگ رات بھر قیام و رکوع و سجود میں مشغول رہے۔ اسی وقت سے ان کا دل اسلام پر راغب ہوگیا مگر ان کو اس بات کا خوف رہا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے جائیں گی تو آپ اس فعل قبیح کی بابت ان سے باز پرس کریں گے جو انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش کے ساتھ کیا تھا۔ پس وہ اپنی قوم کے ایک شخص کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیعت کے لیے آئیں تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت بہت خندہ پیشانی اور عفو و کرم کے ساتھ پیش آئے جس کا ان کو خیال بھی نہ تھا۔۔۔۔اور جب مسلمان ہوئیں تو اسلام پر سختی سے کاربند رہیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کے بعد یہ اپنے ایک بت کے پاس گئیں جو ان کے گھر میں تھا اور اس کو تبر سے مار مار کے توڑ ڈالا اور کہنے لگیں کہ ہم تیری وجہ سے بہت دھوکہ میں رہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 256ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وَقَالَ عَبْدَانُ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ ، أَخْبَرَنَا يُونُس ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدٌ بِنْتُ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خِبَاءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ۔

(صحیح بخاری، جلد دوم، باب ذکر ہند بنت عتبہ، صفحہ 456، فرید بک سٹال لاہور)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں کہ یارسول اللہ! روئے زمین پر کوئی ایسا گھرانہ نہیں جس کی ذلت مجھے آپ کے گھرانے کی ذلت سے زیادہ عزیز تھی لیکن آج روئے زمین پر کوئی ایسا گھرانہ نہیں جس کی عزت

مجھے آپ کے گھرانے سے عزیز ہو۔

طُلَقَاء کا معنی و مفہوم اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مطلق ایک خیال یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آپ اور آپ کے والد طلقاء (آزاد کردہ غلام کے بیٹے) تھے اس لیے از روئے شریعت آپ کو حق حکمرانی حاصل نہیں ہو سکتا۔

حالانکہ یہ خیال درست نہیں ہے "طلقاء" کا معنی معاندین نے آزاد کردہ غلام کے بیٹے کیا ہے جو کہ غلط ہے اس کا معنی ہے "چھوڑ دینا کوئی تعرض نہیں کرنا"۔ وہ لوگ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اُن کے بارے میں کہا گیا کہ آج تم سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

(القاموس الوحید: صفحہ ١٠٠٩، طبع ادارہ اسلامیات لاہور ٢٠٠١)

حالانکہ تمام تاریخ و احادیث اسلامیہ کی کتب میں اس بات کے بڑے روشن شواہد پائے جاتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان قریش کے سرداروں میں سے تھے نہ کہ غلاموں میں سے تو پھر حضرت معاویہ غلام کے بیٹے کیسے ہوئے۔ ہاں بعد از قبول اسلام حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حقیقی معنوں میں غلامی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا کیا۔

دور حاضر کے عظیم محقق جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیق بھی ہمارے مؤقف کی ترجمان ہے فرماتے ہیں!

> معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق قول کہ وہ طلقاء فتح مکہ میں سے ہونے کے باعث خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ بھی بعد والوں کی ایجاد ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے قبل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑاؤ میں اسلام قبول کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کرایا: جو کوئی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مکان میں چلا جائے اسے امن رہے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس سے بھی سال بھر قبل اسلام لا چکے ہونے کی روایت کو قبول نہ بھی کیا جائے تو،

اس فرمانِ نبویؐ کے باعث معاویہؓ غلام نہ بنے اور نہ آزاد کیے گئے (طلقاء کے معنی ہیں: تمہیں چھوڑ دیا جاتا ہے، مواخذہ نہیں کیا جاتا، یہ نہیں کہ آزاد کیا جاتا ہے، اگر وہ آزاد کردہ غلام بھی ہوتے تو حضرت عمرؓ کے نزدیک سالم مولیٰ ابی خذیفہ کے خلیفہ بن سکنے کی موزونیت بھی اس استدلال کے خلاف پڑے گی۔)

(''حضرت علی بن ابی طالب'' مصنف ڈاکٹر محمد حمید اللہ)



تیسری فصل:

روایات فی المناقب حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جائزہ:

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت سی روایات کتب معتبرہ میں ملتی ہیں اور بعض علماء کا یہ قول جو مختلف کتب میں موجود ہے کہ ’’حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں پائی جانے والی روایات میں سے ایک بھی صحیح نہیں‘‘ یہ قول نہایت ہی غیر مناسب ہے۔ فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو روایات مختلف کتب معتبرہ میں پائی جاتی ہیں ان میں صحیح، حسن، ضعیف درجات کی روایات ہیں۔ فضائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو ضعیف روایات ہیں وہ بھی اس کے درجہ حسن میں ہیں اور قابل قبول ہیں۔ اور بعض کا یہ کہنا کہ آپ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ آپ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اس لیے آپ کو درجہ صحابیت سے باہر کر دیا جائے ایسے تو بہت سے صحابہ کرام ہیں جن کے بارے میں خاص کوئی روایت سرے سے موجود ہی نہیں تو کیا ان سب کے بارے میں مخالفین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے ہی متشددانہ کلمات کا اظہار فرمائیں گے۔ فضائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں وارد چند روایات یہاں درج کی جاتی ہیں۔

ھادی و مہدی

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع ترمذی میں درج ذیل روایت نقل فرمائی ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ

(قال ابو عیسیٰ ترمذی اسنادہ حسن غریب)

(جامع ترمذی، باب مناقب معاویۃ، ج2، ص594، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ اسے ہادی ومہدی بنا، اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

دوسری سند:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ

(مسند احمد بن حنبل: جلد ۷، مسند الشامیین، صفحہ ۳۸۹، رقم ۱۸۰۵۵، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

تیسری سند:

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ، ثنا أَبُو زُرْعَةَ الدِّمَشْقِيُّ، ثنا أَبُو مُسْهِرٍ، ثنا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ۔

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم (ت: العزازی): رقم: ۴۶۳۴، صفحہ ۱۸۳۶، دار الوطن للنشر)

چوتھی سند:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُسْلِمٍ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْفَتْحِ نَصْرُ بْنُ مَنْصُورٍ ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَارِثِ ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يُحَدِّثُ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ

(معجم الصحابۃ: جلد ۴، عبد الرحمن بن ابی عمیرۃ، صفحہ ۴۹۰، مطبوعہ دار البیان کویت)

پانچویں سند:

أَخْبَرَنا يَعْقُوب بن سُفْيَان أَبُو يُوسُف الْفَارِسِي قَال ثَنَا مَحْمُود بن خَالِد الأزرق قَال ثَنَا عُمَرُ بن عَبْدُ الوَاحِدِ قَال ثَنَا سَعِيد بن عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ

رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ۔
(السنۃ للخلال:(ت:عطیۃ) جلد ۲،صفحہ ۴۵۰،رقم،۶۹۷طبع،دارالرایۃ الریاض)

چھٹی سند:

قَالَ ابْنُ نَاجِيَةَ, وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رِزْقِ اللهِ الْكَلْوَذَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ, عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ, عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ
(الشریعۃ للآجری:(ت:الدمیجی)رقم:۱۹۱۵،صفحہ ۲۴۳۶،دارالوطن الریاض)

ساتویں سند:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، وَأَبُو مُسْهِرٍ ، قَالَا : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ
(الاحاد والمثانی:،ج ۲،ص ۳۵۸ مطبوعہ دارالرایۃ ریاض سعودیہ)

آٹھویں سند:

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ۔
(مسند الشامیین للطبرانی، جلد ۳،رقم:۲۱۹۸،مطبوعہ،موسسۃ الرسالۃ بیروت)

نوویں سند:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ خَالِدِ بْنِ حَبَّانَ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَلْقَاوِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ بْنَ صُبَيْحٍ الْمُرِّيُّ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ۔
(حوالہ ایضاً:رقم:۲۱۹۹)

دسویں سند:

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ, ثنا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْأَبَّارُ, ثنا أَبُو الْفَتْحِ نَصْرُ بْنُ

مَنْصُورٍ، عَنْ بِشْرِ بْنِ الْحَارِثِ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ، ثنا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ۔

(حلیۃ الاولیاء: جلد ۸، صفحہ ۳۵۸، مکتبۃ الخانجی القاھرہ)

گیارھویں سند:

وَقَالَ مَرْوَانُ الطَّاطِرِيُّ: ثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ۔ (تاریخ الاسلام (ت: التدمری) جلد ۴، حرف المیم، صفحہ ۳۰۹، دار الکتاب العربی)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 947ھ) اس حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک بڑی روشن حدیث وہ ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگی کہ یا اللہ ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ پس صادق مصدوق کی اس دعا پر غور کرو اور اس بات کو بھی سمجھو کہ آنحضرت کی وہ دعائیں جو آپ نے اپنی اُمت خصوصاً اپنے صحابہ کے لیے مانگی ہیں مقبول ہیں تو تم کو یقین ہو جائے گا کہ یہ دعا جو آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے مانگی مقبول ہوئی اور اللہ نے ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا، اور جو شخص ان دونوں صفتوں کا جامع ہو اس کی نسبت کیونکر وہ باتیں خیال کی جا سکتی ہیں جو باطل پرست معاند بکتے ہیں معاذ اللہ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی جامع دعا جو تمام مراتب دنیا و آخرت کو شامل ہو، اور تمام نقائص سے پاک کرنے والی ہو ایسے ہی شخص کے لیے کریں گے جس کو آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ وہ اس کا اہل ہے اور مستحق ہے۔

(تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان صفحہ 29 مطبوعہ لاہور)

مشہور محدث امام شرف الدین حسین بن عبد اللہ طیبی (متوفی 743ھ) اس حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں:

وَلَا ارتِيَابَ اَنَّ دُعَاءَ النَّبِيِّ ﷺ مُستَجَابٌ فَمَن كَانَ حَالُه هٰذَا كَيفَ يُرتَابُ فِي حَقِّهٖ۔

اس میں کوئی شک نہیں بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے پس جس کا یہ حال ہو تو اس کے بارے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔

(شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، الجزالثانی العشر، ص ۳۹۴۸، رقم ۶۲۴۴ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

پیرزادہ کامران چشتی سجادہ نشین اجمیر شریف کے اعتراضات:

نمبر ا:

اس حدیث میں اہل سنت و جماعت کے نزدیک اختلاف ہے وہ ''عبد الرحمن بن ابی عمیرہ'' ہیں جن کی صحابیت میں شک ہے۔کئی علماء نے ان کو صحابی شمار نہیں کیا اور جب صحابی ہی نہیں تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیسے لی۔علامہ ابن عبد البر نے ''الاستیعاب'' میں کہا!

عبد الرحمن بن عمير أو عميرة القرشي حديثه مضطرب لا يثبت في الصحابة ۔۔۔۔۔وحديثه منقطع الإسناد مرسل. لا تثبت أحاديثه ولا تصح صحبته۔یعنی عبد الرحمن بن ابی عمیرہ کی حدیث مضطرب ہے۔ان کے صحابی ہونے کی بات صحیح نہیں۔ان کی احادیث منقطع الاسناد مراسیل ہیں۔ان کی احادیث ثابت نہیں اور نہ ہی ان کا (شرف) صحبت ثابت ہے۔

امام ترمذی نے خود اس روایت کی سند کو حسن غریب کہا ہے یعنی سند کے لحاظ سے حسن اور متن کے لحاظ سے غریب ہے۔

الجواب:

جناب پیرزادہ کامران چشتی صاحب کتب عقائد و اصولِ حدیث سے بالکل ناواقف ہیں۔علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''الاصابہ'' میں اور دیگر کئی محدثین نے اپنی کتب میں حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیرہ المزنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں!

ابو حاتم اور ابن السکن کا قول ہے صحابی ہیں۔امام بخاری ،ابن سعد،ابن البرقی،ابن حبان اور عبد الصمد بن سعید نے صحابہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔اور ابن سمیع نے حمص فروکش ہونے اور اسے منتخب کرنے والے صحابہ کے پہلے طبقے میں ان کا ذکر کیا ہے۔شام کے رہائشی تھے۔۔۔۔۔(ان کی) تمام احادیث اگرچہ ان کی کوئی سند کلام سے خالی نہیں بہرحال ان سب سے عبد الرحمن کا صحابی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

قول علامہ ابن عبد البر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

علامہ ابن عبد البر کی بات پہ تعجب ہے کہ ان کی حدیث منقطع الاسناد مرسل ہے،ان کی احادیث ثابت نہیں اور ان کے صحابی ہونے کی بات صحیح نہیں۔ابن فتحون ان کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مجھے معلوم نہیں یہ کیا بات ہے؟ جب کہ اسے مروان بن محمد الطاہری اور ابومسہر دونوں نے بواسطہ ربیعہ بن یزید نقل کیا کہ انہوں نے عبد الرحمن بن ابی عمیرہ کو فرماتے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔

میں کہتا ہوں: دونوں روایتیں اس نے نقل کی ہیں،جس نے ان کا ذکر کیا ہے ابن

فتحون سے یہ بات رہ گئی کہ جس حدیث کی طرف ابن عبد البر نے اشارہ کیا ہے اس میں انقطاع کی علت ان کے سامنے ظاہر ہوئی تو بقیہ احادیث جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے سماع کی صراحت ہے ان کا کیا کریں گے؟ اس سے زیادہ جو صحابی ہونے کو ثابت کرے وہ کیا چیز ہے؟ باوجود یہ کہ پہلی حدیث میں اضطراب کی علت نہیں کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ چنانچہ اسے ولید بن مسلم، عمر بن عبد الوحد نے عن سعید بن عبد العزیز دونوں نے ابو مسہر کی اپنے شیخ سے مروہ روایت کے بر خلاف نقل کی ہے، وہ دونوں کہتے ہیں: سعید عن یونس بن میسرہ عن عبد الرحمن بن ابی عمیرہ، جسے ابن شاہین نے بطریق محمود بن خالد بحوالہ ان دونوں کے نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابن قانع نے بطریق زید بن ابی الزرقاء عن الولید ابن مسلم نقل کیا ہے۔

(الاصابہ: جلد ۳، رقم: ۵۱۷۹، صفحہ ۴۲۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا۔ (الثقات، باب الظاء، رقم: ۸۲۶ جلد ۳)

امام بخاری نے اپنی تاریخ الکبیر میں ذکر کیا۔ (تاریخ الکبیر: جلد ۵، رقم: ۷۹۱)

ابن ابی حاتم الحنظلی الرازی نے کہا:

له صحبة (الجرح والتعدیل: جلد ۵، رقم: ۲۹۶)

ابن سعد نے کہا:

وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (الطبقات: جلد ۷، رقم: ۹۵۷۲)

امام نووی کا فرمان:

"الصحابی" (تہذیب الاسماء واللغات: حرف المیم، جلد ۱)

شیخ تقی الدین الفاسی فرماتے ہیں:

الصحابی، عن النبی ﷺ (العقد الثمین: جلد ۶، رقم: ۲۴۸۰)

امام ذہبی کا فرمان:

صَحَابِیٌّ، لَهُ أَحَادِیثُ۔ (تاریخ اسلام (ت: بشار) جلد ۲، رقم: ۶۶)

علامہ ابن منظور نے کہا:

له صحبة۔ (مختصر تاریخ دمشق: جلد ۱۴)

یہ وہ چند محدثین وصلحاء اُمت ہیں جنھوں نے حضرت سیدی عبد الرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کو صحابی تسلیم کیا ہے۔ اور پھر حضرت سیدی عبد الرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ بذات خود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کی ہیں تو پھر چودہ سو سال بعد ایک ایسے گدی نشین جو شریعت کے قوانین سے بھی اچھی طرح واقف نہیں عمل کرنا تو دور کی بات ہے۔ جنھوں نے شہباز شریعت وطریقت، واقف رموز وحقیقت سیدی خواجہ خواجگان حضرت سید معین الدین چشتی ثم اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر جن بدعات ومنکرات کو کھلم کھلا رواج دے رکھا ہے بزعم خود محدث بن کر اپنا خود ساختہ فتوی سارے عالم اسلام پر نافذ کرنا چاہ رہے ہیں۔ فیا للعجب۔

اسی لیے امام شہاب الدین خفاجی المصری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء'' جیسی مقبول بارگاہ رسالت ﷺ جیسی عظیم کتاب کی شرح کرتے ہوئے فرمایا!

ومن یکون یطعن فی معاویۃ

فذالك کلب میں کلاب الهاویۃ

جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتا ہے وہ ہاویہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

(نسیم الریاض (ت: عطاء) جلد ۴، صفحہ ۵۲۵، دار الکتب علمیہ بیروت لبنان)

لہٰذا یہ جتنے بھی گدی نشین پیر صاحبان جو حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبانِ طعن دراز کر رہے

ہیں ان کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

علاوہ ازیں علامہ ابن عبد البر کی ''الاستیعاب'' کی بات کی جائے تو اگرچہ یہ بڑی اعلیٰ درجے کی کتاب ہے لیکن اس کی بعض کمزوریوں کی طرف بھی علماء نے توجہ کرائی ہے۔علامہ عثمان بابن الصلاح فرماتے ہیں!

وَأَكْثَرِهَا فَوَائِدَ كِتَابُ " الِاسْتِيعَابِ " لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ ، لَوْلَا مَا شَانَهُ بِهِ مِنْ إِيرَادِهِ كَثِيرًا مِمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ ، وَحِكَايَاتِهِ عَنِ الْأَخْبَارِيِّينَ لَا الْمُحَدِّثِينَ ، وَغَالِبٌ عَلَى الْأَخْبَارِيِّينَ الْإِكْثَارُ وَالتَّخْلِيطُ فِيمَا يَرْوُونَهُ۔

(مقدمہ ابن صلاح: النوع التاسع والثلاثون، دار الفکر بیروت، بحوالہ مقام صحابہ از ارشاد الحق اثری)

کتاب الاستیعاب لابن عبد البر میں بہت سے فوائد ہیں، اگر اس میں صحابہ کے باہمی مشاجرات اور حکایات کی بھرمار نہ ہوتی جن کو محدثین کی بجائے اخباریین نے بیان کیا ہے۔کیونکہ مؤرخین کا غالب رجحان بلا امتیاز باکثرت واقعات اور خلط ملط روایات جمع کرنا ہوتا ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

ومن أحسنها وأكثرها فوائد الاستيعاب لابن عبد البر لولا ما شانه بذكر ما شجر بين الصحابة وحكايته عن الأخباريين) والغالب عليهم الإكثار والتخليط فيما يروونه۔

(تدریب الراوی (ت: عبدالوھاب) جلد ۲، النوع التاسع والثلاثون، مکتبۃ الریاض)

ابی ابراہیم محمد بن اسماعیل الصنعانی فرماتے ہیں!

إنه من أحسنها وأكثرها فوائد لولا ما شابه بما شجر بين الصحابة وحكايته عن الإخباريين۔

(توضیح الأفکار (ت: محمد بن عویضہ) جلد ۲، مسالۃ ۶۳ فی معرفۃ الصحابہ، دار الکتب العلمیہ)

امام نووی فرماتے ہیں!

من أحسنها وأكثرها فوائد " الاستيعاب " لابن عبد البر لولا ما شأنه بذكر ما شجر بين الصحابة وحكايته عن الأخباريين۔

(التقریب: جلد ۱، النوع التاسع والثلاثون)

تفصیل کے لیے دیکھئے: "مقام صحابہ" از ارشاد الحق اثری، صفحہ ۹۵، ۹۶، طبع فیصل آباد)

اس تمام تر تفصیلات کے بعد یہ نتیجہ برامد ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا عبد الرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت متحقق ہے اور معدودے چند علماء نے جو آپ کے صحابی ہونے پر اشکالات پیش کیے ہیں وہ قابل قبول نہیں اور ان کی وجہ سے آپ کی صحابیت وعدالت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اسی لیے امام ترمذی کے ساتھ دیگر کئی محدثین نے اس روایت کو قبول کر کے امام ترمذی کی تائید وحمایت کی ہے۔

پھر سند کو حسن غریب کہہ کر نا قابل قبول کہنا بھی کسی طرح درست نہیں ہے۔ پیرزادہ صاحب نے "غریب" کا جو معنی سمجھا ہے وہ محدثین کے نزدیک غلط ہے۔

حدیثِ غریب کی تعریف:

لغوی اعتبار سے یہ صفت مشبہ ہے اور اس کا معنی ہے ایسا منفرد شخص جو اپنے اقربا سے بھی دور ہو۔ اصطلاحی مفہوم میں اس کا مطلب ہے ایسی روایت جو کسی ایک شخص کی ہو اور وہ اپنی روایت میں منفرد ہو۔ [عربی میں "غربت" کا معنی ہوتا ہے تنہائی۔ یہ اردو کے لفظ غربت سے مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔]

تعریف کی وضاحت:

ایسی حدیث کو "غریب" کہا جاتا ہے جس کی روایت ہر دور میں ایک ہی شخص کر رہا

ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چند ادوار یا صرف ایک ہی دور میں اس کی روایت ایک ہی شخص کر رہا ہو۔ اگر کسی دور میں ایک سے زائد افراد بھی اس کی روایت کر رہے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس دور کا اعتبار کیا جائے گا جس میں اس کی روایت صرف ایک ہی شخص نے کی ہے۔

خبر غریب کا دوسرا نام:

بہت سے اہل علم" خبر غریب" کا دوسرا نام" خبر الفرد" بھی بیان کرتے ہیں کیونکہ یہ دونوں مترادف الفاظ ہیں۔ بعض علماء ان دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں اور ان دونوں کو الگ الگ اقسام شمار کرتے ہیں لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی (وفات 852ھ) انہیں لغوی اور اصطلاحی معنی میں ایک ہی مترادف قرار دیتے ہیں۔ ہاں وہ یہ ضرور کہتے ہیں کہ" اہل اصطلاح نے کثرت استعمال اور قلت استعمال کی بنیاد پر ان دونوں قسم کی احادیث میں فرق کیا ہے، وہ لوگ" فرد"،" فرد مطلق" کو قرار دیتے ہیں جبکہ غریب سے اکثر اہل علم" فرد النسبی" مراد لیتے ہیں۔ (نزہت النظر ص 28)

اعتراض نمبر ۲:

ترمذی کی اس روایت کے تمام راوی چونکہ شامی ہیں اور معاویہ بھی شام کے امیر تھے اس لیے بھی یہ روایت قابل قبول نہیں۔

یہ جناب سجادہ نشین صاحب کی کم علمی، ذہنی انتشار و افتراق ہے اور اپنا خود ساختہ اصول ہے محدثین کی اصطلاحات و تحقیقات میں ایسا کوئی اصول موجود نہیں کہ شامی راویان کی روایات قبول نہیں ہیں۔

اگر بالفرض آپ کی بات تسلیم کر لی جائے تو پھر اسی اصول کے مطابق جن کوفی راویوں نے حضرت سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ و امامین سیدین رضی اللہ عنہم کے فضائل میں روایات بیان کی ہیں وہ بھی قابل قبول نہیں ہونی چاہئیں۔

کتاب کا علم اور عذاب سے نجات

حَدَّثَنَا أَبُو يَزِيدَ الْقَرَاطِيسِيُّ، حَدَّثَنَا أَسَدُ بن مُوسَى، ح وَحَدَّثَنَا بَكْرُ بن سَهْلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بن صَالِحٍ، قَالا: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بن سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بن زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ، أَنَّ عِرْبَاضَ بن سَارِيَةَ، حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ إِلَى السَّحُورِ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: "هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ"، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ-

(المعجم الکبیر طبرانی (ت: حمدی) جلد ١٨، رقم: ٦٢٨، صفحہ ٢٥١، مکتبۃ ابن تیمیہ قاھرہ)

ترجمہ: سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ سحری کھانے کی دعوت دے رہے تھے تو آپ نے فرمایا! آو صبح کا بابرکت کھانا کھاؤ۔ پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ معاویہ کو قرآن اور حساب کرنا سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔

دوسری سند:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ-

(مسند احمد: (ت: شعیب) جلد ٢٨۔ رقم: ١٧١٥٢، صفحہ ٣٨٣، موسسۃ الرسالۃ)

تیسری سند:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي شُرَيْحُ بْنُ عُبَيْدٍ-

(فضائل الصحابۃ لاحمد: (ت: وصی اللہ) جلد ٢، رقم: ١٧٤٩، موسسۃ الرسالۃ)

چوتھی سند:

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ، قَالُوا: نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ۔

(صحیح ابن خزیمہ: (ت: اعظمی) جلد ۲، رقم: ۱۹۳۸، صفحہ نمبر ۹۳۲، المکتب الاسلامی)

پانچویں سند:

أَنْبَأَنَا خَلَفُ بْنُ عَمْرٍو الْعُكْبَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ السَّمَاعِيِّ۔

(الشریعۃ للآجری: (ت: الدمیجی) رقم: ۱۹۱۰، صفحہ ۲۴۳۳، دار الوطن الریاض)

چھٹی سند:

أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَاجِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ۔

(ایضاً: رقم: ۱۹۱۱)

ساتویں سند:

حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ يَحْيَى بْنِ زِمَامٍ الْعَبْسِيُّ، ثنا قُرَّةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ۔

(کشف الاستار: (ت: اعظمی) جلد ۳، رقم: ۲۷۲۳، موسسۃ الرسالۃ)

آٹھویں سند:

وَأَمَّا حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَا أَبُو مَنْصُورِ بْنُ خَيْرُونَ قَالَ أَنَا ابْنُ مَسْعَدَةَ قَالَ أَنَا حَمْزَةُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ نا ابْنُ عَدِيٍّ قَالَ نا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَدِينِيُّ قَالَ نا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو أُمَيَّةَ قَالَ نا إِسْحَاقُ بْنُ كَعْبٍ قَالَ نا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُمَحِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

(العلل المتناهية: (ت: ارشاد الحق) جلد ۱، رقم: ۴۳۶، ادراۃ العلوم الاثریہ پاکستان)

نوویں سند:

فَأَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ نا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ قَالَ أَنْبَأَنَا ابْنُ بَطَّةَ قَالَ نا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ الْفَامِيُّ قَالَ نا حَنْبَلُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ نا أَبُو سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمٍ قَالَ ابْنُ بَطَّةَ وَنا الْقَاضِي الْمَحَامِلِيُّ قَالَ نا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى قَالَ نا حَسَنُ الْأَشْيَبُ قَالَ نا أَبُو هِلَالٍ قَالَ نا جَبَلَةُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ مَخْلَدٍ۔ (ایضاً: رقم: ۴۳۹)

دسویں سند:

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ قَحْطَبَةَ، حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ السَّمَعِيِّ۔

(صحیح ابن حبان: (ت: شعیب) جلد ۱۶، رقم: ۷۲۱۰، موسسۃ الرسالۃ)

فائدہ:

سحری کے وقت میں مانگی جانے والی نبی کریم ﷺ کی یہ دعا یقیناً مقبول بارگاہ الٰہی ہے۔

حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

قَالَ مُهَنَّأُ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ: دَعَانَا النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ -يَعْنِي: مُعَاوِيَةَ- الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ".

فَقَالَ: نَعَمْ؛ حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ.

قُلْتُ: إِنَّ الْكُوفِيِّينَ لَا يَذْكُرُونَ هَذَا: "عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ"، قَطَعُوا مِنْهُ؟

قَالَ: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لَا يَذْكُرُهُ، وَلَمْ يذكره إلا فيما بيني وبينه۔

(المنتخب من علل للخلال (ت: طارق بن عوض) صفحہ ۲۳۴، رقم: ۱۴۱، طبع دار الرایہ)

حافظ مہنا فرماتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کے متعلق سوال پوچھا جس میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مبارک ناشتے کی طرف بلایا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ''اے اللہ معاویہ کو کتاب وحساب کا علم سکھا اور عذاب سے بچا''۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! ہاں! یہ حدیث ہے اور یہ حدیث ہمیں عبد الرحمن بن مہدی نے معاویہ بن صالح کے طریق سے بیان کی ہے۔ حافظ مہنا فرماتے ہیں: میں نے کہا: اہل کوفہ تو اس حصے کو ذکر نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا! عبد الرحمن بن مہدی اس حصے کو ان کے سامنے بیان ہی نہیں کرتے تھے وہ اس حصے کو صرف مجھے ہی بیان کیا کرتے تھے۔

یعنی اہل کوفہ کے سامنے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کرنا ناممکنات میں سے تھا اور اگر بیان کیا جاتا تو یقیناً کوئی فتنہ وفساد برپا ہو سکتا تھا۔

ان دونوں روایتوں پر ایک لایعنی اعتراض کا جواب:

اعتراض:

مولانا احمد رضا خان ایک موضوع روایت سے دلیل پکڑتے ہوئے لکھتے ہیں!

”حضرت صدیق کا تقدم:

خطیب بغدادی وابن عساکر اور دیلمی مسند الفردوس اور عشاری فضائل الصدیق میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں!

سألت الله ان يقدمك ثلاثا فأبى علي إلا تقديم ابي بكر۔ اے علی میں نے اللہ عزوجل سے تین بار سوال کیا کہ تجھے تقدیم دے اللہ تعالیٰ نے نہ مانا مگر ابوبکر کو مقدم رکھنا۔ (فتاوی رضویہ: جلد ۱۵، صفحہ ۶۸۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

پیش کردہ حوالہ پر تبصرہ

الاوّل:

رسول اللہ ﷺ کی ذاتی خواہش امیر المومنین علی کو تقدیم دینا ہی تھی لیکن خدا کو وہ پسند نہیں آئی اور خدا نے ابوبکر کو افضل رکھا۔

الثانی:

رسول ﷺ کی بعض التجائیں خدا کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو امیر المومنین علی کو قطعاً تقدیم ملتی لیکن خدا نے ابوبکر کو ہی دینا چاہی۔

لیکن ہمارے مخالفین معاویہ کے حق میں دو روایات پیش کرتے ہیں!

(۱) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهِ

(۲) اللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْحِسَابَ وَالْكِتَابَ, وَقِهِ الْعَذَابَ۔

اب واضح طور پر ادھر بھی دعا ہی مانگی گئی ہے لیکن چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ احمد رضا خان بریلوی کے تحت رسول ﷺ کی بعض التجائیں غیر مستجیب ہوتی ہیں تو اگر بالفرض محال ان روایات مذکورہ کو سنداً قبول بھی کر لیا جائے تو جب بھی اس سے مدلول یعنی معاویہ بالفعل ھادی، عذاب سے بری اور کتاب خدا کا عالم ثابت نہیں ہوتا۔

جواب اعتراض از مؤلف:

اوّل:

گزارش یہ ہے کہ جب معترض خود تسلیم کر رہا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے تو پھر اس کو اپنی دلیل کے طور پر پیش کرنا چہ معنی دارد۔

دوم:

یہ کہ مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

سوم:

یہ کہ اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان ترجمان حق سے یہ بھی بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تقدیم علی رضی اللہ عنہ کو قبول نہ فرمایا، جب کے اس کے برعکس جو دعا سرکار نبی رحمت ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مانگی ہے اُس میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے نا مقبول ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اس لیے اس سے یہ کیسے سمجھ لیا گیا کہ دعائے نبی ﷺ بحق معاویہ رضی اللہ عنہ قبول نہیں ہوئی؟۔

حکومت کی بشارت

مشہور محدث امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنِي اَبِي قَالَ ثَنَا روح قَالَ ثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ سَمِعْتُ جَدِّي، يُحَدِّثُ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، أَخَذَ الإِدَاوَةَ بَعْدَ أَبِي

هُرَيْرَةَ يَتْبَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا ، وَاشْتَكَى أَبُو هُرَيْرَةَ ، فَبَيْنَا هُوَ يُوَضِّئُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ ، فَقَالَ : يَا مُعَاوِيَةُ ، إِنْ وُلِّيتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَاعْدِلْ ، قَالَ : فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنِّي مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ابْتُلِيتُ.

(إسناده صحيح، رجاله ثقات)

(مسند احمد: (ت: شعیب) جلد ۲۸، رقم: ۱۶۹۳۳ موسسة الرسالة)

ترجمہ: مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوھریرہ بیمار ہو گئے تو ان کے پیچھے حضرت معاویہ نے برتن لیا اور نبی علیہ السلام کے پیچھے چلے گئے، ابھی وہ نبی علیہ السلام کو وضو کرا رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے ایک دو مرتبہ ان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا معاویہ! اگر تمہیں حکومت ملے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا، وہ کہتے ہیں کہ مجھے اسی وقت یقین ہو گیا کہ مجھے کوئی ذمہ داری سونپی جائے گی کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَهُوَ مُرْسَلٌ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.وَرَوَاهُ أَبُو يَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ فَوَصَلَهُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ۔

(مجمع الزوائد: (ت: القدسی) جلد ۹، رقم: ۱۵۹۱۴، مکتبہ القدسی قاهره)

دوسری سند:

حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي يُحَدِّثُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ ۔

(غاية المقصد: (ت: عبد السمیع) جلد ۲، رقم ۲۳۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت:

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ

عُمَيْرٍ، قَالَ: قَالَ مُعَاوِيَةُ: مَا زِلْتُ أَطْمَعُ فِي الْخِلَافَةِ مُنْذُ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: يَا مُعَاوِيَةُ، إِنْ مَلَكْتَ فَأَحْسِنْ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: (ت: عوامۃ) جلد ۱۶، رقم ۳۱۳۵۸، شرکۃ دار القبلۃ)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے خلافت ملنے کی اس روز سے اُمید ہوگئی تھی جس روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ معاویہ! جب تم بادشاہ ہو جاؤ تو مخلوق سے اچھی طرح پیش آنا۔

دوسری سند:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بن عُثْمَانَ بن أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بن عَبْدِ اللهِ بن نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بن إِبْرَاهِيمَ بن مُهَاجِرٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بن عُمَيْرٍ۔

(معجم الکبیر طبرانی: (ت: حمدی) جلد ۱۹، رقم: ۸۵۰، مکتبۃ ابن تیمیہ)

تیسری سند:

أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ نَاجِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ۔

(الشریعۃ الاجری: (ت: الدمیجی) رقم: ۱۹۶۶، صفحہ ۲۴۶۷، طبع، دار الوطن الریاض)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان "انہ فقیہ"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک صحیح روایت جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور کثیر محدثین نے اپنی کتب میں اس روایت کو قبول کر کے تحریر فرمایا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کی تصدیق فرمائی جس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ ثابت ہوتا ہے۔ اس روایت کی اسناد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق نہایت قوی اور مستند ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ ،حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلاَّ بِوَاحِدَةٍ قَالَ إِنَّهُ فَقِيهٌ۔

(بخاری شریف جلد دوم، صفحہ 436 مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

(الاحکام الشریعۃ لاشبیلی ،المجلد الثانی، باب الوتر بواحدۃ، صفحہ، 356، طبع، ریاض)

(معرفۃ السنن والآثار، المجلد الرابع، باب الوتر، صفحہ، 61، رقم، 5470، طبع، جامعۃ الدراسات کراتشی)

(الاوسط لابن المنذر، المجلد الخامس، کتاب الوتر، صفحہ، 173، رقم، 2623، طبع، دار الفلاح)

(مسند امام شافعی مترجم، کتاب الصلوٰۃ، ص 260، جلد اول مطبوعہ لاہور)

دوسری سند:

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ۔

(سنن الدارقطنی: (ت: شعیب) جلد ٢، صفحہ ٣٦٠، رقم: ١٦٧٤، طبع موسسۃ الرسالۃ)

تیسری سند:

وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَمْرٍو: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَدِيبُ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الإِسْمَاعِيلِيُّ أَخْبَرَنِي أَبُو مَنْصُورٍ : أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى الْحَلَبِيُّ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الإِمَامُ قَالاَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ ح قَالَ وَأَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الإِسْمَاعِيلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْفَارِيَابِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا الْعَلاَءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ

(سنن الکبریٰ بیہقی (ت: عطا) جلد ٣، رقم: ٤٧٩٨، صفحہ ٤٠، العلمیہ بیروت)

چوتھی سند:

عَنْ الْحَسَنِ بِنْ بَشَرٍ، عَنْ الْمُعَافِیْ، عَنْ عُثْمَانَ بِنْ الْأَسْوَدْ، عَنْهُ بِهٖ. وَعَنْ ابْنِ أَبِي مَرْيَمِ، عَنْ نَافِعِ بِنْ عُمَرَ، عن ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ۔

(تحفة الاشراف المزی (ت: عبد الصمد) جلد ۵، رقم ۵۸۰۰، المکتب الاسلامی)

ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ کی امیر المومنین معاویہ کے بارے میں کیا رائے ہے جب کہ وہ وتر کی ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک وہ فقیہ ہیں۔

معاندین حضرت معاویہ میں ایک بڑا نام فاضل دیوبند سید لعل شاہ بخاری صاحب کا ہے وہ بھی اس قول کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکے فرماتے ہیں!

''چونکہ فقہائے صحابہ کی شان نسبتاً بلند ہے اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بقول ابن عباس رفیع الشان صحابی ہیں''۔

(حضرت معاویہ اور استخلاف یزید: صفحہ ۱۱۳، طبع واہ کینٹ)

فائدہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہہ تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے اس ارفع مقام کے قائل تھے۔

وحی الٰہی کے امین

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الرَّازِيُّ قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ قَطَنٍ الرَّمْلِيُّ قَالَ: نا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا

مُحَمَّدُ اسْتَوْصِ مُعَاوِيَةَ، فَإِنَّهُ أَمِينٌ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ، وَنِعْمَ الْأَمِينُ هُوَ۔

(معجم الاوسط للطبرانی، الجزالرابع، صفحہ 175، رقم، 3902، طبع دارالحرمین قاھرہ)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا محمد معاویہ سے کام لیجئے کیونکہ وہ اللہ کی کتاب پر امین ہیں اور بہترین امین ہیں۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَفِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ فِطْرٍ وَلَمْ أَعْرِفْهُ، وَعَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الرَّازِيُّ فِيهِ لِينٌ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ رِجَالُ الصَّحِيحِ

(مجمع الزوائد: (ت: القدسی) جلد ۹، رقم، ۱۵۹۲۲، مکتبہ القدسی قاھرہ)

دعائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصداق

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بن الْحُسَيْنِ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بن مُوسَى الْأَشْيَبُ، حَدَّثَنَا أَبُو هِلالٍ، عَنْ جَبَلَةَ بن عَطِيَّةَ، عَنْ مَسْلَمَةَ بن مَخْلَدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: "اللَّهُمَّ مَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلادِ، وَقِهِ سُوءَ الْعَذَابِ۔

ترجمہ: مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے اللہ معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما اور اسے شہروں میں حکومت عطا کر اور اس کو عذاب سے بچا۔

دوسری سند:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ شُعَيْبٍ السِّمْسَارُ، ثنا خَالِدُ بْنُ خِدَاشٍ، ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي هِلَالٍ الرَّاسِبِيِّ، عَنْ جَبَلَةَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ مُخَلَّدٍ۔

(معجم الکبیر طبرانی: (ت: حمدی) جلد ۱۹، رقم: ۱۰۶۵_ ۱۰۶۶، مکتبہ ابن تیمیہ قاھرہ)

تیسری سند:

وَأَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَاجِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ ابْنُ نَاجِيَةَ , وَحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْأَشْيَبِ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ الرَّاسِبِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ عَطِيَّةَ , عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ مُخَلَّدٍ۔

(الشریعۃ الاجری: (ت: الدمیجی) رقم: ۱۹۱۸، دار الوطن الریاض)

ایک اور روایت:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ عَطِيَّةَ، عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ مُخَلَّدٍ أَوْ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ مُخَلَّدٍ أَنَّهُ رَأَى مُعَاوِيَةَ يَأْكُلُ فَقَالَ: لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ إِنَّ ابْنَ عَمِّكَ هَذَا الْمِخْضَدُ مَا إِنِّي أَقُولُ ذَا، وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ، وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ، وَقِهِ الْعَذَابَ۔

(فضائل الصحابۃ لااحمد: (ت: وصی اللہ) جلد ۲ رقم: ۱۷۵۰، موسسۃ الرسالۃ)

جنتی شخص

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَاجِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ , وَالْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ يَزِيدَ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ بَحْرٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ , عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ , عَنْ أَبِيهِ , عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ مِنْ هَذَا الْبَابِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَطَلَعَ مُعَاوِيَةُ۔

(الشریعۃ الاجری: (ت: الدمیجی) رقم: ۱۹۲۴، صفحہ ۲۴۴۳ طبع، دار الوطن الریاض)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تم پر

جنتیوں میں سے ایک شخص نمودار ہوگا چنانچہ حضرت معاویہ نمودار ہوئے۔

دوسری سند:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ إِمْلَاءً , ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَزَّازُ الْمَدَنِيُّ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عِيسَى الزَّاهِدُ، ثنا أَحْمَدُ الدَّيْنَوَرِيُّ، ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى، ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔ (حلیۃ الاولیاء: جلد ۱۰، صفحہ ۳۹۳، طبع السعادۃ بجوار محافظۃ مصر)

تیسری سند:

أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ نا ابْنُ السَّرِيِّ قَالَ أَنْبَأَنَا ابْنُ بَطَّةَ قَالَ نا أَبُو عَلِيٍّ إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ قَالَ نا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ بَحْرٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ الْحِمْصِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔

(العلل المتناہیۃ: (ت: اثری) جلد ۱، رقم: ۴۴۹، ادارۃ العلوم الاثریہ پاکستان)

چوتھی سند:

أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ قَالَ أَنْبَأَنَا ابْنُ بَطَّةَ قَالَ نا عُثْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ الدَّقَّاقُ قَالَ نا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْبَرْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ الْجَوْهَرِيُّ قَالَ نا عبد العزيز ابن بَحْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔ (ایضاً: رقم: ۴۵۰)

حلیم وسخی

علامہ ابن ہارون بن یزید الخلال رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 311ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنِي حَرْبٌ , قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَمَّادُ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ :

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ الْفَرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ

(السنة للخلال: (ت: عطية) جلد ۲، رقم: ۷۰۱ طبع، دارالرایۃ الریاض)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ میری اُمت کا سب سے حلیم اور سخی آدمی ہے۔

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو وصفوں "حلیم اور سخی" کا حامل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کمال کے کس اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اور جس شخص میں یہ دو صفتیں پائی جاتی ہیں اُس میں غرور و تکبر اور شائبہ نفسی کا ذرہ برابر بھی پایا جانا ناممکن ہے۔ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا نے آپ رضی اللہ عنہ کے اندر حلم و برداشت کی جو قوت پیدا کر دی تھی اُس کی ایک جھلک علامہ ابن کثیر نے بھی پیش کی ہے۔

فرماتے ہیں:

"عبدالملک بن مروان نے ایک روز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے حلم و برداشت اور سخاوت میں ان کی مانند نہیں دیکھا۔۔۔۔۔ ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سخت باتیں سنائیں تو آپ سے کہا گیا کاش آپ اس پر حملہ کر کے اسے مغلوب کر لیتے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میری رعیت کے کسی شخص کے گناہ سے میرا حلم تنگ پڑ جائے۔

(البدائیہ والنہائیہ، جلد 8، صفحہ 177، نفیس اکیڈمی کراچی)

حکومت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر توریت میں

توریت شریف میں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو نشانیاں بتائی گئی ہیں اُن میں ایک نشانی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت شام میں ہوگی اور چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے

حکمران تھے، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا گورنر مقرر کیا بیس سال آپ شام کے گورنر اور تقریباً اُنیس سال پوری اُمت مسلمہ کے خلیفہ کی حیثیت سے تخت خلافت پر براجمان رہے اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شام میں حکومت ہونے سے مراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت ہی ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَخْبَرَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، رضی الله عنهما ؛ أَنَّهُ سَأَلَ كَعْبَ الأَحْبَارِ ، كَيْفَ تَجِدُ نَعْتَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي التَّوْرَاةِ ؟ فَقَالَ كَعْبٌ نَجِدُهُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ ، يُولَدُ بِمَكَّةَ ، وَيُهَاجِرُ إِلَى طَابَةَ وَيَكُونُ مُلْكُهُ بِالشَّامِ۔

ترجمہ: ابوفروہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت کعب احبار سے پوچھا کہ آپ تورات میں حضور علیہ السلام کی کیسی توصیف پاتے ہیں تو کعب احبار نے کہا کہ ہمیں تورات میں ملتا ہے کہ وہ محمد بن عبداللہ ہیں جو مکہ میں پیدا ہوں گے۔ طابہ (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کریں گے اور آپ کی حکومت شام میں ہوگی۔

(مسند الدارمی: (ت: اسد) جلد ا، رقم: ۸، طبع دار المغنی)

(المستدرک للحاکم: (ت: عطا) جلد ۲، رقم: ۴۲۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، جلد دوم، فصل ششم، صفحہ ۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بیان کی جانے والی ان تمام روایات کو ہر خاص و عام جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے مطالعہ کرے اور سوچے کہ جب خود امام الانبیاء، نبی غیب دان، رب کائنات کے خزانوں کے امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے وقت کے بڑے بڑے صلحاء حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کیسے کیسے فضائل ومناقب ارشاد فرما رہے ہیں تو کہیں ایسا تو نہیں کہ شیطان لعین ہم سے ان پاک اور عظیم ہستیوں

کی صریح مخالفت کروا کے ہمارے ایمان کو برباد کرنا چارہا ہو اور ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نار جہنم کا مستحق ٹھہرانے میں کامیاب ہو رہا ہو۔علاوہ ازیں یہ تمام روایات اپنی جگہ برحق ہیں لیکن اگر ایک بھی روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نہ ہوتی تو صرف آپ کا صحابی ہونا ہی کافی تھا کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ قطعی جنتی ہیں اور آپ کی مخالفت ،بغض و کینہ، ایمان کی بربادی کا سبب ہے۔

کردار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک جھلک:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں وارد روایات کا ایک جائزہ قارئین نے ملاحظہ فرمایا اب ذیل میں دو روایات اور بیان کی جاتی ہیں جن سے آپ کی شخصیت و کردار اور آپ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت اور آپ کے احکام پر عمل پیہم کا اظہار ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں!

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلاَنَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الفَيْضِ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَ بْنَ عَامِرٍ، يَقُولُ: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ أَهْلِ الرُّومِ عَهْدٌ، وَكَانَ يَسِيرُ فِي بِلاَدِهِمْ، حَتَّى إِذَا انْقَضَى العَهْدُ أَغَارَ عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رَجُلٌ عَلَى دَابَّةٍ أَوْ عَلَى فَرَسٍ، وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَفَاءٌ لاَ غَدْرٌ، وَإِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ، فَسَأَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلاَ يَحُلَّنَّ عَهْدًا، وَلاَ يَشُدَّنَّهُ حَتَّى يَمْضِيَ أَمَدُهُ أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ، قَالَ: فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ. (قال ابو عیسیٰ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)۔

(سنن الترمذی:(ت:بشار) جلد ۳،رقم:۱۵۸۰، دار الغرب الاسلامی)

ترجمہ: حضرت سلیم بن عامر فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ اور روم کے درمیان معاہدہ تھا

اور جناب معاویہ ان کے شہروں کی طرف چل دیئے تا کہ جب معاہدہ پورا ہو جائے تو فوراً ان پر حملہ کر دیں تو ایک شخص ترکی یا عربی گھوڑے پر سوار یہ کہتا ہوا آیا اللہ اکبر اللہ اکبر وفا عہد ہو بد عہدی نہ ہو۔لوگوں نے غور کیا تو وہ حضرت عمرو ابن عبسہ تھے تو اس کے متعلق ان سے حضرت معاویہ نے پوچھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس قوم سے عہد ہو تو وہ نہ تو عہد کھولے نہ اسے بدلے حتیٰ کہ اس کی مدت گزر جائے یا انھیں برابری پر خبر دے دے۔فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ لوگوں کو واپس لے گئے۔

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب الشفاء میں فرمایا!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ کابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت صوری رکھتے ہیں، چنانچہ جب وہ گھر کے دروازہ میں داخل ہوئے اور آپ کے دربار میں پہنچے تو آپ اپنے تخت پر (تعظیم کے لیے) کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور مرغاب کا علاقہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت صوری کی بنا پر ان کو عنایت فرما دیا۔

(شفاء شریف، جلد 2، صفحہ 468، طبع لاہور)

چوتھی فصل:

مسئلہ کتابت وحی:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی کہنے پر بھی بعض حضرات کی طرف سے واویلا کیا جاتا ہے اور اس مسئلہ کو بھی متنازع بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ آپ صرف خطوط کی کتابت کرتے تھے وحی کی کتابت آپ سے منسوب کرنا غلط ہے جیسا کہ مولانا لعل شاہ بخاری نے لکھا ہے کہ!

''اقرب الی الاحتیاط یہ ہے کہ حضرت معاویہ کو کاتب رسول کہا جائے کاتب وحی نہ کہا جائے''۔ **(استخلاف یزید صفحہ ۱۳۴)**

مولانا ظہور احمد فیضی رقم طراز ہیں:

''بعض کتب حدیث میں ''کان کاتبہ'' (وہ حضور کے کاتب تھے) کے الفاظ موجود ہیں مگر ''الوحی'' کا لفظ موجود نہیں ہے۔ شاید اسی لیے اہل تحقیق نے حضرت معاویہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط کا منشی تو تسلیم کیا ہے مگر کاتب وحی نہیں مانا''۔ **(شرح خصائص علی: مقدمہ طبع ثانیہ، صفحہ ۴)**

لیکن میرے خیال میں مسئلہ ھذا کی تحقیق میں ذرا بالغ نظری اور بغض وعناد کو دور کر کے مطالعہ کی کوشش کی جاتی تو محدثین کی کتب میں کاتب الوحی کے الفاظ ضرور نظر آ جاتے کیونکہ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ بہت سے کبار محدثین نے آپ کو کاتبان وحی کی فہرست میں شمار کیا ہے جبکہ بعض علماء اسلام نے آپ کی طرف صرف کتابت کا قول کیا ہے اور یہ واضح نہیں کیا کہ کیا کتابت کرتے تھے۔ جن علماء کے نزدیک کتابت وحی کا قول ثابت نہیں ہے انھوں نے بھی اس کا صریح انکار نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ ''بعض کہتے ہیں کہ کاتب وحی تھے''۔

لیکن میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ میں بھی اعتدال کی راہ اختیار کی جائے اور وہ علماء

متقدمین جنھوں نے کتابت وحی کا اثبات کیا ہے اُس کا بھی بلا وجہ انکار نہ کیا جائے اور نہ ہی طعن و تشنیع کا راستہ اختیار کیا جائے۔ میں یہاں اُن محدثین وعلماء کے حوالے پیش کیے دیتا ہوں جنھوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "کاتب وحی" تسلیم کیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

وكان يكتب الوحی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وحی لکھا کرتے تھے

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے نقل کیا ہے، اور اس کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں!

"قد صح ابن عباس"۔

یعنی ابن عباس نے صحیح کہا

(۱) دلائل النبوۃ: ۲۴۳/۶ (۲) تاریخ اسلام: ۳۰۹/۴

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي هَارُونَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَنَّ أَبَا الْحَارِثِ حَدَّثَهُمْ قَالَ: وَجَّهْنَا رُقْعَةً إِلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ: مَا تَقُولُ رَحِمَكَ اللَّهُ فِيمَنْ قَالَ: لاَ أَقُولُ إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَاتِبُ الْوَحْيِ، وَلاَ أَقُولُ إِنَّهُ خَالُ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهُ أَخَذَهَا بِالسَّيْفِ غَصْبًا؟ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هَذَا قَوْلُ سَوْءٍ رَدِيءٌ، يُجَانَبُونَ هَؤُلاَءِ الْقَوْمِ، وَلاَ يُجَالَسُونَ، وَنُبَيِّنُ أَمْرَهُمْ لِلنَّاسِ۔

(السنة للخلال: المجلد الثانی، صفحہ ۴۳۴، طبع دار الرایۃ الریاض)

ترجمہ: امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو کہتا ہے کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی تسلیم نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا! کہ یہ بُرا اردّی قول

ہے ایسا خیال رکھنے والوں سے لوگوں کو بچنا چاہیے نہ ہی ان کے پاس بیٹھنا چاہیے ہم عوام الناس کو ایسے لوگوں سے خبر دار کریں گے۔

ابو القاسم اسماعیل بن محمد قرشی طلیحی رحمۃ اللہ علیہ:

"معاویة کاتب الوحی"

(الحجۃ فی بیان المحجۃ وشرح عقیدۃ اھل السنۃ، ج ۲،ص ۵۷۰،رقم ۵۶۶)

امام شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ:

وکان کاتب الوحی۔ (المبسوط: جلد ۲۴/صفحہ ۴۷، دار المعرفۃ بیروت)

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ:

مُعَاوِيَة بن أبي سُفْيَان: صَخْر بن حَرْب الْأُمَوِي، كَاتب الْوَحْي۔

(عمدۃ القاری، جلد ۲،بَاب من يرد الله بِهِ خيرا يفقهه فِي الدّين، دار احیاء التراث العربی)

علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:

وَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ۔

وہ (حضرت معاویہ) وحی لکھتے تھے۔

دیکھئے: (سیر اعلام النبلاء: جلد ۳، صفحہ ۲۲۳، طبع موسسۃ الرسالۃ)

(تاریخ الاسلام (ت: التدمری) جلد ۴، حرف المیم، صفحہ ۳۰۹، دار الکتاب العربی)

الشیخ قاضی عیاض المالکی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صہر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب وحی اور اللہ عزوجل کی وحی کے امین تھے۔

(الشفاء کامل مترجم: جلد دوم، صفحہ ۳۷۴، طبع اکبر بک سیلرز لاہور)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ:

(معاوية) بن أبي سفيان صخر بن حرب كاتب الوحی لرسول الله -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-

ترجمہ: معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔

(ارشاد الساری: الجز الاول، صفحہ ۱۷۰، طبع الکبریٰ الامیریہ مصر)

لابن العماد امام شہاب الدین العکری الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ:

وهو أحد كتبة الوحی۔ **(شذرات الذھب: جلد اول، صفحہ ۲۷۰، طبع دار ابن کثیر)**

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ:

معاویہ بن ابی سفیان مومنین کے ماموں اور رب العالمین کے رسول کے کاتب وحی ہیں۔

(تاریخ ابن کثیر، جلد ۸، صفحہ ۱۵۵، ۶۰ھ کے واقعات، نفیس اکیڈمی کراچی)

اور حضرت معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور آپ کے سامنے کاتبوں کے ساتھ وحی کو لکھا۔ **(تاریخ ابن کثیر، جلد ۸، صفحہ ۱۵۵، ۶۰ھ کے واقعات، نفیس اکیڈمی کراچی)**

امام تقی الدین الفاسی المکی رحمۃ اللہ علیہ:

و كان أحد كتّاب الوحی لرسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(العقد الثمین: جلد ۶، صفحہ ۹۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ:

معاویہ تمام مومنوں کے ماموں کاتب وحی اور مسلم خلفاء میں سے ہیں رضی اللہ عنہم۔

(لمعۃ الاعتقاد، صفحہ ۸۵، طبع الدار السلفیہ ممبئی)

بعض حضرات جو اس بات پر مصر ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صرف خطوط کی کتابت

کرتے تھے کاتب وحی نہیں تھے ۔اگر بالفرض ان کا یہ دعویٰ تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس ضمن میں گزارش ہے کہ خطوط مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا متن بھی تو وحی الٰہی ہی ہوتا تھا کیونکہ اللہ پاک نے اپنی لاریب کتاب میں فرمایا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔(النجم:۳،۴)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور یہ شرف بھی کیا کم ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اتنی قربت بھی حاصل ہو جائے کہ خطوط لکھنے کی سعادت مل جائے دو جہاں کی نعمتیں بھی اس مقام خاص کے سامنے ہیچ ہیں۔

حضرت رئیس العلماء مناظر اسلام قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

اس ناچیز کے خیال میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی یا کاتب خطوط ہونے کی بحث کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضور رحمۃ للعالمین امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکاتیب مقدسہ کی کتابت کرنا اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے تحت کیا کوئی معمولی شرف وسعادت ہے؟ اگرچہ بہت سے حضرات نے آپ کو کاتب وحی بھی لکھا ہے۔

(فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صفحہ ۲۹)



پانچویں فصل:

اختلاف سیدنا علی وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم اور مطالبہ قصاص:

حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا وہ قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں تھا۔خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو باغی سبائی حضرات نے جس طرح بے دردی سے شہید کر دیا اس کا غم تمام اُمت مسلمہ کو تھا اور حضرت سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل ناحق سے ایک شدید دھچکہ خلافت اسلامیہ کو پہنچا تھا لیکن اس مسئلہ قصاص کے معاملے پر اُمت مسلمہ دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت کا یہ موقف تھا کہ ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اس وقت کریں گے جب تک قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے اس خون ناحق کا قصاص نہیں لیا جاتا۔

جب کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ تھا کہ یہ لوگ پہلے میری بیعت کریں پھر بعد میں جب حالات سازگار ہو جائیں گے تو مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا موقف یہ تھا کہ چونکہ قاتلین عثمان ہی نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت قبول کرنے پر مجبور کر کے سب سے پہلے ان کی بیعت کی ہے اور ملکی انتظام و تدبیر اور آپ کے تمام فیصلوں میں وہ پوری طرح مداخلت کیے ہوئے ہیں اسی لئے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نہ خون عثمان کا قصاص لے پا رہے ہیں اور نہ ہی اس صورتحال کے برقرار رہتے ہوئے وہ قصاص لے سکیں گے۔

لہٰذا فتنہ کے سدباب کی ایک یہی صورت ہے کہ یا تو وہ خود قصاص لے لیں یا پھر ان قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم ان کو دردناک انجام تک پہنچا کر پوری ملت اسلامیہ کے سکون قلب کا باعث بنیں۔لیکن دونوں شخصیات کے درمیان اس مسئلہ میں اتفاق رائے نہ ہو

سکا اور سبائی ذہنیت پوری طرح کامیاب ہوتی نظر آئی جس کی وجہ سے اُمت مسلمہ کو جنگ جُمل و صِفین جیسے قیامت خیز ادوار سے گزرنا پڑا۔

کیا مطالبہ قصاص صحیح تھا؟:

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ قصاص کسی بھی طرح جائز نہیں تھا کیوں کے آپ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حقیقی رشتہ دار نہیں تھے اور آپ نے صرف خلیفہ برحق حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت نہ کرنے کے لیے مسئلہ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا نزاع پیدا کیا۔

حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کے عم زاد بھائی (چچازاد بھائی) تھے کیونکہ دونوں کے دادا ابو العاص اور حرب حقیقی بھائی تھے۔اس طرح چچازاد بھائی ہو کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے وصی الدم اور ولی الدم بھی تھے۔

علاوہ ازیں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کے خلیفہ تھے اور آپ کا قتل ناحق کوئی عام بات نہ تھی لہٰذا آپ کی تمام رعایا کے ہر فرد کا یہ فرض بنتا تھا کہ اپنے نیک وصالح خلیفہ کے قتل کے بدلے کا تقاضا کرے۔لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر تھے اور آپ کے عم زاد بھی تھے اس لیے آپ کا تو زیادہ حق تھا کہ آپ قصاص عثمان کا مطالبہ کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے اس کا مطالبہ حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت زبیر، حضرت طلحہ، رضی اللہ عنہم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کر چکے تھے لیکن حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا مؤقف یہ تھا کہ پہلے میری بیعت کی جائے اور حکومت مستحکم ہو جائے تو پھر قاتلان عثمان کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا۔حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی مسئلہ قصاص میں اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور کئی اجل صحابہ کرام وتابعین حضرات کی ایک جماعت شامل تھی پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قصوروار ٹھہرانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

مطالبہ قصاص کا جواز:

سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبۂ قصاص کی چند وجوہات تھیں!!

(۱) وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔

(۲) وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعد ازاں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذمہ دار (گورنر) تھے۔

(۳) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے ان کے ساتھ مل کر مطالبۂ قصاص میں پیش پیش تھے۔

(۴) غزوۂ حدیبیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اڑتی خبر پر کہ "سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (سفیر رسول) شہید کر دیئے گئے" قصاصِ عثمان پر بیعت لی تھی۔ چودہ سو اصحابِ رسول نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ واقعی شہید کر دیئے گئے ہیں تو ہم ان کے قاتلین سے بدلہ لیں گے یا خود شہید ہو جائیں گے۔

(۵) اس بیعت پر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آسمان سے رضوان کا پروانہ نازل ہو کر قصاصِ عثمان کو حق قرار دے رہا تھا۔

(۶) بہت سے اصحابِ رسول اور عشرہ مبشرہ میں سے سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم اسی مؤقف پر کہ اب تو واقعی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے لہٰذا قصاص لینا فرض ہو چکا۔ یہ عظیم صحابہ اسی بنیاد پر قاتلین عثمان سے قصاص کے مطالبہ میں پیش پیش تھے۔

مطالبہ قصاص پر شیعہ عالم کی گواہی:

ایک غالی شیعہ عالم ابراہیم بن قتیبہ نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے خون کا قصاص لینے کا اختیار دیا تھا۔ موصوف فرماتے ہیں!

قال اجعل لی الطلب بدمك إن قتلت قال عثمان نعم هذه لك إن قتلت فلا يطل دمی۔ **(الامامۃ السیاسۃ، جلد ا، صفحہ ۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)**

ہاں اگر میں شہید کر دیا جاؤں تو تو میرے خون کا مطالبہ کرے گا یہ تجھے اختیار دیتا ہوں۔

ضروری نوٹ:

ایک بات یاد رکھنے کی ہے "قتیبہ" نام کے دو لوگ ہیں ایک "محمد بن مسلم قتیبہ" اور دوسرا "ابراہیم بن قتیبہ" موخر الذکر کی کتاب "الامامۃ السیاسۃ" ہے موصوف تبرائی فرقہ کے ترجمان تھے دونوں کے نام ایک جیسے ہونے کی وجہ سے بہت سے شبہات نے جنم لیا انہی میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ "الامامۃ السیاسۃ" نامی کتاب جو ابراہیم بن قتیبہ کی لکھی ہوئی ہے وہ بیروت سے محمد بن مسلم قتیبہ کے نام سے شائع ہوئی ہے جس کی وجہ سے اہل سنت کے علماء نے محمد بن مسلم قتیبہ پر سخت تنقید کی ہے حالانکہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ کتاب ان کی نہیں ہے اور محمد بن مسلم قتیبہ کی تصانیف کی فہرست میں اس کتاب کا کوئی وجود نہیں ہے۔

(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: تحقیقی مقالہ بعنوان "کتاب الامامۃ السیاسۃ کی حقیقت" از ڈاکٹر عبد الستار انصاری سندھ یونیورسٹی جام شورو)

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ قصاص:

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں میں کھڑے ہو کر ان سے خطاب کیا اور انہیں حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے پر اُبھارا، اور اس فتویٰ کا بھی ذکر کیا جو آپ نے ان لوگوں کے متعلق دیا جنھوں نے حرمت والے مہینے میں آپ کو قتل کیا۔

(تاریخ ابن کثیر: جلد ۷، صفحہ ۳۰۴ طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں!

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ کے نزدیک پہنچیں تو آپ نے احنف بن قیس اور دیگر سرکردہ لوگوں کی طرف خط لکھا کہ وہ آگئی ہیں، پس حضرت عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین اور ابو الاسود الدولی کو آپ کے پاس بھیجا کہ وہ معلوم کریں کہ آپ کس کام آئی ہیں تو آپ نے ان دونوں کو بتایا کہ وہ حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے آئی ہیں کیونکہ انھیں حرمت والے شہر اور حرمت والے مہینے میں مظلومانہ طور پر قتل کیا گیا ہے اور یہ آیت بھی پڑھی!! لَّا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا۔ **(النساء: ۱۱۴)**

ترجمہ: اُن کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

(تاریخ ابن کثیر: جلد ۷، صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶)

(الکامل فی التاریخ ابن اثیر، جلد ۲، صفحہ ۵۷۴، دار الکتاب العربی بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مسئلہ قصاص پر مؤقف:

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 360ھ) حضرت ابن عباس کا قول نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو مُسْلِمٍ الْكَشِّيُّ، وَالْحَسَنُ بن الْمُثَنَّى الْعَنْبَرِيُّ، وعلى بن عبد العزيز، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَارِمٌ أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا الصَّعْقُ بن حَزْنٍ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيُّ، قَالَ: خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ

عَنْهُمَا، فَقَالَ : لَوْ أَنَّ النَّاسَ لَمْ يَطْلُبُوا بِدَمِ عُثْمَانَ لَرُجِمُوا بِالْحِجَارَةِ مِنَ السَّمَاءِ۔

(معجم الکبیر طبرانی، جلد 1، صفحہ 84، رقم: 122، مکتبہ ابن تیمیہ القاھرہ)

(الامامۃ الاصبھانی، صفحہ 333، مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ نہ مانگتے تو ان پر آسمان سے پتھر برسائے جاتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کیوں نہ کی؟

ابن جریر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان نائبین کا ذکر کیا ہے کہ جس وقت آپ نے وفات پائی یہ لوگ شہروں پر آپ کے نائب مقرر تھے۔۔۔۔۔اور جب حضرت سیدنا عثمان بن عفان قتل ہو گئے تو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خون آلود قمیص اور حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی وہ انگلیاں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع میں ہتھیلی سے کٹ گئی تھیں لے کر باہر نکلے اور ان کو لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام پہنچ گئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قمیص کو منبر پر رکھ دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں اور انگلیوں کو قمیص کی آستین میں لٹکا دیا اور لوگوں کو اس خون کا بدلہ لینے پر ابھارا اور لوگ منبر کے ارد گرد رو پڑے۔۔۔۔۔

اور جن خوارج نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت نے لوگوں کو ابھارا۔ ان صحابہ میں حضرت عبادۃ بن الصامت، حضرت ابو الدرداء، حضرت ابو اُمامہ اور حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے اور تابعین میں سے حضرت شریک بن حباشہ، حضرت ابو مسلم خولانی اور حضرت عبد الرحمن بن غنم وغیرہ شامل تھے۔

(البدائیہ والنھائیہ لابن کثیر، جلد 7، صفحہ 301، طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو مشورہ

حضرت سیدنا ذو النورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایسے مظلومانہ قتل کے حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی کیونکہ وہ یہ بات جانتے تھے کہ قاتلین عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے پریشان کن حالات پیدا کیے ہوئے ہیں اور ان باغیوں کی راہ میں آخری رکاوٹ اب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں اگر آپ بھی فوراً بیعت کر لیتے تو اگلے دن ہی یہ باغی آپ کو معزول کروا دیتے جیسے کہ دوسرے گورنروں کو معزول کرایا تھا اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مشورہ دیا کہ!

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَشَارَ عَلَى علی باستمرار نوابه فی البلاد، إلى أن يَتَمَكَّنُ الْأَمْرُ، وَأَنْ يُقِرَّ مُعَاوِيَةَ خُصُوصًا عَلَى الشَّامِ۔

(البدائیہ والنہایۃ: جلد ۷، صفحہ ۲۲۸، دار الفکر بیروت)

وہ حکومت کے استوار ہونے تک نائبین کو شہروں پر قائم رہنے دیں اور خاص طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام پر قائم رکھیں۔

علامہ ابن کثیر (متوفی 774ھ) فرماتے ہیں:

وَعَلَى الشَّامِ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ بَدَلَ مُعَاوِيَةَ، فَسَارَ حَتَّى بَلَغَ تَبُوكَ فَتَلَقَّتْهُ خَيْلُ مُعَاوِيَةَ، فقالوا: من أنت؟ فقال: أَمِيرٌ، قَالُوا: عَلَى أَيِّ شَيْءٍ؟ قَالَ: عَلَى الشام، فقالوا: إن كان عثمان بعثك فحى هلا بك، وإن كان غيره فارجع. فقال: أو ما سمعتم الذى كَانَ؟ قَالُوا: بَلَى، فَرَجَعَ إِلَى عَلِيٍّ۔

(حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ) نے شام پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بدلے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا، حضرت سہل چلتے چلتے تبوک پہنچے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوار

آپ کو ملے اور پوچھنے لگے آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا امیر ہوں، انہوں نے کہا کس چیز کے امیر ہو! آپ نے کہا شام کا امیر ہوں، انھوں نے کہا اگر آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے تو آپ کو خوش آمدید ہو، اور اگر کسی اور نے بھیجا ہے تو واپس چلے جائیے آپ نے کہا! کیا جو کچھ ہوا ہے آپ نے نہیں سنا؟ انھوں نے کہا بے شک۔ پس آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آگئے۔

(البدائیہ والنھائیہ، جلد 7، صفحہ 303، طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

باغیوں نے اپنے سازشی عناصر کو مضبوط کرنے کے لیے دیگر گورنروں کو معزول کروایا تھا اور ان کا مقصد یہی تھا کہ کمزور گورنر مقرر کروا کر ان کے پردے میں خود حکومت کی جائے اسی خطرے کے پیشِ نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقصد خلافت کا حصول نہیں تھا اور بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے انکار کا مقصد پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا قصاص لینا تھا۔ جنھیں حرمت والے مہینے میں مظلومانہ طور پر قتل کیا گیا تھا۔ اور یہی موقف حضرت اُم المومنین طیبہ، طاہرہ، عابدہ، صالحہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔

فرمان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر اور افضل ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بار بار یہ مطالبہ ہوتا رہا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان باغیوں کو اپنے سے الگ کر دیں اور انہیں سزا دیں تو وہ ان کی بیعت کے لیے تیار ہیں۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں!

''حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں کہنے لگے! آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جھگڑتے ہیں کیا آپ اُن جیسے ہیں؟ آپ نے کہا! قسم بخدا میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے بہتر اور افضل ہیں اور مجھ سے امارت کے زیادہ حق دار

ہیں، لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلومانہ طور پر مارے گئے ہیں اور میں ان کا عم زاد ہوں اور میں ان کے خون کا بدلہ مانگتا ہوں اور ان کا معاملہ میرے ذمہ ہے۔ انھیں کہو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو میرے سپرد کر دیں اور میں ان کی امارت کو تسلیم کر لیتا ہوں"۔

(البدائیہ والنھائیہ، جلد 8، صفحہ 169، طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

دوسری صدی ہجری کے مورخ احمد بن داوؤد الدینوری (متوفی 282ھ) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

لست ادعی انی مثلہ فی الفضل ولکن ھل تعلمون ان عثمان قتل مظلوماً؟ قالوا نعم قال فلیدفع لنا قتلہ حتیٰ نسلم الیہ ھذا الامر۔

(الاخبار الاطوال، صفحہ 164، المکتبۃ دار السعادۃ)

ترجمہ: میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں مثل علی ہوں لیکن تم جانتے ہو کہ عثمان غنی کو ظلماً شہید کیا گیا، انہوں نے کہا بالکل صحیح ہے امیر معاویہ نے فرمایا کہ حضرت علی کو چاہیے کہ عثمان غنی کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں تو ہم امر خلافت ان کے سپرد کر کے ان کو خلیفہ برحق تسلیم کر لیں گے۔

جمل و صِفین کے محرکات اور اُن کی حقیقت

جمل وصفین کی جنگوں کے اصل محرکات وہ یہودی ذہنیت کے باغی لوگ تھے جو مکارانہ طور پر حضرت شیر خدا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔ انھی بلوائیوں کی سازشوں سے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی اور اب یہ چاہتے تھے کہ حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم، و دیگر صحابہ کرام کو بھی شہید کر دیا جائے اور اپنی حکومت کو مستحکم کیا جائے۔ باوجود کوشش کے حضرت معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم تو ان کے سازشی عناصر سے محفوظ رہے لیکن خلیفۃ المسلمین فاتح خیبر، شیر خدا، حضرت سیدنا علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ ان کی چالبازیوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ نہ رہ سکے اور شہید کر دیئے گئے۔

اکابر صحابہ کا رجحان کیا تھا؟:

اکابر صحابہ کا ایک گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جبکہ باغی اپنی مکارانہ چالوں سے ہر ممکن یہ کوشش کرتے تھے کہ حضرت شیر خدا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کو ہر ممکن طریقے سے بدظن کر کے علیحدہ کیا جائے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ قدیم الاسلام صحابہ کی بہت کم تعداد تھی جو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھی۔

ان میں حضرت عمار بن یاسر، قیس بن سعد بن عبادہ، ابو ایوب انصاری، سہیل بن حنیف اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے اکابرین اُمت شامل تھے۔

صحابہ کا ایک گروہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جن میں حضرت نعمان بن بشیر، عمرو بن عاص، معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہم جیسے اکابرین شامل تھے۔

ایک گروہ غیر جانبدار تھا جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عمر، ابوموسی اشعری، اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم جیسے بزرگ صحابہ تھے۔

بدری صحابہ میں سے بہت کم تھے، جو جنگ صفین میں شریک ہوئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ و کثیر بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی جنگ سے علیحدگی:

امام عبدالرزاق الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 211ھ) فرماتے ہیں:

أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن أيوب عن بن سيرين قال ثارت الفتنة واصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم عشرة الاف لم يخف منهم أربعون رجلا قال معمر وقال غيره خف معه يعنى عليا مئتان وبضعة وأربعون من أهل بدر منهم أبو أيوب وسهل بن حنيف وعمار بن ياسر۔

(المصنف عبدالرزاق، جلد ۱۱، باب الفتن، صفحہ ۳۵۷، المکتب الاسلامی بیروت)

ترجمہ: ''جب فتنہ کی آگ بھڑکی تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی تعداد دس ہزار تھی۔ ان میں سے صرف چالیس کے علاوہ باقی جنگ کے لیے نہ نکلے۔ معمر کہتے ہیں: یعنی حضرت علی کے ساتھ نہ نکلے اس وقت اہل بدر میں سے دوسو چالیس سے زائد صحابہ زندہ تھے جن میں سے صرف ابو ایوب انصاری، سہل بن حنیف اور عمار بن یاسر ہی حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ تھے''۔

مزید فرماتے ہیں:

أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن أيوب عن بن سيرين قال قيل لسعد بن أبي وقاص ألا تقاتل فإنك من أهل الشورى وأنت أحق بهذا الأمر من غيرك قال لا أقاتل حتى تأتوني بسيف له عينان ولسان وشفتان يعرف الكافر من المؤمن قد جاهدت وأنا أعرف الجهاد ولا أبخع بنفسي إن كان رجل خيرا مني۔ (حوالہ ایضاً)

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص سے پوچھا گیا آپ جنگ کیوں نہیں کرتے کیونکہ آپ تو اہل شوریٰ میں سے ہیں اور اس معاملے میں بقیہ سب کی نسبت زیادہ حق دار ہیں؟'' فرمایا: ''میں اس وقت تک جنگ نہیں کروں گا جب تک کہ آپ لوگ مجھے ایسی تلوار نہ لادیں جس کی دو آنکھیں، زبان اور ہونٹ ہوں اور وہ کافر اور مومن میں فرق کر سکے۔ میں نے جہاد کیا ہے اور میں جہاد کو سمجھتا ہوں۔ اگر کوئی شخص مجھ سے بہتر ہو تو میں اپنی جان کو روکنے والا نہیں ہوں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والے مشاجرہ میں دونوں کو حق پر سمجھتے تھے۔ اسی لیے آپ نے کسی ایک کے ساتھ ہو کر لڑنے سے انکار کر دیا۔

شرائط صلح اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت:

بعض حضرات اس بات پر بڑا زور بیان خرچ کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے معاویہ کی بیعت نہیں کی تھی بلکہ معاویہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں اور خلافت ہمارے سپرد کر دیں اور اس کے بدلے میں ایک سادہ کاغذ پر مہر لگا کر حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ کی طرف روانہ کیا کہ جو شرائط آپ کو پسند ہیں وہ تحریر فرما دیں آپ کی ساری شرائط ہمیں قبول ہیں۔ لہٰذا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اس طرح صلح کر کے خلافت سے علیحدہ ہو گئے لیکن آپ نے بیعت نہیں کی۔ اور اس معاہدے کے باوجود معاویہ نے آپ سے طے کی گئی شرائط کو پورا نہیں کیا۔

اس ضمن میں راقم یہ عرض کرتا ہے کہ ایسی کوئی بات تاریخ کی کتابوں میں بھی موجود نہیں یہ اپنے ذہن فاسدہ کی قصہ گوئی ہے جسے ہمارے بعض اہل بیت کا دعویٰ کرنے والے خطیب حضرات اپنی تقاریر میں بیان کر کے انتشار و افتراق کی فضا کو برابر قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اگر معتبر کتب شیعہ و سنی کا مطالعہ کیا جائے تو اس بات کے بڑے واضح شواہد ملتے ہیں کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف بخوشی خلافت سے علیحدگی اختیار کی تھی بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی کی تھی۔ اور دوسری طرف حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دلی خواہش بھی یہی تھی کہ اس جنگ و جدل کے سلسلہ کو ختم ہونا چاہیے اور صلح کی طرف پیش قدمی کرنا چاہیے۔ درج ذیل سطور میں مسلہ ھذا پر مختصر کلام کیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پر خارجی سبائی پارٹی کے لوگوں نے حملہ کیا جو آپ کے ہاتھ پر منافقانہ بیعت کر چکے تھے اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور شہادت حیدر کرار رضی اللہ عنہ میں بھی ملوث تھے چونکہ ان لوگوں کا مقصد اُمت مسلمہ میں انتشار و افتراق کو برابر قائم رکھنا تھا اس لیے ان لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کئی فیصلوں کو

حدف تنقید بنایا اور آپ پر حملہ کرنے والے بھی یہی لوگ تھے۔

ابن جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں!

اہل عراق نے جب حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کی بیعت کی تو حسن نے ان سے یہ شرط طے کی کہ آپ لوگ میری بات کو سنیں گے اور میری اطاعت کریں گے۔ میں جس سے صلح کروں، آپ اس سے صلح کریں گے اور میں جس سے جنگ کروں، اس سے جنگ کریں گے۔ اس شرط سے اہل عراق (یعنی باغی پارٹی) کے دلوں میں شک آ گیا۔ انہوں نے کہا: ''یہ شخص ہمارے کام کا نہیں، اس کا تو جنگ کا ارادہ لگتا نہیں ہے۔'' حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کو ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ ان پر برچھی کا وار کیا گیا جو اوچھا پڑا۔ اب ان لوگوں کے لیے حسن کے دل میں بغض بڑھ گیا اور وہ ان سے محتاط ہو گئے۔ انہوں نے معاویہ سے خط و کتابت کی اور اپنی شرائط لکھ بھیجیں کہ اگر آپ انہیں منظور کر لیں تو میں اطاعت کروں گا اور آپ پر اس وعدے کا پورا کرنا لازم ہو گا۔

(تاریخ طبری: جلد ۴، صفحہ ۴۱، ۴۱ھ حسن کی خلافت سے دستبرداری، دارالاشاعت کراچی)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں تحریر فرماتے ہیں!

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ (امام حسن رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ کو حکم اور فیصلہ دہندہ تسلیم کر کے مندرجہ ذیل شرائط آپس میں طے ہوئیں کہ فی الوقت امیر معاویہ خلیفہ بنائے جاتے ہیں لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔ مدینہ، عراق، اور حجاز کے باشندوں سے مزید کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا بلکہ صرف وہی ٹیکس وصول کیا جائے گا جو حضرت علی کے زمانے سے لیا جا رہا ہے، حضرت حسن کے ذمہ جو قرض ہے اس کی تمام تر ادائیگی امیر معاویہ کریں

گے۔ان شرائط کو امیر معاویہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم نے قبول کرلیا اور باہمی صلح ہو گئی۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۹۸ پروگریسو بکس لاہور)

ابن اعثم الکوفی کی ''کتاب الفتوح'' کے مطابق شرائط صلح یہ ہیں!

۱۔معاویہ کتاب خدا، سنت پیغمبرؑ اور خلفاء راشدین کی سیر پر عمل پیرا ہوگا۔

۲۔معاویہ کسی کو اپنا ولیعہد اور جانشین مقرر نہیں کرے گا بلکہ خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کی شوریٰ پر چھوڑے گا۔

۳۔تمام لوگ جہاں کہیں بھی ہوں امن و امان میں ہوں گے۔

۴۔شیعان علی اور آپ کے پیروکاروں کی جان، مال، اور عزت و ناموس محفوظ ہوگی۔

۵۔معاویہ امام حسنؑ، امام حسینؑ اور خاندان اہل بیتؑ کے کسی دوسرے فرد کے خلاف کوئی سازش نہیں کرے گا اور انہیں کسی قسم کی کوئی آزار و اذیت نہیں پہنچائے گا۔

تفصیل کے لیے دیکھئے:(ویکی شیعہ، صلح امام حسن علیہ السلام)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام شرائط کو قبول کر لیا اور اس طرح دونوں جماعتوں میں صلح ہوگئی اور اقتدار حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو منتقل ہوگیا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے:

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : كَانَ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ مَعَ عَلِيٍّ عَلَى مُقَدِّمَتِهِ ، وَمَعَهُ خَمْسَةُ آلَافٍ قَدْ حَلَقُوا رُؤُوسَهُمْ بَعْدَ مَا مَاتَ عَلِيٌّ ، فَلَمَّا دَخَلَ الْحَسَنُ فِي بَيْعَةِ مُعَاوِيَةَ أَبَى قَيْسٌ أَنْ يَدْخُلَ ، فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ : مَا شِئْتُمْ ، إِنْ شِئْتُمْ جَالَدْتُ بِكُمْ أَبَدًا حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ ، وَإِنْ شِئْتُمْ أَخَذْتُ لَكُمْ أَمَانًا ، فَقَالُوا لَهُ : خُذْ لَنَا أَمَانًا ، فَأَخَذَ لَهُمْ أَنَّ لَهُمْ كَذَا وَكَذَا

، وَلَا يُعَاقَبُوا بِشَيْءٍ وَإِنِّي رَجُلٌ مِنْهُمْ ، وَلَمْ يَأْخُذْ لِنَفْسِهِ خَاصَّةً شَيْئًا ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ نَحْوَ الْمَدِينَةِ وَمَضَى بِأَصْحَابِهِ جَعَلَ يَنْحَرُ لَهُمْ كُلَّ يَوْمٍ جَزُورًا حَتَّى بَلَغَ۔

جناب عروہ سے روایت ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے لشکر کے اگلے حصّے میں رہے تھے، اوران کے ساتھ پانچ ہزار افراد تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اپنے سروں کو منڈوالیا تھا،پس جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت میں داخل ہوگئے تو قیس نے بیعت میں داخل ہونے سے انکار کر دیا، پھر اپنے ساتھیوں سے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں لے کر ہمیشہ لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ ہم میں سے پہلے مرنے والا مر جائے، اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے امان طلب کرلوں، وہ کہنے لگے آپ ہمارے لئے امان طلب کرلیں، چنانچہ انہوں نے ان کے لئے کچھ شرائط اور معاوضے کے ساتھ صلح کرلی، اور شرط ٹھہرائی کہ ان کو کسی قسم کی سزا نہ دی جائے، اور یہ کہا کہ میں ان کا ایک فرد ہوں گا، اور اپنے لئے کوئی شرط نہیں لگائی، جب وہ مدینہ کی طرف اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلے تو سارے راستے میں روزانہ ان کے لئے ایک اونٹ ذبح کرتے رہے یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ (ت: عوامۃ) جلد ۱۱، رقم: ۳۱۲۲۲، دار القبلۃ)

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی ایک طویل روایت میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے!

فرأيت أن أسالم معاوية واضع الحرب بيني وبينه وقد بايعته ورأيت حقن الدماء خير من سفكها ولم أرد بذلك إلا صلاحكم وبقاء كم۔

(امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا) ہم نے ان حالات و واقعات کا بغور جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا ہے اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے جنگ بندی کا فیصلہ کرتے ہوئے، سیدنا امیر معاویہ سے صلح اور بیعت کرلی ہے، اس صلح و بیعت سے اہل اسلام کے درمیان خون ریزی کا خاتمہ ہوگا،

اور اہل اسلام کیلئے اس فیصلہ میں سراسر خیر وصلاح مضمر ہے۔
(تفصیل کے لیے دیکھئے: بحار الانوار، جلد ۴۴)

شیعہ عالم محمد بن حسن الطوسی لکھتے ہیں!

حدثنا محمد بن عبد الحميد العطار الكوفي، عن يونس بن يعقوب، عن فضيل غلام محمد بن راشد، قال: سمعت أبا عبد الله عليه السلام: يقول: إن معاوية كتب إلى الحسن بن علي (صلوات الله عليهما) ان أقدم أنت والحسين وأصحاب علي۔
فخرج معهم قيس بن سعد بن عبادة الأنصاري وقدموا الشام، فأذن لهم معاوية وأعد لهم الخطباء، فقال يا حسن قم فبايع فقام فبايع، ثم قال للحسين عليه السلام قم فبايع فقام فبايع، ثم قال قم يا قيس فبايع فالتفت إلى الحسين عليه السلام ينظر ما يأمره، فقال يا قيس انه امامي يعني الحسن عليه السلام۔
معاویہ نے حسن بن علی صلوات اللہ علیہما کو لکھا کہ آپ، حسین اور علی کے دوسرے ساتھی میرے پاس آئیں، ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری بھی چل پڑا۔ یہ لوگ شام پہنچے، معاویہ نے انہیں آنے کی اجازت دی۔ اور ان کے لئے خطباء کو تیار کیا۔ کہنے لگا اے حسن! اٹھ اور بیعت کر، آپ اٹھے اور بیعت کر لی، پھر حسین سے کہا: اٹھ اور بیعت کر، پھر کہا: اے قیس! اٹھ اور بیعت کر، میں نے حسین کی طرف دیکھا کہ دیکھوں، وہ کیا حکم دیتے ہیں، تو انہوں نے کہا: اے قیس! یہ میرے امام ہیں، یعنی حسن علیہ السلام۔
ملاحظہ فرمائیں (اختیار معرفۃ الرجال (ت: جواد) صفحہ ۱۰۴، قیس بن عبادۃ موسسۃ النشر الاسلامی)



چھٹی فصل:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کی ولی عہدی:

اس مسئلہ میں متقدمین و متاخرین علماء نے طویل ابحاث ذکر کی ہیں میں کسی طویل بحث میں پڑنے کے بجائے اتنا عرض کرتا ہوں کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے اور اس سلسلہ میں کوئی دو آراء نہیں ہو سکتیں کہ حضرت سید الشہداء، امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسی قابل فخر ہستیوں کے ہوتے ہوئے یزید کو ولی عہدی کے لیے نامزد کرنے کا فیصلہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان عالی کے لیے مناسب نہیں تھا۔ اگر بالفرض آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اُس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس فیصلہ میں خطا پر تھے۔

یزید کی ولی عہدی کے بارے میں صحابہ کرام کا اختلاف درحقیقت رائے اور اجتہاد کا اختلاف تھا اور اس معاملے میں کسی کو بھی مطعون نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ ولی عہد بنانے کے لیے شرط جائز یا ناجائز کی بحث میں ہے، باقی جہاں تک افضیلت کی بات ہے تو بلا شبہ حضرت سیدنا امام حسین، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر، حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ کی موجودگی میں یزید کو خلافت کے لیے غیر موزوں سمجھنا ہی حق ہے۔ اس لیے ان میں سے بعض صحابہ نے اس نامزدگی کی مخالفت کی۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کو ان کی ذاتی اور انفرادی رائے تک ہی محدود رکھا جائے تو مناسب ہے اور بلا شک و شبہ اس سے اختلاف بھی ممکن ہے لیکن اختلاف کرنے والے بھی تو صحابہ ہی ہونے چاہئیں ہمیں چودہ سو سال بعد طعن و تشنیع کا دروازہ نہیں کھولنا چاہیے اور اپنی طرف سے کوئی

تبصرہ نہیں کرنا چاہیے۔حدیث پاک!إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا۔کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے۔

دوسرا یہ کہ:

اُس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کو یہ نہیں پتہ تھا کہ یزید کا کردار اتنی گھناؤنی صورت اختیار کرلے گا اسی لیے اُس وقت کسی بھی صحابی نے یزید کو فاسق و فاجر کہہ کر اُس کی ولی عہدی سے انکار نہیں کیا۔بعض دفعہ انسان سوچتا کچھ ہے لیکن ہوتا کچھ اور ہے آئندہ کے حالات کا کسے علم ہوتا ہے کہ آگے کیا ہوگا؟ جیسے قرآن پاک میں فرعون سے متعلق بیان کیا گیا ہے!

فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ -وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ صلے عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ (القصص:۸۔۹)

تو اسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے اور فرعون کی بی بی نے کہا یہ بچّہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے۔

اس آیت پاک سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فرعون کو یہ خبر نہیں تھی کہ یہ لڑکا بعد میں نبوت کے منصب پر فائز ہو جائے گا اور اس کے ہاتھوں ہی اس کی تباہی و بربادی لازم آئے گی،تو کیا اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ فرعون نے بعد کے حالات سے باخبر ہوتے ہوئے اس لڑکے کو اپنا بیٹا بنایا کہ بعد میں اس کے ہاتھوں اس کا اور اس کی قوم کا قصہ تمام ہو جائے۔

تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت سے یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ آپ کو

اپنے بیٹے کی فتنہ انگیزیوں کی خبر ہوتی اور آپ یہ سب جانتے ہوئے بھی اس کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کر جاتے۔

تیسرا یہ کہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سے اکابر صحابہ کرام جو حکومت کے معاملات کو نہایت احسن طریق پر چلا سکتے تھے وصال فرما گئے تھے اور جو موجود تھے وہ ضعیف العمر ہو چکے تھے اور حکومتی معاملات کی اہم ذمہ داری کا بارِ گراں اُٹھا نہ سکتے تھے اور نہ ہی اس کی خواہش اُن کے دل میں تھی اور حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی بیان سامنے نہیں آیا جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آپ نے حکومت کے حصول کے لیے کوئی خواہش ظاہر کی ہو یا مطالبہ کیا ہو۔

لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو ولی عہد نہ بنانے کی ایک وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جیسے کوفہ والوں نے حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے صلح کے اقدام سے اُن پر شدید تنقید کی آپ رضی اللہ عنہ کو 'عار المومنین' جیسے بے ہودہ خطاب سے نوازا، آپ پر قاتلانہ حملہ کیا اور آخر کار آپ کو شہید کر کے دم لیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ولی عہد مقرر ہو جاتے تو باغی تحریک کے لوگ جو صلح کے بعد بھی حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو جنگ پر ابھارتے رہے وہ دوبارہ سرگرم ہو جاتے اور اختلاف اُمت کا دروازہ ایک مرتبہ پھر کھل جاتا اور اُمت پھر جنگ و جدل جس کو حضرت سیدنا حسن و حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم نے اپنی کامل بصیرت کے ساتھ بڑی مشکل سے ختم کیا تھا دوبارہ شروع ہو جاتا۔

خلیفہ سے متعلق شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت:

ابن کثیر اور دیگر مؤرخین نے ایک روایت نقل کی ہے!

وَقَالَ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ جَابِرٍ قَالَ: بَعَثَنِي زِيَادٌ فِي شُغْلٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ. فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ أُمُورِي قُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لِمَنْ يَكُونُ الْأَمْرُ مِنْ بَعْدِكَ؟ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: يَكُونُ بَيْنَ جَمَاعَةٍ، إما كريم قريش سعيد بْنُ الْعَاصِ، وَأَمَّا فَتَى قُرَيْشٍ، حَيَاءً وَدَهَاءً وسخاء، عبد اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ، وَأَمَّا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فرجل سيد كريم، وإما القارى لِكِتَابِ اللّٰهِ الْفَقِيهُ فِي دِينِ اللّٰهِ، الشَّدِيدُ فى حدود الله، مروان بن الحكم، وأما رجل فقيه عبد الله بن عمر، وأما رجل يتردد الشَّرِيعَةَ مَعَ دَوَاهِي السِّبَاعِ وَيَرُوغُ رَوَغَانَ الثَّعْلَبِ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ۔

(تاریخ ابن کثیر: جلد ۸، صفحہ ۱۱۵، طبع نفیس اکیڈمی کراچی)
(تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: صفحہ ۵۹۲، ذکر النقباء، مجمع اللغۃ العربیۃ دمشق)

عبد الملک بن عمیر نے بحوالہ قبیصہ بن جابر بیان کیا ہے کہ زیاد نے مجھے (سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو) مال غنیمت کے ساتھ حضرت معاویہ کے پاس بھیجا اور جب میں اپنے اُمور سے فارغ ہوگیا تو میں نے کہا یا امیر المومنین! آپ کے بعد امیر کون ہو گا؟ آپ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا! امارت ایک جماعت کے درمیان ہو گی یا تو قریش کا سخی سعید بن العاص امیر ہو گا یا حیاء دانش مندی اور سخاوت کے لحاظ سے قریش کا نوجوان عبد اللہ بن عامر ہو گا یا حسن بن علی ہو گا جو ایک کریم سردار ہے یا کتاب اللہ کا قاری، دین کا فقیہ، حدود اللہ کے قیام میں سختی کرنے والا مروان بن الحکم ہو گا یا فقیہ شخص عبد اللہ بن عمر ہو گا اور عبد اللہ بن زبیر ہو گا۔

اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام اکابرین کو چھوڑ کر زبردستی یزید کے لیے بیعت نہیں لی بلکہ آپ کا موقف وہی تھا جو خلفاء ثلاثہ کا تھا یعنی امارت

شوریٰ کے مشورہ سے ہی قائم ہوگی اور یہ بھی بہت واضح ہے کہ امارت کے لیے سیدنا حسن کا نام نامی اسم گرامی بھی موجود ہے۔اس روایت میں دور دور تک کہیں بھی یزید بن معاویہ کا نام نہیں ہے تو بعد از وصال سیدنا حسن رضی اللہ عنہ یزید کی ولی عہدی پر بیعت کا سلسلہ کیوں شروع ہوگیا یہ ایک اہم سوال ہے۔

یقیناً اس بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی اندوہناک شہادت کے بعد ملکی حالات کا جو نقشہ آپ کے سامنے ہوگا اُس کو دیکھتے ہوئے آپ نے یہ فیصلہ کیا ہوگا کیونکہ بنو اُمیہ اور دیگر اقوام کو اس فیصلہ سے کوئی اختلاف نہ ہوتا لیکن اگر سیدنا امام عالی مقام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا جاتا تو شاید فتنہ کی آگ ایک مرتبہ پھر بھڑک اُٹھتی اور اُمت مسلمہ ایک مرتبہ پھر آپس میں ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگ جاتی۔

ایک مناسب تاویل اس کی یہ ہوسکتی ہے کہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی مقبولیت مکہ مدینہ اور عراق و کوفہ تک تو تھی لیکن باقی سلطنت اسلامیہ میں شاید آپ کے خلاف مزاحمتی تحریک پیدا ہو جاتی اور بالخصوص عراق و کوفہ میں بھی باغی تحریک کے لوگ موجود تھے جو امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرح آپ سے بھی بے وفائی کرتے اسی لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام پیش نہیں فرمایا۔جیسا کہ سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ جنگ کے لیے تیار ہو گئے لیکن آپ کے فیصلہ صلح میں ایک جم غفیر کی مخالفت سامنے آئی اور آپ کے ساتھی ہی آپ کے اس اقدام پر آپ کو معاذ اللہ ''عار المومنین'' جیسے گھٹیا لقب سے پکارتے اور بعد ازاں اس کا نتیجہ آپ کی شہادت پر جا کر ختم ہوا۔لہٰذا ایسی ہی کوئی سازش دوبارہ جنم لے سکتی تھی اسی لیے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام پاک سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خلافت کے منصب سے دور رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

امام سیوطی امام حسن کا قول نقل فرماتے ہیں کہ!

مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ بخدا قوت وخلافت اب ہمارے خاندان میں نہیں رہے گی اور مجھے یقین ہے کہ بے وقوف کوفی تم کو خلیفہ بنائیں گے لیکن پھر وہی تم کو کوفہ سے شہر بدر کریں گے۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: تاریخ الخلفاء سیوطی، صفحہ ۴۰۲ پروگریسو بکس لاہور)

مزید لکھتے ہیں کہ!

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اہالیان کوفہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی سے بلا رہے تھے اور ان سے بیعت کے لیے تیار تھے لیکن آپ ہمیشہ انکار فرمادیا کرتے تھے۔ **(ایضاً: صفحہ ۴۲۴)**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسی مدبر شخصیت بھی اپنا زیادہ وقت عبادت اور تعلیم کے میدان میں گزارتے تھے اور آپ کو اُمور خلافت میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی سیاسی میدان کے آدمی نہ تھے بلکہ ان کی سرگرمیوں کا میدان علمی تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ بصرہ کے گورنر رہ چکے تھے لیکن ایک طویل عرصہ سے ملکی معاملات سے دور تھے آپ علمی وتحقیقی دنیا کے بے تاج بادشاہ تھے اور آپ کا یہی مشن تھا اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی عالمانہ تربیت نے کیسے کیسے ذہین وفطین طلباء کو مستقبل میں امت کی فکری قیادت کے لیے تیار کیا آپ کی تربیت نے وہ جلیل القدر عالم پیدا کیے جو اگلی نسل میں مسلمانوں کے چوٹی کے فکری ومذہبی راہنما بنے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایک نہایت جلیل القدر بزرگ اور عالم تھے آپ ہجرت نبوی کے بعد پیدا ہونے والے پہلے بچے تھے اور خلفاء راشدین اور خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے

زمانے میں اہم خدمات انجام دے چکے تھے۔آپ کا معاملہ یہ تھا کہ آپ کا اثر ورسوخ صرف مکہ اور مدینہ تک محدود تھا اور آپ کو پورے عالم اسلام میں وہ اثر ورسوخ حاصل نہ تھا جو کہ خلیفہ کے لیے ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ بعد میں جب آپ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تو عراق اور شام کے لوگوں نے آپ کے خلاف بغاوت کر دی۔

مشہور مورخ و ماہر علم عمرانیات علامہ ابن خلدون:

''حضرت معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنایا کیونکہ اگر یزید ولی عہد نہ ہوتا تو مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہونے کا خوف تھا۔کیونکہ بنو امیہ اپنے علاوہ کسی دوسرے کی خلافت کو قبول نہیں کرتے تھے۔اگر کسی دوسرے کو ولی عہد بنا دیا جاتا تو وہ اسے نہ مانتے اور اس طرح اتحاد میں فساد آتا،اگر چہ مقرر شدہ ولی عہد کے بارے میں ولی عہدی سے قبل اچھا ہی خیال ہوتا۔بے شک یہ بات معقول ہے اور اس میں شک کی ذرا سی بھی گنجائش نہیں اور اس کے علاوہ کوئی اور خیال بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں کیا جا سکتا۔بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو ولی عہد مقرر کر جاتے اور اس کے فسق و فجور سے خبر دار ہوتے۔حاشا للہ حضرت معاویہ ایسا ہر گز نہیں کر سکتے تھے،صحابی کے بارے میں اس قسم کی بدخیالی سے اللہ کی پناہ''۔

(مقدمہ ابن خلدون حصہ اول، صفحہ 280 طبع، المیزان لاہور)

آگے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوسروں کو چھوڑ کر یزید کو مصلحت کے تحت ولی عہد منتخب کیا تھا کیونکہ بنو اُمیہ کے ارباب حل وعقد کا یزید کی جانشینی پر اتفاق تھا کیونکہ اس وقت بنو اُمیہ اپنے علاوہ کسی اور کے لیے خلافت نہیں چاہتے تھے۔بنو اُمیہ قریش تھے انہیں تمام مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی اور یہی ارباب حکومت تھے اس لیے انھی میں سے ولی عہد منتخب کیا گیا اور جو بظاہر خلافت کے اہل تھے انھیں چھوڑ دیا گیا تا کہ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق میں جو شارع کے

نزدیک بہت اہم ہے فساد وخرابی نہ آئے اور ملک میں افراتفری نہ پھیلے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی اچھا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ آپ کی عدالت اور صحبت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی چاہتی ہے اور پھر بڑے بڑے صحابہ کا اجماع اور ان کی خاموشی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت معاویہ برے خیال سے بری ہیں کیونکہ صحابہ کی شان نہ تھی کہ وہ حق سے چشم پوشی فرمائیں اور مروت سے کسی کے ساتھ نرمی برتیں اور نہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی یہ شان تھی کہ وہ اقتدار شاہی کے سامنے حق ماننے سے انکار کریں تمام صحابہ کی شان بلند وممتاز ہے اور ان کی عدالت ان کے ساتھ اس قسم کے برے خیالات سے روکتی ہے"۔

(مقدمہ ابن خلدون حصہ دوم، صفحہ 287 طبع، المیزان لاہور)

محمد بن الحسین الفراء حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو ولی عہد مقرر کرنا شریعت کی روح سے کیسا تھا تو اس ضمن میں محمد بن الحسین الفراء حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 458ھ) تحریر فرماتے ہیں:

ویجوز للإمام أن یعهد إلی إمام بعده، ولا یحتاج فی ذلك إلی شهادة أهل الحل والعقد وذلك لأن أبا بکر عهد إلی عمر رضی الله عنهما، وعمر عهد إلی ستة من الصحابة رضی الله عنهم، ولم یعتبرا فی حال العهد شهادة أهل الحل والعقد، ولأن عهده إلی غیره لیس بعقد للإمامة، بدلیل أنه لو کان عقداً لها لأفضی ذلك إلی اجتماع إمامین فی عصر واحد وهذا غیر جائز وإذا لم یکن عقداً لم یعتبر حضورهم، وکان معتبراً بعد موت الإمام العاقد۔

(الاحکام السلطانیۃ للفراء، صفحہ 25، دار الکتب العلمیہ بیروت)

"خلیفہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے بعد کے لیے کسی شخص کو ولی عہد بنائے اور اس معاملہ میں اہل حل وعقد کی موجودگی کوئی ضروری نہیں اس لیے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ولی عہد بنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ صحابہ کرام کو یہ فریضہ سپرد کیا اور سپرد کرتے وقت کسی نے بھی اہل حل وعقد کی موجودگی کو ضروری نہیں سمجھا۔اس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ کسی کو ولی عہد بنانا اس کو خلیفہ بنانا نہیں ہے۔ورنہ ایک ہی زمانے میں خلفاء کا اجتماع لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے اور جب یہ خلافت کا عقد نہیں ہے تو اہل حل وعقد کی موجودگی بھی ضروری نہیں، ہاں ولی عہد بنانے والے کی وفات کے بعد ان کی موجودگی ضروری ہے''۔

آگے لکھتے ہیں:

ويجوز أن يعهد إلى من ينتسب إليه بأبوة أو بنوة، إذا كان المعهود له على صفات الأئمة لأن الإمامة لا تنعقد للمعهود إليه بنفس العهد وإنما تنعقد بعهد المسلمين والتهمة تنتفي عنه-

(حوالہ ایضاً)

''خلیفہ کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو ولی عہد بنائے جو اسکے ساتھ باپ یا بیٹے کا رشتہ رکھتا ہو، بشرطیکہ وہ خلافت کی شرائط کا حامل ہو، اس لئے کہ خلافت محض ولی عہد بنانے سے منعقد نہیں ہو جاتی بلکہ مسلمانوں کے قبول کرنے سے منعقد ہوتی۔اور اس وقت ہر تہمت دور ہو جاتی ہے''۔

لیکن یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوتا کہ میرے بعد یزید آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اتنا گھناؤنا سلوک کرے گا تو وہ کبھی بھی ایسا اقدام نہ کرتے۔کیونکہ یزید حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں اتنا ظالم و بد کردار نہیں تھا لیکن بعد از وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اُس نے جو کچھ کیا اور کرایا وہ ہماری تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے جس کا ذمہ دار یزید خود ہے۔

یہ وہ وجوہات تھیں جس کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد کے

لیے نامزد کیا اور اگر آپ کا یہ فعل دیانت پر مبنی نہ ہوتا تو یزید کے حق میں ایسی دعا نہ کرتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یزید کے لیے عجیب دعا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے معاملہ میں اللہ کریم عزوجل کے حضور یوں دعا فرمائی:

عن عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: خَطَبَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ إِنَّمَا عَهِدْتُ لِيَزِيدَ لَمَّا رأيت من فضله، فبلغه ما أملت وأعنه، وَإِنْ كُنْتُ إِنَّمَا حَمَلَنِي حُبُّ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ، وَأَنَّهُ لَيْسَ لِمَا صَنَعْتُ بِهِ أَهْلا، فَاقْبِضْهُ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ ذَلِكَ۔

''عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ ایک روز خطبہ میں امیر معاویہ نے اس طرح دعا مانگی کہ الہٰی! میں اگر یزید کو اس کی لیاقت اور ہوشمندی کے باعث ولی عہد بنا رہا ہوں تو میری اس کام میں مدد فرما اور میں محض شفقت پدری کے باعث اگر ایسا کر رہا ہوں اور وہ خلافت کے قابل نہیں ہے تو اس کے تخت نشین ہونے سے پہلے اس کو موت دے دے۔

(تاریخ الاسلام ذھبی (ت: بشار)، جلد ۲، صفحہ ۷۳۱، دار الغرب اسلامی)

(تاریخ الخلفاء صفحہ 424، پروگریسو بکس لاہور)

علامہ ابن کثیر (متوفی 774ھ) نے بھی اس کو اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے:

''وَرُوِّينَا عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا فِي خُطْبَتِهِ: اللَّهمّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي وَلَّيْتُهُ لِأَنَّهُ فِيمَا أَرَاهُ أَهْلٌ لِذَلِكَ فأتمم له ما وليته، وإن كنت وَلَّيْتُهُ لِأَنِّي أُحِبُّهُ فَلَا تُتْمِمْ لَهُ مَا وَلَّيْتُهُ''۔ **(البدایۃ والنھائیۃ، جلد ۸، صفحہ ۸۰، طبع دار الفکر)**

ترجمہ: حضرت معاویہ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے دعا فرمائی: اے اللہ! اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے اس (یزید) کو اس لیے نامزد کیا ہے کہ وہ میری رائے میں اس کا اہل ہے تو اس ولایت کو اس کے لیے پورا فرما دے۔ اور اگر میں نے اس کو محض اس لیے ولی عہد بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو اس ولایت کو پورا نہ فرما۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے کے حق میں اس انداز میں دعا کرنا اور وہ بھی عین خطبے میں عوام الناس کے سامنے یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ یزید کو محض بیٹا ہونے کی وجہ سے ولی عہد نہیں بنا رہے تھے بلکہ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے آپ نے یہ اقدام کیا۔ آپ کی اس دعا سے آپ کے خلوص اور سچائی کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے۔

چونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہہ صحابی ہیں اور بخاری شریف میں حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول موجود ہے کہ آپ نے فرمایا! ''انه فقيهه'' لہٰذا ہمیں کوئی بھی تبصرہ کرنے سے پیشتر اس فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے:

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَكُونَ لِأَصْحَابِي بَعْدِي زَلَّةٌ، يَغْفِرُهَا اللهُ لَهُمْ بِصُحْبَتِهِمْ، وَسَيَتَأَسَّى بِهِمْ قَوْمٌ بَعْدَهُمْ، يَكُبُّهُمُ اللهُ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ فِي النَّارِ۔

(معجم الاوسط، جلد 3، صفحہ 300، طبع دار الحرمین)

ترجمہ: قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جسے اللہ بخش دے گا اُس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا۔

صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا تو انھوں نے اپنی گورنری بچانے کے لیے حضرت معاویہ کو اپنے بیٹے یزید کی بیعت کا مشورہ دیا جس کی وجہ سے سارا فتنہ پھیلا۔ امام طبری نے اس روایت کو نقل کیا اور پھر علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں درج کیا۔

امام طبری کی روایت درج ذیل ہے لکھتے ہیں!

حَدَّثَنِي الْحَارِثُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْمَاعِيلَ الهمداني وعلى بن مُجَاهِدٍ، قَالا: قَالَ الشَّعْبِيّ: قدم الْمُغِيرَة عَلَى مُعَاوِيَة واستعفاه وشكا إِلَيْهِ الضعف، فأعفاه، وأراد أن يولي سَعِيد بن الْعَاصِ، وبلغ كاتب الْمُغِيرَة ذَلِكَ، فأتى سَعِيد بن الْعَاصِ فأخبره وعنده رجل من أهل الْكُوفَة يقال لَهُ رَبِيعَة- أو الربيع- من خزاعة، فأتى الْمُغِيرَة فَقَالَ: يَا مغيرة، مَا أَرَى أَمِير الْمُؤْمِنِينَ إلا قَدْ قلاك، رأيت ابن خنيس كاتبك عند سعيد ابن الْعَاصِ يخبره أن أَمِير الْمُؤْمِنِينَ يوليه الْكُوفَة، قَالَ الْمُغِيرَة: أفلا يقول كما قَالَ الأعشى-أم غاب ربك فاعترتك خصاصة ... ولعل ربك أن يعود مؤيدا- رويدا! أدخل عَلَى يَزِيد، فدخل عَلَيْهِ فعرض لَهُ بالبيعة، فأدى ذَلِكَ يَزِيد إِلَى أَبِيهِ، فرد مُعَاوِيَة الْمُغِيرَة إِلَى الْكُوفَةِ، فأمره أن يعمل فِي بيعة يَزِيد-

(**تاریخ طبری: جز۵، باب** ذکر خبر البیعه لیزید بولایة العهد، **طبع دار التراث بیروت**)

ترجمہ: حضرت مغیرہ نے امیر معاویہ کے پاس آ کر اپنی ضعیفی کی شکایت کی اور مستعفی ہونا چاہا۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے استعفیٰ منظور کرلیا اور سعید بن عاص کو اس خدمت پر مقرر کرنا چاہا یہ خبر ابن خنیس کاتب مغیرہ کو پہنچی ۔ یہ سعید بن عاص کے پاس پہنچا اس سے یہ حال بیان کر دیا۔اس وقت سعید کے پاس ربیع یا ربیعہ خزاعی بیٹھا ہوا تھا۔اس نے حضرت مغیرہ سے جا کر کہا کہ مغیرہ میں سمجھتا ہوں کہ امیر المومنین آپ سے آرزدہ ہیں میں نے آپ کے کاتب ابن خنیس کو سعید بن عاص کے پاس دیکھا وہ اس سے کہہ رہا تھا کہ امیر المومنین اب تم کو کوفہ کا امیر کرنے والے ہیں ۔حضرت مغیرہ نے کہا اسے تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ مغیرہ پھر بڑے استحکام کے ساتھ واپس آنے والا ہے ٹھہرو میں یزید کے پاس جاتا ہوں ۔حضرت مغیرہ نے یزید کے پاس جا کر بیعت لینے کا ذکر کیا یزید نے یہ ذکر اپنے والد صاحب تک پہنچا دیا اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر مغیرہ کو

ہی امارت کوفہ پر واپس کیا اور حکم دیا کہ یزید کی بیعت کے لیے کچھ تیاری کرے۔

جواب اعتراض:

اوّل:

یہ کہ اس روایت میں ''ابو اسماعیل الھمد انی'' مجہول ہے۔

دوم:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ عظیم مقام و مرتبہ کے حامل صحابی ہیں آپ بیعت رضوان میں شامل تھے۔آپ نہایت ہی حلیم الطبع اور درگزر کرنے والی شخصیت کے حامل تھے اور ایک تجربہ کار ایڈمنسٹریٹر تھے آپ جب تک کوفہ کے گورنر رہے نہایت ہی احسن انداز سے تمام معاملات کو چلایا کسی کو بھی آپ سے کوئی شکایت نہیں تھی۔

سوم:

امام طبری کی پیش کردہ روایت میں بہت سے تضاد پائے جاتے ہیں ایک تو یہ کہ خود امام طبری نے لکھا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی جب کہ یہ واقعہ ۵۶ھ کا ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اگر ۵۱ ھجری میں وفات پاچکے تھے تو پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ ۵۶ ھجری میں آپ نے استعفی دیا اور پھر استعفی کو واپس کروانے کے لیے یزید کی ولی عہدی کی تحریک شروع کر دی؟ کیا یہ سب کام آپ نے اپنی وفات کے پانچ سال بعد دنیا میں دوبارہ آکر کیے؟

معترضین کہہ سکتے ہیں کہ امام طبری نے غلطی سے اس واقعے کو ۵۶ھ کے باب میں نقل کر دیا ہے، دراصل یہ واقعہ آپ کی وفات سے پہلے کہیں ۵۰ یا ۵۱ ھجری میں پیش آیا ہوگا۔ اس بات کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔علاوہ ازیں اس روایت کو کسی بھی محدث نے اپنی کتاب

میں نقل نہیں کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت نا قابل قبول ہے۔

چہارم:

اس روایت میں ایک تضاد یہ بھی ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے خود استعفیٰ دیا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول نہ کیا تھا۔ اگر حضرت معاویہ انہیں معزول کرتے پھر تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ دوبارہ بحالی کے لیے انھوں نے ایسی کوشش کی ہوگی خود استعفیٰ دے کر پھر بحالی کی کوشش ایک نامعقول بات ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی صحت دوبارہ بہتر ہوگئی تھی اس وجہ سے انہوں نے اپنی بحالی کی تحریک شروع کی تو یہ بات بھی نامعقول ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ براہ راست حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کر لیتے وہ آپ کے مقام و مرتبے اور آپ کی سابقہ خدمات کی وجہ سے دوبارہ گورنر مقرر کر دیتے۔ اس کے لیے یزید کی نامزدگی کی تحریک پیدا کرنے کی حضرت مغیرہ کو کوئی ضرورت نہ تھی۔

ولی عہدی کی مخالفت کرنے والے صحابہ کرام

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کی چند صحابہ کرام نے مخالفت کی اور وہ بھی صرف اس لیے کہ اُن کو اُس وقت یزید سے اختلاف نہیں تھا بلکہ اس طریقہ کار پر اختلاف تھا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا کہ اُن سے پہلے جو خلفاء راشدین گزرے ہیں انھوں نے اپنے بیٹوں کو جو کہ علم و فضل زہد و تقوی میں یزید سے ہزار درجہ افضل و اعلیٰ ہیں اپنا ولی عہد نہیں بنایا تو آپ نے ایسا کیوں کیا؟۔

دوسرا یہ کہ:

اس اختلاف کی بنیاد اس اندیشہ پر مبنی تھی کہ کہیں باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ بنانے سے خلافت ملوکیت میں نہ تبدیل ہو جائے اور ہر خلیفہ کے بعد اس کا بیٹا ہی خلیفہ بننے لگے۔

یزید کی ولی عہدی کی مخالفت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر، حضرت سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر، حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر، اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اور حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نام کتب تواریخ میں نظر آتے ہیں لیکن مستند روایات کے تحت صرف دو بزرگ ایک حضرت سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے نام ملتے ہیں۔

تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحیح بخاری: (ت: زھیر) رقم: ۴۸۲۷ طبع دار طوق النجاۃ)

(تاریخ اسلام ذھبی: (ت: التدمری) "الطبقۃ السادسۃ" حوادث سنۃ احدی وخمسین" جلد ۴، دار الکتاب العربی بیروت)

(حلیۃ الاولیاء: جلد ۱، عبد اللہ بن زبیر طبع السعادۃ بجوار مصر)

البتہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیان کردہ روایت میں حضرت ابن عباس اور سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے نام بھی یزید کی ولی عہدی کے مخالفین میں لکھے ہیں لیکن اس روایت کی سند میں "حدثنی رجل بنخلۃ" ایک مجہول اور نامعلوم راوی ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ناقابل قبول ہے۔

حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ تو یزید کی جبراً تخت نشینی سے پہلے ہی وصال کر گئے تھے جبکہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی نہ ہی مخالفت کی اور نہ ہی موافقت کی بلکہ آپ کا مؤقف تھا کہ جب تمام اُمت بیعت پر متفق ہو جائے گی تو میں بھی ہو جاؤں گا۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ تمام معاملات یزید کے جبراً تخت نشین ہونے سے پہلے کے ہیں۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد جب یزید کے کردار میں تغیر وتبدیلی کے زبردست اثرات ظاہر ہوئے اور اُس نے زبردستی اپنی بیعت لینی شروع کی اور خلاف اسلام اُمور سرانجام دینے لگا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میدان عمل میں اتر

پڑے اور اپنے تمام اہل وعیال سمیت دین حق کی بقاو دفاع کے لیے یزید کا مقابلہ کرنے کے لیے کوفہ کی جانب نکل پڑے۔

بیعتِ یزید کے لیے قتل کی دھمکی کا الزام:

اس ضمن میں مخالفین حضرات کی طرف سے درج ذیل یہ روایات بھی سامنے آئی ہیں کہ جن میں آپ پر یہ الزام ہے کہ آپ نے بیعت یزید کے لیے زبردستی کی اور صحابہ کرام کو قتل کی دھمکیاں بھی دیں۔

پہلی روایت اور اس کی تحقیق:

طبقات ابن سعد میں ہے!

قال محمد بن عمر ، قال ابن أبي سبرة وقد أخبرني عبد الله بن أبي بكر بن محمد بن عَمرو بن حزم ---------- ثم اعتمر معاوية فی رجب, سنة ست وخمسين ، وقدم المدينة، فكان بينه وبين الحسين بن علی, وعبد الله بن عُمَر, وعبد الرحمن بن أبي بكر, وعبد الله بن الزبير ما كان من الكلام فی البيعة ليزيد بن معاوية، وقال: إنی أتكلم بكلام فلا تردوا علی شيئا, فأقتلكم. فخطب الناس، فأظهر أنهم قد بايعوا، وسكت القوم, فلم يقروا ولم ينكروا خوفا منه۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجب ۵۶ ہجری میں عمرہ کیا اور مدینہ آئے، پھر یزید بن معاویہ کی بیعت کے سلسلے میں حسین بن علی ، عبداللہ بن عمر ، عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے ان کی بات چیت ہوئی ، اور معاویہ نے کہا: میں ایک بات کہنے جارہا ہوں تم لوگ اس کی ذرہ برابر بھی تردید نہ کرنا ورنہ میں تمہیں قتل کردوں گا۔ چنانچہ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطاب کیا اور یہ ظاہر کیا کہ ان حضرات نے بیعت کرلی ہے اور یہ حضرات

خاموش رہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ڈر سے نہ تو اقرار کیا اور نہ ہی انکار کیا۔۔۔

(الطبقات الکبیر لابن سعد (ت: عمر): ٦/ ٢٧، رقم: ٥٣٤٧، مکتبہ الخانجی قاھرہ)

یہ روایت درج ذیل وجوہات کی بنا پر ناقابل قبول ہے اس کی سند میں ''محمد بن عمر واقدی'' صاحب ہیں جو محدثین کے نزدیک کذاب ہیں۔

دیکھئے: (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم)

(اسئلۃ للنسائی فی الرجال المطبوع فی رسائل فی علوم الحدیث)

(سیر أعلام النبلاء للذھبی)

اسی سند میں ایک دوسرے راوی ''ابن ابی سبرہ'' ہے یہ بھی کذاب اور وضاع حدیث کہلائے جاتے ہیں۔

دیکھئے: (العلل ومعرفۃ الرجال) (الکامل فی الضعفاء)

دوسری روایت اور اس کی تحقیق:

خلیفہ بن خیاط فرماتے ہیں!

حدثنا وهب قال حدثني أبي عن أيوب عن نافع قال خطب معاوية فذكر ابن عمر فقال والله ليبايعن أو لأقتلنه فخرج عبد الله بن عبد الله بن عمر إلى أبيه فأخبره وسار إلى مكة ثلاثا فلما أخبره بكى ابن عمر فبلغ الخبر عبد الله بن صفوان فدخل على ابن عمر فقال أخطب هذا بكذا قال نعم فقال ما تريد أتريد قتاله فقال يا بن صفوان الصبر خير من ذلك فقال ابن صفوان والله لئن أراد ذلك لأقاتلنه فقدم معاوية مكة فنزل ذا طوى فخرج إليه عبد الله بن صفوان فقال أنت الذي تزعم أنك تقتل ابن عمر إن لم يبايع لابنك فقال أنا أقتل ابن عمر إني والله لا أقتله

نافع کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا

تذکرہ کیا اور کہا: ’’اللہ کی قسم یہ بیعت کرلیں ورنہ میں انہیں قتل کردوں گا(!)‘‘۔ یہ سن کر عبداللہ بن عبداللہ بن عمر اپنے والد کے پاس گئے انہیں اس بات سے آگاہ کیا، وہ تین دن کے اندر مکہ پہنچ گئے۔ ان کے والد نے جب یہ بات سنی تو رو پڑے۔ پھر یہ بات عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا انہوں نے اپنے خطاب میں یہ بات کہی ہے؟ کہا: ہاں۔عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ ان سے لڑنا چاہتے ہیں؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے ابن صفوان! صبر اس سے بہتر ہے۔ پھر عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم اگر انہوں نے ایسا ارادہ کیا ہے تو میں ان سے لڑوں گا۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ آئے اور مقام ذی طوی میں نزول فرمایا تو عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور کہا: کیا آپ کا یہ ارادہ ہے کہ اگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے بیٹے کی بیعت نہ کی تو آپ انہیں قتل کردیں گے؟؟؟ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے (حیرت سے) کہا: میں انہیں قتل کردوں گا؟ اللہ کی قسم میں ان کو قتل نہیں کرسکتا۔

(تاریخ خلیفہ بن خیاط: (ت: العمری) (سنۃ احدی وخمسین، صفحہ ۲۱۴، دار طیبۃ الریاض)

اس روایت کو نقل کرتے ہوئے ایک جملہ کے بیان میں راوی سے غلطی ہوئی ہے چنانچہ انہوں نے اس روایت میں کہا!

’’واللہ لیبایعن أو لأقتلنہ‘‘ (اللہ کی قسم یہ بیعت کرلیں ورنہ میں انہیں قتل کردوں گا)

جبکہ ایوب سختیانی ہی سے اسی روایت کو اسماعیل بن ابراہیم الأسدی نے بیان کیا تو انہوں نے اس مقام پر کہا ’’لَيُقْتَلَنَّ ابْنُ عُمَرَ‘‘ (ابن عمر رضی اللہ عنہ (کسی کے ہاتھوں) قتل کردئے جائیں گے) چنانچہ:

طبقات ابن سعد میں ہی یہ روایت موجود ہے!

أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَسَدِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ حَلَفَ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَيُقْتَلَنَّ ابْنُ عُمَرَ, فَلَمَّا دَنَا مِنْ مَكَّةَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ وَتَلَقَّاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَفْوَانَ فِيمَنْ تَلَقَّاهُ, فَقَالَ: إِيهٍ مَا جِئْتَنَا بِهِ، جِئْتَنَا لِتَقْتُلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ؟ قَالَ: وَمَنْ يَقُولُ هَذَا؟ وَمَنْ يَقُولُ هَذَا؟ وَمَنْ يَقُولُ هَذَا؟ ثَلَاثًا

نافع کہتے ہیں کہ: جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو منبر رسول پر حلف لے کر کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ (کسی کے ہاتھوں) قتل کر دئے جائیں گے ۔ اس کے بعد جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ کے قریب پہونچے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا، انھیں لوگوں میں عبد اللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے کہا: یہی سب کرنے کے لئے تم ہمارے پاس آئے ہو! کیا تمہارے آنے کا مقصد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قتل ہے؟ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کون یہ بات کہتا ہے؟ کون یہ بات کہتا ہے؟ کون یہ بات کہتا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ تین بار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سوال دہرایا۔

(الطبقات الکبریٰ: جلد ۴، صفحہ ۱۸۳، طبع دار صادر)

جبکہ ابن عون نے بھی اسی روایت کو نافع سے بیان کیا اور انہوں نے بھی "یُقْتَلَنَّ ابْنُ عُمَرَ" (ابن عمر رضی اللہ عنہ (کسی کے ہاتھوں) قتل کر دئے جائیں گے) کے الفاظ نقل کئے ہیں چنانچہ:

ابن سعد لکھتے ہیں!

أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ حَلَفَ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَيُقْتَلَنَّ ابْنُ

عُمَر، قَالَ: فَجَعَلَ أَهْلُنَا يَقْدُمُونَ عَلَيْنَا وَجَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ، فَدَخَلَا بَيْتًا، وَ كُنْتُ عَلَى بَابِ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ يَقُولُ: أَفَتَتْرُكُهُ حَتَّى يَقْتُلَكَ، وَاللّٰهِ لَوْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنَا وَأَهْلُ بَيْتِي لَقَاتَلْتُهُ دُونَكَ، قَالَ: فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَفَلَا أَصْبِرُ فِي حَرَمِ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَسَمِعْتُ نَجِيَّهُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ مَرَّتَيْنِ، فَلَمَّا دَنَا مُعَاوِيَةُ تَلَقَّاهُ النَّاسُ وَتَلَقَّاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ فَقَالَ: إِيهٍ مَا جِئْتَنَا بِهِ، جِئْتَ لِتَقْتُلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ؟ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَقْتُلُهُ

نافع کہتے ہیں کہ: جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو منبر رسول پر حلف لے کر کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ (کسی کے ہاتھوں) قتل کر دئے جائیں گے۔ اس کے بعد ہمارے اقرباء ہمارے پاس آنے لگے اور عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت میں دروازہ کے پاس تھا۔ تو عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کیا آپ امیر معاویہ کو چھوڑ دیں گے تاکہ وہ آپ کو قتل کر دیں؟ اللہ کی قسم اگر میں اور میرے گھر والوں کے علاوہ کوئی بھی نہ ہوتا تو بھی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑتا۔ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں اللہ کے حرم میں صبر نہ اختیار کروں؟ نافع کہتے ہیں کہ میں نے اس رات دو بار عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سسکنے کی آواز سنی۔ پھر جب امیر معاویہ (مکہ کے) قریب پہنچے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں گھیرا اور کہا: یہی سب کرنے کے لئے تم ہمارے پاس آئے ہو! کیا تمہارے آنے کا مقصد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قتل ہے؟ حضرت امیر معاویہ نے کہا اللہ کی قسم میں ان کو قتل نہیں کر سکتا۔

(الطبقات الکبریٰ: جلد ۴، صفحہ ۱۸۳، طبع دار صادر)

معلوم ہوا کہ نافع نے "لَيُقْتَلَنَّ ابْنُ عُمَرَ (ابن عمر رضی اللہ عنہ (کسی کے ہاتھوں) قتل

کردئے جائیں گے)'' کے الفاظ ہی بیان کئے ہیں جیسا کہ ان سے دولوگوں نے روایت کیا ہے ،اور جریر بن حازم نے ان میں سے ایک سے روایت کیا تو یہ الفاظ بدل گئے۔

علامہ ذہبی نے بھی ''لَیُقْتَلَنَّ ابْنُ عُمَرَ'' کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

دیکھئے:(تاریخ اسلام ذھبی (ت: تدمری) جلد ۵،صفحہ ۴۶۶،دار الکتاب العربی بیروت)

(سیر اعلام النبلاء: جلد ۳،صفحہ ۲۲۵،طبع موسستہ الرسالۃ)

الحاصل یہ کہ یہ روایت غلط وغیر ثابت ہے اس میں راوی نے ارادہ قتل کی نسبت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کردی ہے جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوسروں کی طرف سے قتل کے خدشہ کا اظہار کیا تھا۔

دراصل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بعض اہل شام کی طرف سے یہ خطرہ محسوس کررہے تھے اور انہیں کی جانب سے متوقع اقدام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیعت نہیں کریں گے تو بعض اہل شام کی طرف سے قوی خدشہ ہے کہ وہ انہیں قتل کردیں گے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو قتل کی دھمکی:

محب طبری ''الریاض النضرۃ'' میں تحریر کرتے ہیں!

عن ابن سعيد بن زيد قال: كتب معاوية بن أبي سفيان إلى مروان ابن الحكم بالمدينة يبايع الناس لابنه يزيد، فقال رجل من الشام: ما يحبسك؟ قال: حتى يجيء سعيد بن زيد فيبايع، فإنه سيد أهل البلد؛ فإذا بايع بايع الناس. قال: افلا أذهب آتيك به؟ فجاء الشامي وأنا مع أبي الدار، فقال: انطلق فبايع، فقال: أنطلق، فسأجيء فأبايع؛ فقال: تنطلق أو لأضربن عنقك؛ قال: أتضرب عنقي؟ والله إنك لتدعوني إلى أقوام أنا قاتلتهم على الإسلام.

قال: فرجع إلى مروان وأخبره، فقال له مروان. اسكت. قال: فماتت أم المؤمنين. أظنها زينب، فأوصت أن يصلي عليها سعيد بن زيد، فقال الشامي لمروان: ما يحبسك أن تصلي على أم المؤمنين؟ قال: أنتظر الرجل الذي أردت أن تضرب عنقه، فإنها أوصت أن يصلي عليها، فقال الشامي: أستغفر الله۔

(الریاض النضرۃ: جلد ۴، فصل الثامن فی ذکر نبذ من فضائلہ، دار الکتب العلمیہ)

(معجم الصحابہ البغوی: جلد ۳، رقم: ۹۶۳، دار البیان کویت)

حضرت امیر معاویہ نے مروان بن الحکم کو خط لکھا کہ مدینہ میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے۔ایک شامی مرد جو حضرت معاویہ کا خط لے کر آیا تھا اُس نے کہا تم بیعت لینے میں توقف کیوں کر رہے ہو؟ تو مروان نے کہا کہ مجھے سعید بن زید کا انتظار ہے جو عشرہ مبشرہ کے فرد ہیں جب وہ بیعت کرلیں گے تو باقی تمام لوگ بیعت کرلیں گے۔وہ شامی مرد حضرت سعید کے پاس گیا اور کہا کہ چلیے اور بیعت کیجئے حضرت سعید نے کہا کہ تم جاؤ میں آجاؤں گا شامی مرد نے کہا چلیے نہیں تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔

حضرت سعید نے کہا کہ تم میری گردن مارو گے؟ تم مجھے اُس قوم کی طرف دعوت دیتے ہو جس کے لیے میں نے اسلام پر جنگ کی تھی۔پس وہ شامی مروان کے پاس واپس آیا اور اُسے ساری بات بتائی مروان نے کہا کہ خاموش رہو۔انہی دنوں میں اُم المومنین کا انتقال ہوگیا (راوی کا گمان ہے کہ شاید وہ سیدہ زینب تھیں) پس انہوں نے وصیت فرمائی کہ میری نماز جنازہ حضرت سعید پڑھائیں جب جنازہ جنازہ گاہ میں حاضر ہوا تو شامی مرد نے مروان کو کہا کہ تم جنازہ پڑھانے میں توقف کیوں کر رہے ہو؟ مروان نے جواب دیا کہ جنازہ وہ شخص پڑھائے گا جس کی گردن مارنے کا تو نے ارادہ کیا تھا کیونکہ اُم المومنین نے اس کو وصیت کی تھی۔شامی مرد

نے کہا اللہ مجھے معاف فرمائے۔

اس روایت پر تبصرہ:

پہلی گزارش کہ اس روایت کی سند موجود نہیں ہے اور دوسری یہ کہ اس کہانی میں رجل شامی ایک مجہول آدمی ہے۔

جبکہ مخالفین نے یہ نتیجہ نکالا کہ یزید کی بیعت کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمال صاحبان عشرہ مبشرہ کو بھی قتل کرنے کے درپے تھے۔ حالانکہ اس پوری روایت میں غور و فکر کیا جائے تو کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس نامعلوم شامی مرد کو یہ حکم دیا ہو کہ جو بیعت نہ کرے اُسے قتل کر دینا یہ اُس شامی مرد کے اپنے جذبات تھے لیکن اس روایت کا آخری جملہ بھی قابل غور ہے کہ جب مروان نے اُس شامی مرد کو یہ کہا کہ سیدہ اُم المومنین نے جنازہ پڑھانے کی وصیت حضرت سعید بن زید کے لیے کی تھی تو اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضرت سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کا قائل ہوتے ہوئے کہا!

فقال الشامی أستغفر الله ۔شامی مرد نے کہا کہ اللہ مجھے معاف فرمائے۔

بخاری کی روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دھمکی آمیز لہجہ:

بخاری شریف کی ایک روایت سے محدثین کی تصریحات کے خلاف ایک نہایت ہی غیر مناسب استدلال کیا جاتا ہے اور روایت کے ظاہری الفاظ سے اپنا من چاہا مفہوم بنا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی جبری بیعت کے لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کے سامنے بھی نہایت کرختگی سے تحدید آمیز کلمات کہے اور اپنے بیٹے کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور اُن کے والد حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا اہل بتایا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت درج ذیل ہے!

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: " دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ، قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ، فَقَالَتْ: الحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ، فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى ذَهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ: مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ، قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ: فَهَلَّا أَجَبْتَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ: أَحَقُّ بِهَذَا الأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الإِسْلاَمِ، فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الجَمْعِ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ، وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ فِي الجِنَانِ، قَالَ حَبِيبٌ: حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ۔

(صحیح بخاری: (ت: زھیر) جلد ۵، رقم: ۴۱۰۸، دارطوق النجاۃ)

مجھ سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم کو ہشام نے خبر دی' انہیں معمر بن راشد نے' انہیں زہری نے' انہیں سالم بن عبداللہ نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور معمر بن راشد نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ بن طاؤس نے خبر دی' ان سے عکرمہ بن خالد نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گیا تو ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم دیکھتی ہو لوگوں نے کیا کیا اور مجھے تو کچھ بھی حکومت نہیں ملی۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مسلمانوں کے مجمع میں جاؤ' لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا موقع پر نہ پہنچنا مزید پھوٹ کا سبب بن جائے۔ آخر حفصہ رضی اللہ عنہا کے اصرار پر عبداللہ رضی اللہ عنہ گئے۔ پھر جب لوگ وہاں سے چلے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا کہ خلافت کے مسئلہ پر جسے گفتگو کرنی ہو وہ ذرا اپنا سر تو اٹھائے۔ یقیناً ہم اس سے زیادہ خلافت

کے حقدار ہیں اور اس کے باپ سے بھی زیادہ ۔حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس پر کہا کہ آپ نے وہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اسی وقت اپنا جیوہ کھولا (جواب دینے کو تیار ہوا) اور ارادہ کر چکا تھا کہ ان سے کہوں کہ تم سے زیادہ خلافت کا حقدار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کے لیے جنگ کی تھی ۔لیکن پھر میں ڈرا کہ کہیں میری اس بات سے مسلمانوں میں اختلاف بڑھ نہ جائے اور خونریزی نہ ہو جائے اور میری بات کا مطلب میری منشا کے خلاف نہ لیا جانے لگے ۔اس کے بجائے مجھے جنت کی وہ نعمتیں یاد آ گئیں جو اللہ تعالیٰ نے (صبر کرنے والوں کے لیے) جنت میں تیار کر رکھی ہیں ۔ حبیب ابن ابی مسلم نے کہا کہ اچھا ہوا آپ محفوظ رہے اور بچا لیے گئے' آفت میں نہیں پڑے ۔

عرضِ مؤلف:

راقم پچھلے صفحات میں یہ گزارش بار بار تحریر کر چکا ہے کہ کسی بھی حدیث سے متعلق کوئی معنی یا مفہوم اخذ کرنے کے لیے محدثین و شارحین کی تحقیقات و شروحات کو پیش نظر رکھا جائے اور ان کی تاویلات و تشریحات کو تسلیم کیا جائے اور بالخصوص جب معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار و معاملات کا ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان!

''إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا'' ۔جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو۔

پیش کردہ حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ۔

اس کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا گیا ہے! ''مجھے تو کچھ بھی حکومت نہیں ملی''

حالانکہ اس کا مناسب ترجمہ تو یہ کیا جانا چاہیے تھا!

''اور اس معاملہ میں میرے لئے کچھ نہیں رکھا گیا ہے''۔

کیونکہ یہاں ''الامر'' سے مراد حکومت ہی نہیں ہے بلکہ اس سے مسلمانوں کے معاملات بھی

مراد ہو سکتے ہیں۔

یہ جملہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بطور شکوہ نہیں بلکہ بطور حکایت کہا ہے۔یعنی آپ مذکورہ اجتماع میں شرکت نہ کرنے کی وجہ بتا رہے تھے کہ مسلمانوں کے معاملات سے متعلق انہیں کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی ہے اس لئے ان کا اس اجتماع میں شریک ہونا ضروری نہیں ہے۔

بعض حضرات اس جملہ کا یہ مفہوم مراد لیتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس بات کا شکوہ کر رہے تھے کہ انہیں خلافت و امارت کی کوئی ذمہ داری کیوں نہیں دی گئی۔

لیکن ان الفاظ کا یہ مفہوم درست نہیں ہے کیونکہ یہ اٹل حقیقت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی میں کبھی بھی خلافت و امارت کی خواہش کی ہی نہیں۔لہٰذا خلافت و امارت نہ پانے پر وہ شکوہ کیونکر کر سکتے ہیں۔

پیش کردہ روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جس اجتماع کا ذکر ہے اس سے کون سا اجتماع مراد ہے؟

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اس سے تحکیم کے وقت کا واقعہ مراد ہے۔ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے اور یہی درست ہے کیونکہ اس کی تائید دیگر صحیح روایت سے ہوتی ہے چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں یہی روایت اسی سند سے مروی ہے اور اس میں واقعہ تحکیم کی صراحت ہے۔

روایت یہ ہے!

عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: " دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَوْسَاتُهَا تَنْطِفُ، فَقُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، وَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٍ " قَالَتْ: فَالْحَقْ بِهِمْ، فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَالَّذِي أَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي

احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ. فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى يَذْهَبَ. فَلَمَّا تَفَرَّقَ الْحَكَمَانِ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ: مَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فَلْيُطْلِعْ قَرْنَهُ۔

(مصنف عبدالرزاق: (ت: اعظمی) جلد ۵، رقم: ۹۷۷۹ مجلس العالمی ھند)

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکور میں جس اجتماع کا ذکر ہے اس سے مراد امیر معاویہ وعلی رضی اللہ عنہما کے مابین تحکیم کا واقعہ ہے جو صفین کے موقع پر ہوا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اسی موقف پر دلائل پیش کیے ہیں اور درج ذیل روایت کی یہی توجیح پیش فرمائی ہے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:

(نعمۃ الباری: جلد ۷، کتاب المغازی، صفحہ ۴۵۹، فرید بک سٹال لاہور)

ابن جریر طبری نے بھی اس روایت کو واقعہ تحکیم کے سلسلہ میں بیان کیا ہے۔

ملاحظہ ہو (تاریخ طبری، جلد ۳، صفحہ ۳۸، ۶۳۵، ۳۸ھ، خلافت علی، واقعہ تحکیم، دارالاشاعت کراچی)

اس روایت میں ایک جملہ کہ!

"ہم اس سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں اور اس کے باپ سے بھی"

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے جملہ میں عام شخص کی بات کرتے ہوئے اس کے باپ کا بھی ذکر کیا ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے باپ کے حوالہ میں حقیقت مراد نہیں لی ہے بلکہ بطور مبالغہ یہ بات کہی ہے۔ چنانچہ اہل عرب کبھی کبھی بات میں تاکید پیدا کرنے کے لئے بطور مبالغہ کسی شخص کا تذکرہ اس کے باپ کے ساتھ بھی کر دیتے تھے مثلاً کہتے: فلان افضل منك ومن ابيك۔ یعنی فلاں تم سے اور تمہارے باپ سے بھی افضل ہے۔ اور یہاں باپ سے موازنہ مقصود نہیں ہوتا تھا۔

چنانچہ ایک بار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا!

وَاللّٰہِ مَا أَنْتَ بِفَقِیہٍ۔

اللہ کی قسم آپ فقیہ نہیں ہیں

تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

وَاللّٰہِ لَأَنَا أَفْقَہُ مِنْكَ وَمِنْ أَبِیكَ۔

اللہ کی قسم! میں تم سے اور تمہارے باپ سے بھی زیادہ فقیہ ہوں

(أنساب الأشراف: (ت: الزرکلی) جلد ۴، صفحہ ۳۹، دار الفکر بیروت)

یہاں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے باپ کے حوالے میں حقیقت مراد نہیں لی ہے بلکہ بطور مبالغہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام لے لیا ہے۔

ابن قتیبہ کی بے سندی روایت

ایک اور روایت جو ابو محمد عبداللہ بن مسلم قتیبہ کی کتاب ''عیون الاخبار'' سے لی گئی ہے!

لیزید بن المقنع فی بیعة یزید بن معاویة اجتمع الناس عند معاویة وقام الخطباء لبیعة یزید وأظهر قوم الکراهة. فقام رجل من عُذرَة یقال له یزید بن المقنّع، واخترط من سیفه شبراً، ثم قال: أمیر المؤمنین هذا، وأشار إلی معاویة، فإن یَهْلِكْ فهذا، وأشار إلی یزید، فمن أبی فهذا، وأشار إلی سیفه. فقال معاویة: أنت سید الخطباء۔

(عیون الاخبار: جلد ۲، صفحہ ۲۲۸، در الکتب العلمیہ)

لوگ معاویہ کے ہاں جمع ہوئے اور خطیبوں نے کھڑے ہو کر بیعت یزید کے بارہ میں اظہار خیال کیا ایک قوم نے کراہت کا اظہار کیا پس ایک مرد کھڑا ہوا اس کا نام یزید ابن المقنع تھا اور اس نے بالشت بھر تلوار نیام سے باہر کی پھر بولا امیر المومنین یہ ہیں اور حضرت امیر معاویہ کی طرف اشارہ کیا اور اگر یہ ہلاک ہو جائیں تو یہ ہے، یزید کی طرف اشارہ کیا اور جو کوئی انکار کرے پس

اس کا علاج یہ ہے اور تلوار کی طرف اشارہ کیا۔ پس معاویہ نے فرمایا تو سید الخطباء ہے۔

عرضِ مؤلف:

عبد اللہ بن مسلم قتیبہ کی کتاب جس کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ تاریخی خبروں پر مشتمل ذخیرہ ہے۔ ابن قتیبہ اس روایت کو ایسے بیان فرما رہے ہیں کہ جیسے یہ خود اس محفل میں موجود تھے اور ابن المقنع جیسے غیر معروف آدمی کی لن ترانیوں کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ میں گذشتہ صفحات میں بارہا یہ ذکر کر چکا ہوں کہ ''دین سند سے ہے'' اس روایت میں بھی اس کی سند مخفی ہے اور یہ پتہ نہیں چلتا کہ قتیبہ صاحب نے اس روایت کو کن اشخاص سے سماع کیا لہذا ایک بے سندی روایت سے استدلال وہ بھی کاتب وحی جیسی شخصیت پر کم علمی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ اور اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔

کلام ربانی میں اللہ پاک جل جلالہ کا فرمان ہے!

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔ (الحجرات:٦)

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا طعن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ:

قَالَ الإمامُ الطبری: { قَالَ أَبُو مخنف: عن الصقعب بن زهير، عن الْحَسَن، قَالَ: أربع خصال كن فِي مُعَاوِيَة، لو لَمْ يَكُنْ فِيهِ منهن إلا واحدة لكانت موبقة: انتزاؤه عَلَى هَذِهِ الأمة بالسفهاء حَتَّى ابتزَّها أمرها بغير مشورة مِنْهُمْ وفيهم بقايا الصحابة وذو الفضيلة، واستخلافه ابنه بعده سكيراً خميراً،

يلبس الحرير ويضرب بالطنابير، وادعاؤه زياداً، وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الولد للفراش، وللعاهر الحجر، وقتله حُجراً، ويلاً لَهُ من حُجر! مرتين..}
(تاریخ الطبری: جلد ۵، دار التراث بیروت)

حسن بصری کہا کرتے تھے کہ معاویہ میں چار صفات ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے اس میں ایک بھی ہوتی تو بھی تباہی کے لئے کافی تھی۔

۱۔ اُمت کے دنیا طلب جہال کو ساتھ ملا کر اقتدار پر قبضہ کیا جبکہ اس وقت صاحب علم و فضل صحابہ موجود تھے۔

۲۔ اپنے شرابی بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا جو کہ ریشم پہنتا تھا اور طنبور بجاتا تھا۔

۳۔ زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ جب کہ رسول خدا کا فرمان ہے کہ لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔

۴۔ حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو ناحق قتل کیا۔

جواب:

اس روایت کی سند میں راوی لوط بن یحییٰ، ابو مخنف تمام محدثین کے نزدیک رافضی کذاب ہے۔

دوسری علت:

راوی الصقعب بن زھیر کا سماع حسن البصری سے ثابت نہیں یعنی سند منقطع بھی ہے۔

اس کی بحث کتب تراجم میں دیکھی جا سکتی ہے کہ ایک بھی جگہ ان کا سماع حسن بصری علیہ الرحمہ سے نہیں۔

قارئین کرام!

ایک ایسی سند جس کا پہلا راوی کذاب رافضی ہو اور ساتھ ہی سند میں انقطاع تو بتائیں

اس کی کیا اصل رہ گئی۔

حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ کا ایک فرمان یہ بھی ملاحظہ فرمائیں!

حدثنا قتادة قال: قلت للحسن: يا أبا سعيد إن ها هنا ناساً يشهدون على معاوية أنه من أهل النار. قال: لعنهم الله، وما يدريهم من في النار۔

(۱) الاستیعاب لابن عبد البر، جلد،3، صفحہ 1422)

(۲) المستند للقاسمی، کتاب العقائد، صفحہ 120، مکتبہ رحمۃ للعالمین سرگودھا)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن سے پوچھا: اے ابوسعید یہاں کچھ لوگ ہیں جو معاویہ کو جہنمی کہتے ہیں، انھوں نے فرمایا: اللہ کی ان پر لعنت ہو، انھیں کیا خبر جہنم میں کون ہے۔



ساتویں فصل:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مسئلہ سبّ وشتم:

معاندین حضرات کی طرف سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک الزام یہ عائد کیا جاتا ہے کہ آپ خلیفۃ المومنین فاتح خیبر شیر خدا حیدر کرار حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو گالیاں دیتے تھے۔ تبرائی حضرات کے اس جھوٹے اور بے بنیاد الزام کا منصفانہ جائزہ درج ذیل سطور میں پیش کیا جائے گا قوی اُمید ہے کہ دلائل و براہین کی روشنی میں مسائل ھذا کی تحقیق قلوب واذہان کے اطمینان کا باعث ہوگی۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینا

سبّ وشتم بر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ضمن میں ایک بات تمہیداً عرض کیے دیتا ہوں کہ مخالفین ومعاندین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ تہمت عائد کی ہے کہ ان کے زمانے میں وہ اور اُن کے مقرر کردہ گورنر حضرت حیدر کرار سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو جمعہ کے خطبہ کے دوران معاذ اللہ گالیاں دیا کرتے تھے۔

یہ الزام کذب عظیم ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صریحاً ایسا کچھ بھی ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی ایسا بے ہودہ اقدام کیا ہو۔ کوئی بھی مستند روایت ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں معاذ اللہ ایسا غیر اخلاقی اقدام کیا گیا ہو۔

علاوہ ازیں کیا ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ آزادی اظہار کے اس دور میں اگر کوئی حکمران یہ رسم جاری کرے کہ جمعہ کے خطبوں میں منبر پر کھڑے ہو کر اپوزیشن کے فوت شدہ راہنماؤں کو گالیاں دلوائے؟ تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ کیا اس طرح وہ حکمران بغیر کسی مقصد کے اپنے خلاف مزاحمتی تحریک پیدا نہ کرے گا؟ ہم کسی بھی ایسے حکمران کے بارے

میں یہ تصور نہیں کرسکتے جس میں عقل کا ذرا سا بھی شائبہ ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے غیر معمولی تدبر، حلم اور سیاست کو ان کے مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کیا ان سے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ جنگ کی جس آگ کو انہوں نے اپنے حلم اور تدبر سے ٹھنڈا کیا تھا، وہ اسے ایک لایعنی اور فضول حرکت سے دوبارہ بھڑکا دیں۔ پھر یہ حرکت پورے عالم اسلام کی مساجد میں عین جمعہ کے خطبے میں انجام دی جائے۔ (حاشا وکلا)

ایک اور بات کی وضاحت ضروری ہے۔ عربی میں لفظ ''سبّ'' کا مطلب صرف گالی دینا ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص دوسرے کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اس پر تنقید کرے اور اپنے دلائل پیش کرے، تو اسے بھی ''سبّ'' کہہ دیا جاتا ہے کسی کو غلط کہنا، کسی کو کسی بات پر ٹوکنا، کسی کو آڑے ہاتھوں لینا اور تنقید کرنے کو بھی ''سبّ'' ہی کہتے ہیں چنانچہ یہ لفظ صرف گالی دینے یا برا بھلا کہنے کے لئے استعمال نہیں ہوتا اس کے اور بھی بہت معنی ہیں۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد سب وشتم کے سلسلہ میں مخالفین کی طرف سے جو روایات پیش کی جاتی ہیں اُن کا ایک جائزہ پیش کیا جائے گا تاکہ مسئلے کی نوعیت واضح ہو جائے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے گالی دینے اور دلوانے سے متعلق روایات:

گالیاں دینے کے حوالے سے جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ہیں۔ ان تمام روایتوں میں ایک ہی الزام تسلسل سے بیان کیا گیا ہے جب کہ مختلف روایتوں میں راویوں کی اپنی ملمع کاری بھی صاف نظر آتی ہے۔

روایت نمبر ۱:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ - قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ

بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا التُّرَابِ فَقَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلاَثًا قَالَهُنَّ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَلَنْ أَسُبَّهُ لأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ لَهُ خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلاَّ أَنَّهُ لاَ نُبُوَّةَ بَعْدِي . وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ لأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلاً يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔

(صحیح مسلم، جلد ۶، باب، فضائل علی، صفحہ ۲۵۱، رقم: ۲۴۸۳، دار التاصیل القاہرہ)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے انھیں امیر بنایا اور ان سے دریافت کیا کہ تمہیں ابوتراب (علی) کو برا کہنے سے کیا چیز مانع ہے؟ سعد بولے کہ میں تین باتوں کی بنا پر جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں انھیں برا نہیں کہتا، اگر ان باتوں میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہو جائے تو وہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پیاری ہے، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا اور آپ نے کسی لڑائی پر جاتے ہوئے انھیں مدینہ منورہ میں چھوڑا تو حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑے جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تمہارا درجہ میرے نزدیک ایسا ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک ہارون علیہ السلام کا۔ مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے اور یوم فتح خیبر میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ میں جھنڈا اسے دوں گا جو اللہ و اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں

تحقیقِ روایت:

اس روایت کو پڑھنے کے بعد کوئی ذی علم یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ''گالی دینے برا کہنے'' کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیت حضرت سیدنا حیدر کرار کو معاذ اللہ گالیاں دلوانے کی ہوتی تو انداز کچھ اور ہوتا۔ جب کہ اس روایت میں ایسے کوئی شواہد نہیں پائے جاتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سوال کے طور پر پوچھا کیونکہ (مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا التُّرَابِ) یہ سوالیہ جملہ ہے؟۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنھوں نے مشاجرات صحابہ (علی و معاویہ رضی اللہ عنہم دونوں) میں کسی کا ساتھ نہیں دیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کہیں گے وہ حقیقت ہو گی اس لیے حضرت امیر نے اُن سے یہ سوال کیا۔ جواب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ جن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہدے پر فائز کیا تھا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وہ فضائل و مناقب بیان کیے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا خاصہ ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فضائل علی رضی اللہ عنہ کو سننے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کوئی زجر و توبیخ نہیں کی جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زبان سے حضرت شیر خدا فاتح خیبر رضی اللہ عنہ کے فضائل کو بیان کروانا تھا۔ اسی لیے یہ حدیث پاک امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل علی رضی اللہ عنہ'' کے باب میں بڑی شان سے تحریر فرمائی ہے۔

شارح مسلم و بخاری علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ نے امام مسلم نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ: شارحین نے اس روایت کی شرح میں فرمایا ہے کہ اس قسم کی احادیث کی تاویل کرنا واجب ہے، حضرت معاویہ کے اس قول میں یہ تصریح نہیں ہے کہ انھوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کو برا کہنے کا حکم دیا تھا بلکہ اُن سے برا نہ کہنے کا سبب دریافت کیا تھا کہ آیا تم ان کو تقوی اور پرہیز گاری کی وجہ سے برا نہیں کہتے تو تم حق پر ہو اور

تمہارا نظریہ درست ہے اور اگر اس کا کوئی اور سبب ہے تو اسے بیان کرو۔۔۔اس حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت سعد سے یہ دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ تم حضرت علی کی رائے کو خطا نہیں کہتے اور لوگوں سے نہیں کہتے کہ ہماری رائے اور اجتہاد صحیح ہے اور حضرت علی کی رائے اور اجتہاد غلط تھا۔

(شرح مسلم للسعیدی، جلد ۶، صفحہ ۹۶۴، کتاب فضائل الصحابۃ، فرید بک سٹال لاہور)

اس حدیث کی اس سے بہتر اور کوئی تاویل نہیں ہو سکتی اور اس تاویل سے روایت کا صحیح معنی ومفہوم بھی نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

اس روایت سے باغیوں کے پراپیگنڈا سے متاثر بعض لوگ یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضرت معاویہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہما کو ترغیب دلا رہے تھے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں۔اور تبرائی حضرات نے اس کی شرح میں امام نووی جیسے شارح حدیث پر بھی نقطہ چینی کی ہے۔

''سَبّ'' کا یہ مطلب وہی نکال سکتا ہے جو ان حضرات کے کردار سے واقف نہ ہو۔ روایت کے ایک ایک لفظ سے حضرت سعد کی حضرت علی رضی اللہ عنہما کے لیے محبت ٹپک رہی ہے۔اگر حضرت معاویہ کا مقصد انہیں ترغیب دلانا ہوتا تو وہ انہیں کوئی سخت جواب دیتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ کا مقصد حضرت علی پر تنقید کی ترغیب نہ تھا بلکہ آپ یہ استفسار فرما رہے تھے کہ جب حضرت سعد نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی کا ساتھ نہیں دیا، تو پھر آپ کی حضرت علی کی پالیسی کے بارے میں رائے کیا تھی، کیا آپ اس پر تنقید کرتے ہیں؟ اس پر انہوں نے وضاحت کی کہ میری رائے ان کے بارے میں بہت اچھی تھی تاہم ساتھ نہ دینے کی وجوہات کچھ اور تھیں۔

شیخ ابن کثیر کی روایت نے معاملہ صاف کر دیا:

عن عبد الله بن بدیل قَالَ: دَخَلَ سَعْدٌ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهُ: مالك لَمْ تُقَاتِلْ مَعَنَا؟ فَقَالَ: إِنِّي مَرَّتْ بِي رِيحٌ مُظْلِمَةٌ فَقُلْتُ: أَخْ أَخْ. فَأَنَخْتُ رَاحِلَتِي حَتَّى انْجَلَتْ عَنِّي ثُمَّ عَرَفْتِ الطَّرِيقَ فَسِرْتُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ: أَخْ أَخْ. وَلَكِنْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ الله ۔ فو الله مَا كُنْتُ مَعَ الْبَاغِيَةِ عَلَى الْعَادِلَةِ، وَلَا مَعَ الْعَادِلَةِ عَلَى الْبَاغِيَةِ. فَقَالَ سَعْدٌ: مَا كُنْتُ لِأُقَاتِلَ رَجُلًا قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: مَنْ سَمِعَ هَذَا مَعَكَ؟ فَقَالَ: فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَأُمُّ سَلَمَةَ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: أَمَا إِنِّي لَوْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَا قَاتَلْتُ عَلِيًّا ۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸، صفحہ ۱۰۵ ذکر وفات حضرت سعد رضی اللہ عنہ، نفیس اکیڈمی کراچی)

عبد اللہ بن بدیل نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کو کہا کہ آپ ہمارے ساتھ مل کر نہیں لڑے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تاریک آندھی میرے پاس سے گزرے اور میں اخ اخ کروں تو میں اونٹنی بٹھا دیتا ہوں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کتاب اللہ میں اخ اخ نہیں بلکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ”اگر مومنین کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیاں صلح کرا دو اور اگر ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو اس کے ساتھ جنگ کرو حتی کہ امر اللہ ہی کی طرف واپس آجائے“ خدا کی قسم آپ نہ عادل جماعت کے مقابلہ میں باغی جماعت کے ساتھ ہیں نہ ہی باغی کے مقابلہ میں عادل کے ساتھ ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اس شخص سے لڑنے کا نہیں جس کے

بارے میں آنحضرت ﷺ نے کہا تھا کہ تو میرے لئے ایسے ہے جیسے ہارون علیہ السلام موسی علیہ السلام کے لئے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کے علاوہ اور کس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا فلاں فلاں اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہ نے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں نے آپ سے یہ بات پہلے سنی ہوتی تو میں ان سے جنگ نہیں کرتا۔

اس روایت میں کہیں بھی ''سبّ'' کا لفظ نہیں ہے بلکہ حضرت سعد کی زبان سے حضرت حیدر کرار کے فضائل کو سننے کے بعد حضرت معاویہ کا جواب بھی مرقوم ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت کے بیان میں راویوں نے کمی و زیادتی کی ہے۔ کیونکہ بہت جگہوں پر یہ واقعہ مختلف لفظوں کے ساتھ مذکور ہے۔ بعض روایات میں " فذکرو علیا فنال منه معاویه " تو کہیں " فذکرو علیا فقال سعد له ثلاث خصال " جس سے اس واقعہ کی صداقت میں شبہ ہوتا ہے

سنن ابن ماجه کی روایت کی تحقیق:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ سَابِطٍ، وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فِي بَعْضِ حَجَّاتِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَعْدٌ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا، فَنَالَ مِنْهُ، فَغَضِبَ سَعْدٌ، وَقَالَ: تَقُولُ هَذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔

حضرت معاویہ سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے حضرت علی کی شکایت کرنے لگے جس پر حضرت سعد غصہ ہو گئے اور فرمایا کہ اس آدمی کی بات کرتے ہو جس کے

بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا انہوں نے کہا کہ جس میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے اور یہ بھی سنا تھا کہ تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسی علیہ السلام سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا یہ بھی سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ کل میں جھنڈا اسے عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہے۔

اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی یہاں گالیاں مراد نہیں لے سکتے ، کیوں کہ حضرت سعد کے غصہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنے لگے (یہاں نال کا معنی شکایت کرنا ہے نا کہ گالیاں دینا) اس بات پر حضرت سعد غصہ ہوئے اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے۔

حضرت سعد کا غصہ میں آنا فطری بات ہے کیوں کہ ہوسکتا ہے حضرت معاویہ بار بار یہ کہتے رہے ہوں جس سے سعد رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے ہوں۔

تحقیق الحدیث:

اور پھر یہ روایت منقطع ہے ابن سابط نے سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی اور ابو معاویہ پر بھی کلام ہے۔

عبدالرحمن بن سابط:

علامہ یوسف المزی لکھتے ہیں:

عبد الرحمان بن سابط، ويقال:عبد الرحمان بن عبد الله بن سابط، ويقال: عبد الرحمان بن عبد الله بن عبد الرحمان بن سابط بن أبي حميضة بن عمرو بن أهيب بن حذافة بن جمح القرشي الجمحي المكي ،تابعي، أرسل عن النبي صلى الله عليه وسلم .روى عن: أنس بن مالك من وجه ضعيف،وسعد بن أبي وقاص وقيل: لم يسمع منه۔

(تہذیب الکمال (ت: بشار) جلد ۱۷، رقم: ۳۸۲۲، صفحہ ۱۲۳، موسسۃ الرسالۃ)

یعنی انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے لیکن ان سے سماع نہیں کیا۔

تاریخ کبیر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مرسل کہا ہے (جلد ۵ ص ۲۹۴)

دارالقطنی نے حدیث سعد کی اسانید میں ان جناب کا ذکر نہیں کیا ملاحظہ ہو (علل دارالقطنی)

ابن حجر نے جو لکھا ہے وہ یہ ہے!

عبد الرحمن بن سابط ويقال عبد الرحمن بن عبد الله بن سابط ويقال عبد الرحمن بن عبد الله بن عبد الرحمن بن سابط بن أبي حميضة ابن عمرو ابن أهيب بن حذافة بن جمح الجمحي المكي. تابعي أرسل عن النبي صلى الله عليه وسلم. وروى عن عمر وسعد بن أبي وقاص والعباس بن عبد المطلب وعباس بن أبي ربيعة ومعاذ بن جبل وأبي ثعلبة الخشني وقيل لم يدرك واحدا منهم --- قيل ليحيى بن معين سمع عبد الرحمن بن سعد ابن أبي وقاص قال لا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۱۶۴)

یعنی یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسل روایت کرتے ہیں حضرت عمر، حضرت سعد، حضرت عباس، حضرت عباس بن ابی ربیعہ اور معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں لیکن ان میں کسی کو بھی انہوں نے نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ عبد الرحمن نے سعد رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔

اسی طرح ابن حجر نے الااصابہ جلد ۵ ص ۱۷۶ پہ ان کا ذکر کیا ہے۔

یہ نہ صرف صحابہ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی روایت کرتے ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضہ سے بھی روایات کی ہیں لیکن علماء نے ان روایات کو مراسیل کہا ہے اور ابن حجر نے لکھا ہے ان میں کسی کو بھی نہیں ملے۔

بہر حال یہ بات تو طے ہے کہ یہ مرسل ہیں اور بہت علماء نے اس بات میں ابن معین کی بات کو ہی صحیح مانا ہے ۔اس لئے علماء انہیں کثیر الارسال کہتے ہیں ۔اسی بنا پر ابن معین نے انہیں سعد رضی اللہ عنہ کی روایات میں مرسل قرار دیا اور ان کی صحابہ سے حدیث کو مرسل کہا ہے ۔ یہ بات صحیح ہے کہ ابن معین ان کے بارے میں منفرد ہیں لیکن علماء اہل سنت میں سے کسی نے ابن معین کی بات سے اختلاف نہیں کیا ابن حاتم کو اگر اختلاف تھا تو انہوں جابر رضی اللہ عنہ کے مسئلے میں لکھ دیا کہ یہ متصل ہے لیکن سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں انہوں نے بھی نہیں لکھا ،گو کہ وہ بھی ابن معین کی بات صحیح جانتے تھے ۔اس لئے یہ کہنا درست ہو گا کہ یہاں تمام علماء رجال ابن معین کا ساتھ دے رہے ہیں ۔

راوی ابو معاویہ:

علماء نے انہیں اعمش کے طریق سے تو پسندیدہ کہا ہے لیکن ان کی دوسری احادیث کو مضطرب کہا ہے مدلس بھی تھے اور وہ مرجئ مذہب کے تھے جن کا ماننا ہے کہ انسان ایک بار کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے تو پھر اسے جہنم سے نجات مل جاتی ہے دنیا میں پھر جو چاہے کرے ۔

ان کا ترجمہ اس طرح ہے ان کا نام محمد بن خازم الاعمی تھا

ابن حجر نے طبقات مدلسین صفحہ ۴۶ میں ان کا نام بھی ذکر کیا ہے

ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے

كان حافظا متقنا ولكنه كان مرجئا خبيثا

یہ حافظ تھے لیکن ساتھ میں مرجئ خبیث بھی تھے

امام ابی داود السجستانی کہتے ہیں کہ!

كان مرجئا، ومرة: كان رئيس المرجئة بالكوفة امام احمد بن حنبل

أبو معاوية الضرير فی غير حديث الأعمش مضطرب ,لا يحفظها حفظا جيدا۔

(تہذیب الکمال)

یعنی ابو معاویہ اعمش کے علاوہ دوسری احادیث میں مضطرب ہے اور ان کا حافظہ بھی کم تھا۔

الذهبی :الحافظ، ثبت فی الأعمش، وکان مرجئا (تہذیب الکمال)

یعنی اعمش کے طریق سے صحیح ہیں اور مرجئ تھے

یحیی بن معین: أبو معاویة أثبت من جریر فی الأعمش وروی أبو معاویة ,عن عبید الله بن عمر أحادیث منا کیر (تہذیب الکمال)

وقال عبدارحمن ابن خراش صدوق، وهو فی الأعمش ثقة، وفی غیره فیه اضطراب (تہذیب الکمال)

قال ابن سعد کان ثقة کثیر الحدیث یدلس، وکان مرجئا

(طبقات ابن سعد:۶/ ۳۹۲)

قال عبد الرحمان بن أبی حاتم :سمعت أبی یقول: أثبت الناس فی الأعمش: الثوری، ثم أبو معاویة الضریر، ثم حفص بن غیاث، وعبد الواحد بن زیاد، وعبدة بن سلیمان أحب إلی من أبی معاویة یعنی فی غیر حدیث الأعمش۔

(الجرح والتعدیل :۷/ الترجمہ ۱۳۶۰)

وقال ابن حجر فی التهذیب قال النسائی: ثقة فی الأعمش وقال أبو داود: قلت لأحمد کیف حدیث أبی معاویة عن هشام بن عروة؟ قال: فیها أحادیث مضطربة یرفع منها أحادیث إلی النبی صلی الله علیه وسلم

(تہذیب ۹/ ۱۳۹)

ان دونوں راویوں پر جرح کے بعد یہ روایت خود بخود ہی ضعیف ہو جاتی ہے پھر اس

حدیث (یعنی ابن ماجہ کی حدیث) میں ''سب'' کا لفظ موجود نہیں ہے۔
(مضمون ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب شتم کروانے کا جواب'' از ڈاکٹر فیض احمد چشتی)

فتاویٰ عزیزی کے حوالہ سے مخالفین کا دھوکہ:

مخالفین حضرات ایک دھوکہ یہ بھی دیتے ہیں کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی عزیزی میں اسی حدیث سے متعلق حضرت شاہ صاحب سے سوال ہوا ہے تو انھوں نے اس حدیث سے متعلق امام نووی علیہ الرحمہ کی شرح کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ!

بہتر یہی ہے کہ اس لفظ [سب] سے اسکا ظاہری معنی سمجھا جائے۔ مطلب اسکا یہی ہوگا کہ ارتکاب اس فعل قبیح کا یعنی سب یا حکم سب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صادر ہونا لازم آئے گا۔ تو یہ کوئی اوّل امر قبیح نہیں ہے جو اسلام میں ہوا ہے، اس واسطے کہ درجہ سبّ کا قتل و قتال سے بہت کم ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ''سِبَابُ الْمُؤمِنِ فُسُوْقٌ، وَقِتَالُهُ کُفْرٌ'' یعنی برا کہنا مومن کو فسق ہے اور اسکے ساتھ قتال کرنا کفر ہے۔'' اور جب قتال اور حکم قتال کا صادر ہونا یقینی ہے اس سے کوئی چارہ نہیں تو بہتر یہی ہے کہ انکو مرتکب کبیرہ [گناہ] کا جاننا چاہیے۔ لیکن زبان طعن ولعن بند رکھنا چاہیے۔ اسی طور سے کہنا چاہیے جیسا صحابہ رضوان اللہ علیھم سے اُن کی شان میں کہا جاتا ہے جن سے زنا اور شرب خمر سرزد ہوا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور ہر جگہ خطاء اجتہادی کو دخل دینا بیباکی سے خالی نہیں۔۔ (فتاویٰ عزیزی صفحہ ۲۳۸، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

پہلی گزارش یہ ہے کہ:

''فتاویٰ عزیزی'' حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی زندگی میں شائع نہیں ہوا اور نہ ہی آپ نے بذات خود جمع کیا، اور نہ ہی اسے نظر ثانی کے لیے ملاحظہ فرمایا۔ اسے کسی غیر معروف شخص نے مختلف مقامات سے اکٹھا کر کے شائع کیا

اور آج تک اسی طرح شائع ہو رہا ہے۔اس فتاوٰی کی سند حضرت شاہ صاحب دہلوی تک نہیں پہنچتی۔مرتب کنندہ کا نام بھی پردہ اخفاء میں ہے اور اُس نے ایسی کوئی تفصیل بیان نہیں کی جس سے پتہ چلے کہ یہ فتاوٰی حقیقتاً حضرت شاہ صاحب دہلوی علیہ الرحمہ کا ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ:

اسی حدیث سے متعلق سائل کا سوال اگلے صفحے پر حضرت شاہ صاحب کے جواب کے ساتھ اس فتاوٰی میں دوبارہ نقل کیا گیا ہے اور حضرت شاہ صاحب نے اس جواب میں اہل سنت وجماعت کے مذہب کی صحیح نمائندگی فرمائی ہے اور اس سے متعلق امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کو تسلیم کرتے ہوئے مکمل بیان کیا ہے ہوسکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی طرف سے پہلے دیے گئے جواب میں منسوب الفاظ کسی مخالف نے داخل فتاوٰی کر دیے ہوں اور یقیناً ایسا ہی ہوا ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب دہلوی خود فرماتے ہیں کہ میری کتابوں میں تحریف کی گئی ہے۔

اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں!

و تعریضات درباب معاویہ ازین فقیر واقع نہ شد اگر در نسخہ از تحفہ اثنا عشریہ یافتہ شود الحاق کسے خواہد بود کہ بنا پر فتنہ انگیزی و کیدو مکر کہ بنائے ایشاں یعنی گروہ رافضہ از قدیم برہمیں امور است این کار کردہ باشد چنانچہ بسمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند۔اللہ خیرحافظ۔ واین تعریضات در نسخ معتبرہ البتہ یافتہ نخواہد شد''۔

(مکتوبات شاہ عبدالعزیز نمبر سوم ص ۲۶۵_۲۶۶)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ کے متعلق فقیر کی جانب سے کوئی سست باتیں نہیں ہوئیں ہیں اگر تحفہ اثنا عشریہ میں ملتی ہیں تو وہ کسی نے مکروفریب سے فتنہ انگیزی کے لیے یہ کام کیا ہوگا کیونکہ زمانہ قدیم سے رافضیوں کا یہ ہی طریقہ کار ہے جیسا کہ بندہ نے بھی سنا ہے کہ الحاق شروع ہو

چکا ہے۔ اللہ ہی بہترین محافظ ہے، اور یہ اعتراضیہ جملے معتبر نسخوں میں نہیں پائے جاتے۔

مُسند ابی یعلیٰ کی روایت کا جواب:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

وَعِنْدَ أَبِي يَعْلَى عَنْ سَعْدٍ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ لَا بَأْسَ بِهِ قَالَ لَوْ وُضِعَ الْمِنْشَارُ عَلَى مَفْرِقِي عَلَى أَنْ أَسُبَّهُ مَا سَبَبْتُهُ أَبَدًا۔

اور ابی یعلی نے سعد سے ایک اور ایسے حوالے [سند] سے نقل کیا ہے کہ جس میں کوئی نقص نہیں کہ سعد نے [معاویہ ابن ابی سفیان]: سے کہا اگر تم میری گردن پر آرہ [لکڑی یا لوہا کاٹنے والا آرہ] بھی رکھ دو کہ میں علی [ابن ابی طالب] پر سب کروں [گالیاں دینا، برا بھلا کہنا] تو تب بھی میں کبھی علی پر سب نہیں کروں گا۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج7 ص74)

جیسے کے میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ''سب'' کا معنی صرف گالی دینا ہی نہیں ہوتا، اس کو تنقید کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں معترض نے ''سب'' کے دو معنی لکھے ہیں!! (گالی دینا، برا بھلا کہنا) اور یہ ان کی اپنی لغت ہے۔ اگر ان کے نزدیک اصح ترین معنی یہ ہی ہیں تو اس پر کوئی قوی دلیل پیش کرنی چاہیے تھی کسی محدث کی صحیح تصریح بیان کرتے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا کہ ''سب''، بمعنی گالی (مغلظات) ہی دینا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

علاوہ ازیں گالی سے مراد کون سی گالی ہے کیا اس سے مراد مغلظات ہی ہیں؟

دوسرا یہ کہ:

ابن حجر علیہ الرحمہ کی اس روایت میں حضرت معاویہ کے نام کا اضافہ خود معترض نے اپنی طرف سے داخل روایت کیا ہے۔ جبکہ ابی یعلی کی روایت میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

نام کی تصریح نہیں ہے۔

تیسرا یہ کہ:

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ سب کچھ ہوتا رہا لیکن افسوس کہ انھوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں توڑی اور کبھی بھی ان سیدین کریمین کی جانب سے ایک بھی مزمتی بیان جاری نہیں ہوا اور دونوں شہزادگان اہل بیت اپنے مرحوم والد کے خلاف مغلظات سننے کے بعد بھی برابر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے عطیات وصول کرتے رہے اور قلب و ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال بھی نہ گزرا کہ حضرت معاویہ ہمارے والد کو گندی گالیاں دیتے ہیں (معاذ اللہ) لیکن آج چودہ سو سال بعد تبرائی حضرات کی ذریت کو یہ شرح صدر حاصل ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ جو "سب" کرتے تھے وہ گالیاں، مغلظات ہوتی تھیں۔

چوتھا یہ کہ:

"گالی دینا اور برا بھلا کہنا" ان معنی کی جگہ اگر آپ لفظ "تنقید، مخالفت، ناراضگی وغیرہ رکھ کر دیکھیں تو روایت کی بہترین توجیح ہو جائے گی اور سارا بغض صاف ہو جائے گا۔

تاریخ ابن کثیر کی ایک روایت کا جواب:

شیخ ابن کثیر الدمشقی اپنی تاریخ میں نقل کرتے ہیں!

وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ الدِّمَشْقِيُّ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خالد الذهبی أَبُو سَعِيدٍ ثَنَا مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا حَجَّ مُعَاوِيَةُ أَخَذَ بِيَدِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَقَالَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّا قَوْمٌ قَدْ أَجْفَانَا هَذَا الْغَزْوُ عَنِ الْحَجِّ حَتَّى كِدْنَا أَنْ نَنْسَى بَعْضَ سُنَنِهِ فَطُفْ نَطُفْ بِطَوَافِكَ. قَالَ: فَلَمَّا فَرَغَ أَدْخَلَهُ دَارَ النَّدْوَةِ فَأَجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى سَرِيرِهِ ثُمَّ ذَكَرَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَوَقَعَ فِيهِ فَقَالَ:

أَدْخَلْتَنِي دَارَكَ وَأَجْلَسْتَنِي عَلَى سَرِيرِكَ ثُمَّ وَقَعْتَ فِي عَلِيٍّ تَشْتُمُهُ۔

(البدائیہ والنہائیہ: جلد۷، فضائل علی بن ابی طالب، دارالفکر بیروت)

ابو زرعہ الدمشقی عبداللہ بن ابی نجیح کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب معاویہ نے حج کیا تو وہ سعد بن ابی وقاص کا ہاتھ پکڑ کر دارالندوہ میں لے گیا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ پھر علی ابن ابی طالب کا ذکر کرتے ہوئے ان کی عیب جوئی کی۔ اس پر سعد بن ابی وقاص نے جواب دیا:" آپ نے مجھے اپنے گھر میں داخل کیا، اپنے تخت پر بٹھایا، پھر آپ نے علی ابن ابی طالب کے حق میں بدگوئی اور سب وشتم شروع کر دیا۔

تبصرۂ مؤلف:

اس روایت میں بھی چند چیزیں قابل غور ہیں!

اوّل:

یہ روایت تاریخ ابوزرعہ الدمشقی میں موجود نہیں۔

دوم:

سعد رضی اللہ عنہ آخری وقت تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔

سوم:

اس کی سند میں مدلس "محمد بن اسحاق" ہے جو "عن" سے روایت کرتا ہے۔

كثير التدليس ويعرف بالإمام۔

(اسماء المدلسین سیوطی (ت: محمود) صفحہ ۸۱، رقم: ۴۵، دارجیل بیروت)

اس لیے اس وضعی روایت کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔

چہارم:

اس روایت کے مندرجات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ملاقات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کے خلیفہ بننے کے بعد کی ہے۔تو پھر جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بر رضا و رغبت سونپ دی تھی اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی شہید ہو چکے تھے تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو علیحدگی میں لے جا کر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی برائی کرنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ اب تمام اختلافات ختم ہو چکے تھے۔

علاوہ ازیں اس روایت میں بھی ''شتم'' کا لفظ ہے جس کا صحیح معنی یہ ہی ہوسکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی پالیسیوں سے جو اختلاف کیا تھا وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا ہوگا یعنی قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے مسئلہ میں اُن کے مؤقف سے اختلاف کرتے ہوئے اُن پر تنقید کی ہوگی۔

سیدہ اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کی حقیقت:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ لِي: أَيُسَبُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيكُمْ؟ قُلْتُ: مَعَاذَ اللَّهِ، أَوْ سُبْحَانَ اللَّهِ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَبَّ عَلِيًّا، فَقَدْ سَبَّنِي۔

(مسند احمد، مستدرک، سنن الکبریٰ وغیرہ کتب میں یہ روایت موجود ہے)

ابو عبداللہ الجدلی نے ہم سے بیان کیا کہ میں ام سلمہ کے پاس گیا تو آپ نے مجھے فرمایا، کیا تم میں رسول اللہ کو سب وشتم کیا جاتا ہے؟ میں نے کہا معاذ اللہ یا سبحان اللہ یا اسی قسم کا کوئی کلمہ کہا آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

ابن حجر کہتے ہیں:

يستضعف فى حديثه وكان شديد التشيع ويزعمون أنه على شرطة

المختار فوجهه۔حدیث کے بیان میں ضعیف ہے،وہ شدید قسم کا شیعہ تھا اور مختار ثقفی (کذاب) کی فوج کا سربراہ تھا۔

(تہذیب التہذیب: حرف العین، جلد ۱۲، دائرہ معارف اسلامیہ الھند)

ابو عبد اللہ الجدلی ثقة رمی بالتشیع۔ثقہ ہیں لیکن شیعیت سے متصف ہیں۔

(تقریب التہذیب: حرف العین جلد ۲)

طبقات ابن سعد کے مطابق:

کان شدید التشیع. ویزعمون أنه کان علی شرطة المختار

یہ شدید شیعہ تھے اور دعوی کیا جاتا ہے کہ یہ مختار ثقفی کے پہرے دار تھے

أبو عبد الله الجدلی شعی ثقل قال الجوزجانی کان صاحب رایة المختار

ابو عبد اللہ الجدلی سخت شیعہ ہے الجوزجانی کہتے ہیں یہ المختار کا جھنڈا اُٹھانے والوں میں سے ہے۔

مختار ثقفی کا اتنا قریبی ساتھی اور وہ بھی عقیدہ تشیع میں متشدد لہٰذا اس روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

اہل بیت کو سب کرنے والوں کو حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا:

میں مخالفین و معاندین حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اُس شخص کے لیے بد دعا کرتے تھے جو حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتا تھا جیسا کہ شیخ ابن کثیر نے روایت نقل کی ہے!

وقال هشیم عن أبی بلح عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا نَالَ مِنْ عَلِيٍّ فَنَهَاهُ سَعْدٌ فَلَمْ يَنْتَهِ، فَقَالَ سَعْدٌ: أَدْعُو عَلَيْكَ، فَلَمْ يَنْتَهِ، فَدَعَا اللَّهَ علیه حَتَّى جَاءَ بَعِيرٌ نَادٌّ فَتَخَبَّطَهُ. وَجَاءَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ سَعْدًا رَأَى

جَمَاعَةً عُكُوفًا عَلَى رَجُلٍ فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ مِنْ بَيْنِ اثْنَيْنِ فَإِذَا هُوَ يَسُبُّ عَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ، فَنَهَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَلَمْ يَنْتَهِ، فَقَالَ: أَدْعُو عَلَيْكَ، فَقَالَ الرَّجُلُ: تَتَهَدَّدُنِي كَأَنَّكَ نَبِيٌّ؟ فَانْصَرَفَ سَعْدٌ فَدَخَلَ دَارَ آلِ فُلَانٍ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَبَّ أَقْوَامًا قَدْ سَبَقَ لَهُمْ مِنْكَ سَابِقَةُ الْحُسْنَى، وَأَنَّهُ قَدْ أَسْخَطَكَ سَبُّهُ إِيَّاهُمْ، فَاجْعَلْهُ الْيَوْمَ آيَةً وَعِبْرَةً. قَالَ: فَخَرَجَتْ بُخْتِيَّةٌ نَادَّةٌ مِنْ دَارِ آلِ فُلَانٍ لَا يَرُدُّهَا شَيْءٌ حَتَّى دَخَلَتْ بَيْنَ أَضْعَافِ النَّاسِ، فافترق الناس فأخذته بين قوائمها، فلم يزل تتخبطه حتّٰى مات۔

(البدائیہ والنھائیہ، جلد ۸، سعد بن ابی وقاص، صفحہ ۷۷، دار الفکر بیروت)

ہشیم نے ابو بلج سے بحوالہ مصعب بن سعد بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا تو حضرت سعد نے کہا میں تجھ پر بد دعا کروں گا، وہ پھر بھی باز نہ آیا تو آپ نے اس کے متعلق اللہ سے بد دعا کی یہاں تک کہ ایک بدکا ہوا اونٹ آیا اور اُس نے اُسے مارا دوسرے طریق سے بحوالہ عامر بن سعد روایت آئی ہے کہ حضرت سعد نے ایک جماعت کو دیکھا جو ایک شخص پر جھکی ہوئی تھی آپ نے دو آدمیوں کے درمیان اپنا سر داخل کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو گالیاں دے رہا ہے۔

آپ نے اسے اس بات سے روکا تو وہ باز نہ آیا، آپ نے فرمایا میں تجھ پر بد دعا کروں گا، اس شخص نے کہا تو مجھے یوں ڈراتا ہے گویا تو نبی ہے؟ حضرت سعد واپس چلے گئے اور آل فلاں کے گھر میں داخل ہوئے اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اس شخص نے ان لوگوں کو گالیاں دی ہیں جنھیں تیرے ہاں نیکی میں سبقت حاصل ہے اور اس نے انھیں گالیاں دے کر مجھے ناراض کیا ہے، پس تو آج

اسے نشان عبرت بنا دے ۔ راوی بیان کرتا ہے کہ آل فلاں کے گھر سے ایک بدکا ہوا بختی اونٹ نکلا جسے کوئی چیز نہ روکتی تھی حتیٰ کہ وہ بہت سے لوگوں میں داخل ہو گیا اور لوگ منتشر ہو گئے اور اس نے اس شخص کو اپنی ٹانگوں میں لے لیا اور مسلسل اسے مارتا رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

مخالفین حضرات ذرا اس پر بھی غور فرمائیں کہ آپ کے بقول چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے تھے اور وہ بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے برملا، تو اس جلیل القدر صحابی نے ان کے خلاف بددعا کیوں نہ کی۔؟ اور ہمیشہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی رہے اور ساری زندگی آپ کے اس انتہائی اقدام پر کبھی کوئی ملامت نہیں کی آخر کیوں؟

ع صلائے عام ہے یاران نقطہ داں کے لیے

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو آگ کا انگارہ کہنے کی روایت کا جائزہ:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدٍ، قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ، وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ: أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟ قَالَ لَهُ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً، وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي حِجْرِهِ فَقَالَ: هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ؟ فَقَالَ الْأَسَدِيُّ: جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ: فَقَالَ الْمِقْدَامُ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغَيِّظَكَ، وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي، وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي، قَالَ: أَفْعَلُ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم: نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ،

هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : فَوَاللَّهِ ، لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ ، قَالَ خَالِدٌ : فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ ، فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ ، قَالَ : وَلَمْ يُعْطِ الأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ ، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةُ ، فَقَالَ : أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ ، وَأَمَّا الأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ

(سنن ابی داؤد: جلد ۴، رقم: ۴۱۳۳، دار الکتاب العربی بیروت)

بقیہ ابن الولید الحمصی کہتے ہیں ہم سے بحیر بن سعد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے خالد ابن مَعدان نے بیان کیا کہا ایک وفد جس میں المقدام بن مَعدِی کرب اور عمرو بنُ الأسودِ اور ایک شخص بنی اسد کا قنسرین والوں میں سے تھا معاویہ بن أبی سفیان کے پاس گئے پس معاویہ بن ابی سفیان نے المقدام سے کہا آپ کو پتا چلا حسن بن علی کی وفات ہوگئی؟ پس مقدام نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اس پر ایک شخص نے کہا تو کیا تم اس [الحسن ابن علی] کے مرنے کو ایک مصیبت تصور کرتے ہیں؟ اس پر مقدام نے جواب دیا: میں اسے مصیبت کیسے نہ سمجھوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حسن کو اپنی گود میں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہیں۔

اس پر بنی اسد کے شخص نے کہا: وہ [حسن] ایک جلتا ہوا انگارہ تھا جسے اللہ نے بجھا دیا۔

تو مقدام نے کہا: اے معاویہ آج میں آپ کو ناپسندیدہ بات سنائے، اور ناراض کئے بغیر نہیں رہ سکتا، پھر انھوں نے کہا: معاویہ! اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کریں، اور اگر میں جھوٹ کہوں تو جھٹلا دیں، معاویہ بولے: میں ایسا ہی کروں گا۔ مقدام نے کہا: میں اللہ کا واسطہ

دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ معاویہ نے کہا: ہاں۔ پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے، پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے۔ تو انہوں نے کہا: معاویہ! قسم اللہ کی میں یہ ساری چیزیں آپ کے گھر میں دیکھ رہا ہوں، تو معاویہ نے کہا: مقدام! مجھے معلوم تھا کہ میں تمہاری نکتہ چینیوں سے بچ نہ سکوں گا۔ خالد کہتے ہیں: پھر معاویہ نے مقدام کو اتنا مال دینے کا حکم دیا جتنا ان کے اور دونوں ساتھیوں کو نہیں دیا تھا اور ان کے بیٹے کا حصہ دو سو والوں میں مقرر کیا، مقدام نے وہ سارا مال اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا، اسدی نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا، یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: مقدام سخی آدمی ہیں جو اپنا ہاتھ کھلا رکھتے ہیں، اور اسدی اپنی چیزیں اچھی طرح روکنے والے آدمی ہیں۔

سید بشارت علی حنفی سیفی کا ناقدانہ تبصرہ:

فیس بک مناظر و معاند حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جناب سید بشارت علی حنفی سیفی صاحب فرماتے ہیں: سنن ابی داؤد کی اس مذکورہ بالا روایت میں جہاں پر یہ بات دکھ والی ہے کہ شہزادہ رسول حضرت امام حسن کی وفات پر جب حضرت مقدام نے افسوس کا اظہار کیا تو ان سے کہا گیا کہ تم حضرت حسن کی وفات کو مصیبت کیوں سمجھتے ہو۔ وہیں پر اس سے بڑھ کر افسوس والی بات یہ ہے کہ جب حضرت مقدام نے جواباً حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا امام حسن سے محبت کا عمل بتایا کہ آقا کریم امام حسن کو گود میں لے کر فرمایا کرتے تھے کہ ”حسن مجھ سے ہے“ تو ادب بارگاہ رسالت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ جب حضور پاک علیہ السلام کی امام حسن سے محبت کا عمل حضرت مقدام نے پیش کر دیا تھا فلہٰذا ”لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ“ کے تحت زبانیں

خاموش ہو جانی چاہییں تھیں اور مزید کوئی بری بات امام حسن کے متعلق نہیں کہنی چاہیے تھی لیکن افسوس صد افسوس کہ مجلس میں موجود" اسدی" نامی ملعون خوشامدی نے رسول اللہ علیہ السلام کی امام حسن سے محبت کی پیش کردہ دلیل کو بھی خاطر میں نہ لایا اور جھٹ سے بولا کہ" حسن تو ایک انگارا تھا جس کو اللہ نے بجھا دیا". اندازہ لگائیں کس قدر بے باکی کا مظاہرہ کیا ملعون" اسدی" نامی شخص نے........کیا گستاخی رسول و آل بیت رسول کے فتاوی جات صرف آج کے مسلمانوں کیلیے ہیں اور اس زمانے کے گستاخان کو کوئی استثناء حاصل تھا؟ اور پھر اس سے بھی بڑھ کر افسوس یہ کہ مجلس میں موجود اس" اسدی" نام کے خوشامدی آدمی نے جب یہ کہا تھا کہ حسن تو ایک انگارا تھا جس کو اللہ نے بجھا دیا تو چاہیے تو یہ تھا کہ اس ملعون خوشامدی شخص کی صاحب محفل کی طرف سے سرزنش کی جاتی لیکن افسوس کہ سرزنش کرنے کے بجائے الٹا جاتے وقت اس ملعون کو بھی مال و انعام دیا گیا۔۔۔

تحقیق روایت:

اس روایت کی تحقیق کے ضمن میں بھی چند امور قابل غور ہیں۔

سند کی تحقیق:

بقیۃ ابن الولید الحمصی المتوفی ۱۱۰ھ:

اس کی سند میں ’’بقیۃ ابن الولید الحمصی ‘‘ ہے اس راوی کی کئی علماء رجال نے توثیق بھی ذکر کی ہے لیکن کئی اکابر نے اس پر جرح وتنقید بھی نقل کی ہے اور اصولاً ’’الجرح مقدم علی تعدیل ‘‘ہوتی ہے۔

امام نسائی کہتے ہیں! إذا قال: حدثنا و أخبرنا فهو ثقة

اگر یہ اخبرنا یا حدثنا کہے تو ثقہ ہے۔

لیکن اس کی سند میں نہ اس نے اخبرنا کہا ہے نہ حدثنا۔لہذا یہ روایت تدلیس کی وجہ سے قابل رد ہے۔

اور دیگر کئی حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ تدلیس کرتا تھا اور جب یہ لفظ ''عن'' استعمال کرے اس وقت یہ حجت شمار نہیں ہوگا۔

اور اس روایت میں اس نے ''عن'' سے روایت کی ہے اس لیے یہ روایت مشکوک ہے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں!

اس نے شعبہ، امام مالک، اور دیگر حضرات سے مستقیم روایات کا سماع کیا ہے پھر اس نے کچھ جھوٹے لوگوں سے وہ روایات سنیں جو شعبہ اور امام مالک سے منسوب کی گئیں تو اس نے ضعیف راویوں سے جو روایات نقل کی تھیں انھیں تدلیس کرتے ہوئے ثقہ راویوں کے حوالے سے روایت کر دیا۔

امام ابو حاتم فرماتے ہیں!

اس کی نقل کردہ روایت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

ابو مسہر کہتے ہیں!

بقیہ کی نقل کردہ روایات پاک وصاف نہیں ہیں اس لیے تم ان سے پرہیز کرو۔

امام ابن خزیمہ کہتے ہیں!

میں بقیہ کی نقل کردہ روایات سے استدلال نہیں کرتا۔

شیخ ابن عدی فرماتے ہیں!

بقیہ کی نقل کردہ بعض روایات سے اختلاف کیا گیا ہے

یعقوب فسوی کہتے ہیں!

بقیہ حافظ الحدیث تھا تاہم وہ عجیب وغریب روایات کا دلدادہ تھا اس لیے وہ ضعیف راویوں کے حوالے سے بھی روایات نقل کر دیتا تھا۔

ابوالحسن بن قطان کہتے ہیں!

بقیہ ضعیف راویوں کے حوالے سے روایات تدلیس کے طور پر نقل کرتا تھا اور وہ اسے مباح قرار دیتا تھا۔ اگر یہ بات درست ہو تو اس کے نتیجے میں اس کی عدالت ختم ہو جائے گی۔

اقول الذھبی:

جی ہاں! اللہ کی قسم اس کے بارے میں یہ بات مستند طور پر ثابت ہے کہ وہ ایسا کیا کرتا تھا۔

(میزان الاعتدال، جلد ۲، بقیہ بن ولید، صفحہ ۸۰ تا ۸۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ ذہبی مزید فرماتے ہیں!

عن ابْنِ عُيَيْنَةَ: لاَ تَسْمَعُوا مِنْ بَقِيَّةَ مَا كَانَ فِي سُنَّةٍ، وَاسْمَعُوا مِنْهُ مَا كَانَ فِي ثَوَابٍ وَغَيْرِه۔

سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں بقیہ سے سنت پر کچھ نہ سنو البتہ ثواب کی روایت سنو۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد ۸، صفحہ ۵۲۰، بقیہ بن ولید، موسسۃ الرسالۃ)

لہٰذا اس روایت جس پر جرح مفصل ہو اس سے صحابہ کرام پر طعن کا جواز پیدا کرنا نہایت قبیح فعل اور بڑی دیدہ دلیری ہے اور اس روایت سے کسی بھی طرح استدلال کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری وضاحت:

یہی روایت علامہ ابن کثیر نے بھی نقل کی ہے اور اس میں وفات سیدنا حسن کا ذکر اور

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعزیت بھی ہے۔اور یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں پیش آیا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بہترین انداز میں تعزیت کی گئی ہے اور کوئی بھی بے ہودہ گفتگو اور ناروا الفاظ اس میں موجود نہیں ہیں۔

فرماتے ہیں!

جب حضرت حسن بن علی کی وفات کا خط آیا تو اتفاق سے حضرت ابن عباس حضرت معاویہ کے پاس موجود تھے پس انہوں نے آپ سے بہت اچھی طرح حضرت حسن کی تعزیت کی اور ابن عباس نے اس کا بہت اچھا جواب دیا۔

(تاریخ ابن کثیر، جلد ۸ صفحہ ۷۹ ،۶۸،۳ ھ کے واقعات، نفیس اکیڈمی کراچی)

مزید فرماتے ہیں!

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثنا ابن هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ. قَالَ قَالَ مُعَاوِيَةُ: يَا عَجَبًا لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ!! شَرِبَ شَرْبَةَ عَسَلٍ يَمَانِيَّةً بِمَاءِ رُومَةَ فَقَضَى نَحْبَهُ. ثُمَّ قَالَ لابن عباس: لا يسؤك الله ولا يحزنك فِي الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لمعاوية: لا يحزنني اللَّهُ وَلَا يَسُوءُنِي مَا أَبْقَى اللَّهُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ۔

(البدائیہ والنھائیہ، جلد ۸، معاویہ بن ابی سفیان، دار الفکر بیروت)

حضرت معاویہ نے فرمایا حضرت حسن بن علی پر تعجب ہے کہ انہوں نے یمانی شہد کو رومہ کے پانی کے ساتھ پیا تو فوت ہو گئے پھر ابن عباس سے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت حسن بن علی کے بارے میں آپ کو غمگین نہ کرے اور نہ دکھ دے، حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ سے کہا جب تک اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو باقی رکھے گا مجھے اللہ تعالیٰ غم اور دکھ نہیں دے گا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ میں اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن رجل بنی اسد کی نازیبا گفتگو اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انعام واکرام عطا فرمانا، یہ سب جھوٹی کہانی اس میں

موجود نہیں:

حدثنا موسى ثنا سليمان بن المغيرة عن حميد عن قتادة عن عبادة أنه قتله الحرورية ويقال ذلك فی زمن زياد حدثنی يحيی بن بشر ثنا الحكم بن المبارك عن بقية عن بحير عن خالد قال قدم المقدام بن معد يكرب وعمرو بن الاسود ورجل من بنی أسد من أهل قنسرين إلى معاوية فقال معاوية للمقدام أعلمت أن الحسن بن علی توفی فرجع وقال وضعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فی حجره وقال هذا منی وحسين من علی۔

تبصرہ مؤلف:

اس روایت میں نہ ہی اسدی نامی کوئی شخص ہے اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی تحقیر آمیز کلمات پائے جاتے ہیں۔جب کہ اس کے برعکس ایک ضعیف ومنکر روایت سے تحقیر آمیز کلمات کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کرنا خود راویوں کی سازش ہے۔

مخالفین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور سوال:

اگر اس تفصیل وتشریح کے بعد بھی قلب وذہن کی پراگندگی دور نہیں ہوئی تو ایک سوال کا جواب عنایت فرمادیں کہ اگر آپ کے نزدیک ''سب وشتم'' کا معنی صرف گندی گالیاں اور مغلظات بولنا ہی ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کو ''سب'' کیا:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا

مَالِكٌ وَهُوَ ابْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ أَنَّ أَبَا الطُّفَيْلِ عَامِرَ بْنَ وَاثِلَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ أَخْبَرَهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ غَزْوَةِ تَبُوكَ فَكَانَ يَجْمَعُ الصَّلَاةَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمًا أَخَّرَ الصَّلَاةَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ ذَلِكَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ سَتَأْتُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَيْنَ تَبُوكَ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوهَا حَتَّى يُضْحِيَ النَّهَارُ فَمَنْ جَاءَهَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتَّى آتِيَ فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلَانِ وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ قَالَ فَسَأَلَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا قَالَا نَعَمْ فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(صحیح مسلم (ت: عبدالباقی) جلد ۴، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دار احیاء التراث بیروت)

اس روایت کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند صحابہ کو فرمایا کہ کل تم تبوک کے چشمہ پر دن چڑھے پہنچ جاؤ گے، تم میں سے جو کوئی اس چشمے کے پاس جائے وہ میرے آنے سے پہلے اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ (صحابی کہتے ہیں) کہ اس چشمے پر ہم دو آدمی پہلے پہنچے۔۔۔۔۔راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو شخصوں سے پوچھا کہ کیا تم نے اس چشمے کے پانی کو چھوا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن پر ''سب'' کیا۔

تبصرہ مؤلف:

مخالفین حضرات ذرا غور فرما کر اس کا جواب عنایت فرما دیں کہ اس روایت میں بھی ''سبّ'' کا لفظ موجود ہے کیا آپ کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی (العیاذ باللہ، نعوذ باللہ) صحابہ کو گالیاں دیں ہوں گی؟۔

نہیں یقیناً نہیں۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ یہاں ''سب'' کا معنی ناراضگی ہے اور یقیناً نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے ان کے اس فعل پر ناراضگی کا اظہار کیا ہوگا۔جب یہاں پر آپ تاویل کریں گے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایات میں تاویل کیوں تسلیم نہیں کی جاتی ؟۔



آٹھویں فصل:

حضرت سیدنا شیر خدا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی تعلقات والفت کا بیان و بزرگان اُمت کے مکاشفات وخیالات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیالات:

محدث جلیل امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ النَّمَرِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَسَأَلَهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ، فَقَالَ: سَلْ عَنْهَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَهُوَ أَعْلَمُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، جَوَابُكَ فِيهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ جَوَابِ عَلِيٍّ، فَقَالَ: بِئْسَ مَا قُلْتَ، وَلُؤْمَ مَا جِئْتَ بِهِ، لَقَدْ كَرِهْتَ رَجُلاً كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغُرُّهُ الْعِلْمَ غَرًّا، وَلَقَدْ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔

1) فضائل الصحابۃ، الجزالثانی صفحہ 675، رقم: 1153، جامعہ اُم القری مکۃ المکرمۃ)

2) تاریخ دمشق لابن عساکر، جلد 42، صفحہ 171، دارالفکر)

3) ذخائر العقبیٰ: ذکر ان جمعًا من الصحابۃ لما سئلوا، صفحہ ۱۴۵، دارالکتب المصریہ)

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ

سوال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو اس لیے کہ وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم ہیں۔سائل نے کہا کہ امیر المومنین مجھے علی رضی اللہ عنہ کے جواب سے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔آپ نے فرمایا! یہ بری بات ہے، تو ایسے آدمی کو ناپسند کر رہا ہے جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے علم کی بنا پر معزز سمجھتے تھے اور ان کے بارے میں فرمایا کہ! اے علی تیری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وأخرجه آخرون بنحوه لكن زاد بعضهم قم لا أقام الله رجليك ومحا اسمه من الديوان۔

ترجمہ: اور بعض نے کچھ زیادہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سائل سے فرمایا کہ کھڑا ہو اللہ تعالیٰ تیرے پاؤں کو کھڑا نہ کرے اور ارا کین دیوان سے اس کا نام خارج کر دیا۔

1) الصواعق المحرقہ، باب، المقصد الخامس مما اشارت الیہ، طبع بیروت)
2) الناهية عن طعن امیر معاویہ، فصل فی فضائل معاویہ، صفحہ 22، مکتبۃ الحقیقۃ استنبول)

مقام حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

علامہ عبد الرحمن جامی تحریر فرماتے ہیں!

ایک روز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کہ ہم بالآخر اپنی عاقبت سے آگاہ ہو جائیں۔حاضرین مجلس نے کہا: ہم تو ایسے کسی طریقے سے آشنا نہیں۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس طریقہ کو علی رضی اللہ عنہ سے معلوم کر سکتا ہوں کیونکہ وہ جو بھی کہیں سچ ثابت ہوتا ہے۔چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تین با اعتبار اشخاص کو بلایا اور انھیں ہدایت کی کہ وہ ایک دوسرے کے بعد اکیلے اکیلے کوفہ جائیں اور میری موت کی خبر مشہور کر دیں، لیکن یہ امر ضروری

ہے کہ تم میری بیماری، یوم وفات، وقت اجل، جگہ، قبر اور نماز جنازہ پڑھانے والے کے تذکرہ میں باہم متفق رہو۔ یہ سن کر وہ روانہ ہوئے، کوفہ کے نزدیک پہنچے تو پہلے روز ایک آدمی کوفہ میں وارد ہوا، اہل کوفہ نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگا! شام سے

انہوں نے پوچھا:

وہاں کے احوال و واقعات کیا ہیں؟

اس نے کہا:

امیر معاویہ وفات پا گئے ہیں۔

اہل کوفہ نے جناب امیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی لیکن آپ نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔

دوسرے روز دوسرا آدمی وارد کوفہ ہوا۔ اس نے بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر اس طرف چنداں التفات نہ فرمایا۔

تیسرے روز ایک آدمی آیا اور اس نے بھی اُن کی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متوسلین کہنے لگے کہ اب یہ خبر پایہ تحقیق و صحت کو پہنچ چکی ہے، آج ایک شخص پھر آیا ہے جس نے پہلوں کی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی داڑھی مبارک اور سر جس پر خضاب لگا ہوا تھا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ وفات پا جائیں جب تک کہ میری داڑھی اور سر رنگین نہ ہو جائیں اور ابن ابکتہ الابکاد ان سے ملاعبت نہ کریں۔ ان تینوں نے اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا۔ (شواہد النبوۃ، صفحہ 294-295، مکتبہ نبویہ لاہور)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت

حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا کہ میرے سامنے حضرت علی کے اوصاف

بیان کرو۔اس نے کہا مجھے معاف رکھئے۔حضرت معاویہ نے کہا میں تجھ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔اُس نے کہا خدا کی قسم وہ بہت دور تک جانے والے شدید القوی فیصلہ کن بات کرنے والے انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹتا تھا اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی۔وہ دنیا اور اس کی چکا چوند سے نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔بہت رونے والے اور بہت سوچنے والے تھے۔ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر سخت ہوتا تھا۔وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے،جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے،جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے اور خدا کی قسم ہم اس قدر قریب رہنے کے ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے بات نہ کر سکتے تھے۔

وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو قریب کرتے۔طاقتور اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مقامات پر جب رات چھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو انہیں اپنی داڑھی کو پکڑے ڈسے ہوئے انسان کی طرح بے قرار اور غمگین روتے دیکھا اور وہ کہتے اے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے۔کیا تو میری طرف دیکھ رہی ہے؟ تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائنہ طلاقیں دے دیں ہیں جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا۔تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت قلیل ہے۔آہ قلت زاد درازی سفر اور راستے کی وحشت۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ باتیں سن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابو الحسن پر رحم فرمائے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ **(الصواعق المحرقہ مترجم،صفحہ 336-337،طبع لاہور)**

شیخ الاسلام علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1239ھ) نقل فرماتے ہیں:

روی الامام المستغفری باسنادہ الی عقبۃ بن عامر قال کنت

امشی مع معاویة فقال والله ما علی الارض رجل احب الی من علی بن ابی طالب قیل الذی کان بینی وبینه وانی لا علم انه یملك من ولده من هو خیر اهل الارض فی زمانه۔

(الناھیۃ عن طعن امیر معاویہ، صفحہ 22، مکتبۃ الحقیقۃ استنبول)

امام مستغفری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو انھوں نے فرمایا کہ قسم بخدا مجھے علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب روئے زمین پر کوئی نہیں تھا، اس سے قبل کہ میرے اور ان کے درمیان جو کچھ رونما ہوا اور میں جانتا ہوں کہ ان کی اولاد میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو اپنے زمانے میں روئے زمین پر سب سے بہتر ہوگا۔

علامہ ابن عساکر (متوفی 571ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''ایک بار حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے جی کھول کر علی کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر، خوبصورتی میں موسم بہار، جود وسخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اور کہا: ''اے ابو یزید (عقیل)! میں علی بن ابی طالب کے بارے میں یہ کیسے نہ کہوں۔ علی قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ نیزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں۔ علی میں بڑائی کی تمام علامات موجود ہیں۔'' عقیل نے یہ سن کر کہا: ''امیر المومنین! آپ نے فی الواقع صلہ رحمی کی۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر، جلد 42، صفحہ 416-417، طبع، دار الفکر)

علامہ اسماعیل ابن کثیر (متوفی 774ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''جب شاہ روم نے حضرت معاویہ کو حضرت علی کے ساتھ مصروف پیکار پایا تو وہ عظیم فوجوں کے ساتھ ملک کے بعض حصوں کے قریب آگیا اور ان میں دلچسپی لینے لگا تو حضرت

معاویہ نے اسے لکھا: ”خدا کی قسم اگر تو باز نہ آیا اور اے لعین تو اپنے ملک کو واپس نہ گیا تو میں اور میرا عم زاد (علی) تیرے برخلاف مصالحت کر لیں گے اور میں تجھے تیرے تمام ملک سے باہر نکال دوں گا اور زمین کو باوجود فراخی کے تجھ پر تنگ کر دوں گا“۔

(البدائیہ والنھائیہ، جلد 8، صفحہ 157، نفیس اکیڈمی کراچی)

تبصرہ مؤلف:

علامہ ابن کثیر کی اس روایت نے مسئلہ کی نزاکت کو زرا مزید واضح کر دیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی ذاتی عناد نہ تھا اور نہ ہی وہ امارت وحکومت کے حصول کے لیے حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے میدان میں اترے تھے اسی لیے تو انھوں نے شاہ روم کو اتنے سخت الفاظ میں متنبہ کیا۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغض ہوتا تو وہ شاہ روم کو اسلامی ممالک پر حملہ کرنے سے کبھی منع نہ کرتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کی

ثانیٔ ابوحنیفہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی (متوفی ۱۲۲۴ھ) فرماتے ہیں!

شیخ محقق تاج الدین نے ”بحر سعادت“ میں ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ اس مدت میں امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) بیمار ہوئے چنانچہ آپ صاحب فراش ہو گئے، ایک روز سخت گرمی میں ایک سواری دیکھی جس پر ایک بزرگ سوار تھے، سفید مصری لباس پہنے گردن کے نیچے (سے عمامہ) باندھے ہوئے تھے لشکر میں آئے۔ کسی سے بھی بات نہیں کی یہاں تک کہ سیدھے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں آئے خیمے میں داخل ہوئے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے اور سلام کیا اور ہاتھ آپ کی پیشانی پر رکھا، فاتحہ پڑھی، دعا وثنا کی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور عذر خواہی کی اور چلے گئے، حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سب قریبی بیٹھے ہوئے

تھے، کچھ وقت کے بعد پوچھا کہ اے امیر المومنین! وہ مرد کون تھا؟ آپ نے فرمایا! تم نے اُسے نہیں پہچانا؟ عرض کی کہ نہیں، فرمایا! وہ معاویہ تھے جو میری عیادت کے لیے آئے تھے اور واپس اپنے لشکر سے جا ملے تو وہ کہنے لگے ہمیں کیوں نہیں بتایا کہ انھیں پکڑ لیتے اور یہ فتنہ ٹل جاتا، حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومن کبھی بھی دین کے لیے دھوکہ نہیں کرتا، ایک مسلمان تم سب سے نہ ڈرا، تنہا ہم میں چلا آیا، اللہ تعالیٰ نے اُسے تمہاری نگاہوں میں چھپایا کہ اُسے پہچان نہ سکے۔ میرا اکرم یہ ہے کہ اُس کے ساتھ عذر کیا باقی ہم میں جھگڑا ہے جو صلح پر انجام کو پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

''إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ''۔(الحجرات:۱۰)

مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔

(ارشاد الصواب لمن وقع فی بعض الاصحاب: صفحہ ۲۲، جمعیت اشاعت اہلسنت کراچی)

اہل شام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں

امام عبد الرزاق الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 211ھ) فرماتے ہیں:

أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن عبد الله بن صفوان قال قال رجل يوم صفين اللهم العن أهل الشام قال فقال علي لا تسب أهل الشام جما غفيرا فإن بها الأبدال فإن بها الأبدال فإن بها الأبدال۔

(المصنف عبد الرزاق، جلد 11، باب الشام، صفحہ 249، رقم: 20455، المکتب الاسلامی بیروت)

ترجمہ: ایک شخص نے جنگ صفین کے روز کہا! اے اللہ اہل شام پر لعنت کر، تو حضرت علی نے اُسے کہا کہ اہل شام کو گالی نہ دو بے شک وہاں ابدال ہیں بے شک وہاں ابدال ہیں، بے شک وہاں ابدال ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بعد جو خط شہروں میں بھیجا، اس میں فرمایا:

"ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہوئی کہ ہم میں اور اہل شام میں مقابلہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک، ہمارا اور ان کا نبی ایک، ہماری اور ان کی اسلام کے متعلق دعوت ایک۔ اس معاملے میں نہ وہ ہم سے زیادہ تھے اور نہ ہم ان سے۔ صرف ایک معاملے میں ہم میں اختلاف ہوا اور وہ تھا خون عثمان کا جبکہ ہم اس سے بری تھے"۔

(نہج البلاغہ، خط نمبر 58)

حکومت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور فرمان سیدنا علی رضی اللہ عنہ

امام محمد بن ابی شیبۃ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 235ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ، قَالَ: لَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ مِنْ صِفِّينَ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَمْلِكُ أَبَدًا، فَتَكَلَّمَ بِأَشْيَاءَ كَانَ لَا يَتَكَلَّمُ بِهَا، وَحَدَّثَ بِأَحَادِيثَ كَانَ لَا يَتَحَدَّثُ بِهَا، فَقَالَ فِيمَا يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَكْرَهُوا إِمَارَةَ مُعَاوِيَةَ، وَاللهِ لَوْ قَدْ فَقَدْتُمُوهُ لَقَدْ رَأَيْتُمُ الرُّؤُوسَ تَنْزُو مِنْ كَوَاهِلِهَا كَالْحَنْظَلِ۔

ترجمہ: جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو۔ اگر تم نے انھیں کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے۔

(۱)۔المصنف ابن ابی شیبۃ، جلد ۲۱، کتاب الجمل، صفحہ ۴۱۲، رقم: ۳۹۰۰۹، طبع شرکۃ دار القبلۃ)

(۲)۔دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد السفر السادس، باب، ما جاء فی إخبار النبی بالفتن، صفحہ ۴۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳)۔تاریخ دمشق لابن عساکر، معاویۃ بن صخر ابی سفیان بن حرب، جلد ۵۹، صفحہ ۶۱، طبع، دار الفکر)

(مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، جلد 24، معاویہ بن صخر ابی سفیان، صفحہ 401، دار الفکر دمشق)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان مقتولین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 360ھ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بن إِسْحَاقَ التُّسْتَرِيُّ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بن أَبِي السَّرِيِّ الْعَسْقَلانِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بن أَبِي الزَّرْقَاءِ، عَنْ جَعْفَرِ بن بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ بن الأَصَمِّ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: "قَتْلايَ وَقَتْلَى مُعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ"۔

(معجم الکبیر طبرانی، جلد 19، صفحہ 307، رقم: 688، مکتبہ ابن تیمیہ القاھرہ)

ترجمہ: حضرت یزید بن اصم فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری طرف سے قتل ہونے والے اور معاویہ کی طرف سے قتل ہونے والے جنت میں ہیں۔

علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 571ھ) لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو القاسم الخضر بن الحسين بن عبدان انا ابو القاسم بن ابی العلاء انا ابوزکریا یحییٰ بن عمار بن یحییٰ بن شداد انا ابراهيم بن احمد بن محمد الانصاری، نا سعید ابن یحییٰ بن سعید نا خالد بن حیان الرقی، عن جعفر بن برقان، عن يزيد بن الأصم قال: لما وقع الصلح بين علی ومعاوية خرج علی فمشی فی قتلاه فقال: هؤلاء فی الجنة. ثم مشی فی قتلى معاوية فقال: هؤلاء فی الجنة، وليصير الأمر إلى وإلى معاوية، فيحكم لی ويغفر لمعاوية، هكذا اخبرنی حبيبی رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر، معاویہ بن ابی سفیان جلد، 59، صفحہ، 139، دار الفکر دمشق)

ترجمہ: یزید بن اصم کہتے ہیں کہ جب علی اور معاویہ کے درمیان صلح ہوگئی تو علی اپنے

مقتولین کی جانب نکلے اور فرمایا: ''یہ لوگ جنت میں ہوں گے۔'' پھر معاویہ کے مقتولین کی طرف چلے اور فرمایا: ''یہ لوگ بھی جنت میں ہوں گے۔ (روز قیامت) یہ معاملہ میرے اور معاویہ کے درمیان ہوگا۔ فیصلہ میرے حق میں دیا جائے گا اور معاویہ کو معاف کر دیا جائے گا۔ مجھے میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح بتایا تھا۔

حضرت سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے نام لیواؤں کو ان دونوں روایتوں پر غور وفکر کرنا چاہیے اگر بقول حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں تو پھر بغض وعناد طعن و تشنیع کا مقصد آخرت کی بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان

سفیان بن اللیل کا بیان ہے کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ آئے تو میں نے انھیں کہا ''(یا عار المومنين) ''اے مومنین کو ذلیل کرنے والے''۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ایسا نہ کہو میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے سنا ہے کہ شب و روز ختم نہ ہوں گے حتیٰ کہ معاویہ بادشاہ بن جائیں گے، پس مجھے معلوم ہوگیا کہ اللہ کا حکم ہو کر رہے گا، پس میں نے پسند نہ کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کے خون بہائے جائیں۔

(البدائیہ والنھائیہ، جلد ۸، ۶۰ ھجری کے واقعات، صفحہ ۱۷۲ طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان:

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں!

عبد الرزاق نے معمر سے بحوالہ ہمام بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی شخص کو بادشاہت کے لائق نہیں دیکھا۔ **(البدائیۃ والنھائیۃ، جلد ۸، صفحہ ۱۷۷، نفیس اکیڈمی کراچی)**

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا فرمان

حدثنا قتادة قال: قلت للحسن: يا أبا سعيد إن ها هنا ناساً يشهدون على معاوية أنه من أهل النار. قال: لعنهم الله، وما يدريهم من في النار۔

(1)الاستیعاب لابن عبد البر، جلد،3صفحہ 1422)

2)المستند للقاسمی، کتاب العقائد، صفحہ 120،مکتبہ رحمۃ للعالمین سرگودھا)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن سے پوچھا: اے ابوسعید یہاں کچھ لوگ ہیں جو معاویہ کو جہنمی کہتے ہیں، انھوں نے فرمایا: اللہ کی ان پر لعنت ہو، انھیں کیا خبر جہنم میں کون ہے۔

سیدنا عمر بن عبد العزیز الاموی رضی اللہ عنہ کا خواب

وقال أبو بكر بن أبي الدنيا: حدثني عباد بن موسى، ثنا على بن ثابت الجزري، عن سعيد بن أبي عروبة عن عمر بن عبد العزيز. قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام وأبو بكر وعمر جالساه عنده، فسلمت عليه وجلست، فبينما أنا جالس إذ أتى بعلي ومعاوية، فأدخلا بيتا وأجيف الباب وأنا أنظر، فما كان بأسرع من أن خرج علي وهو يقول: قضي لي ورب الكعبة، ثم ما كان بأسرع من أن خرج معاوية وهو يقول: غفر لي ورب الكعبة۔

(البدائیہ والنھائیہ، جلد8، صفحہ 170،نفیس اکیڈمی کراچی)

(مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، معاویہ بن صخر ابی سفیان، جلد ۲۵، صفحہ ۳۸_۳۹، دار الفکر دمشق)

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں پس میں نے آپ کو سلام کہا اور بیٹھ گیا اسی دوران کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کو آپ کے پاس لایا گیا اور دونوں کو ایک گھر میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ کو بھیڑ دیا گیا اور میں دیکھ رہا تھا کہ جلدی سے حضرت علی یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ ہو گیا ہے، پھر جلدی سے حضرت معاویہ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ رب کعبہ کی قسم اُس نے مجھے بخش دیا ہے۔

فائدہ:

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بالاتفاق خلیفہ راشد اور اُمت مسلمہ کے امام صالح ہیں آپ کا یہ خواب یقیناً حق و سچ کی نشانی ہے کیونکہ آپ ایک جلیل القدر عالم اور امیر المومنین ہیں اور پوری اُمت مسلمہ کا آپ پر اعتماد ہے جو کہ آپ کی ثقاہت کو ثابت کرتا ہے۔اور آپ کے اس رویائے صالحہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا حق معاف کر دیا اور اللہ جل جلالہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی کو بھی معاف فرما دیا۔

حضرت عمرو بن شرحبیل الہمدانی رضی اللہ عنہ کا مکاشفہ

حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ خِرَاشٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، قَالَ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلَ الْهَمْدَانِيُّ ، وَلَمْ أَرَ هَمْدَانِيًّا كَانَ أَفْضَلَ مِنْهُ ، قُلْتُ : وَلاَ مَسْرُوقٌ ، قَالَ : وَلاَ مَسْرُوقٌ ، قَالَ : اهْتَمَمْتُ بِأَمْرِ أَهْلِ صِفِّينَ وَمَا كُنْتُ أَعْرِفُ مِنَ الْفَضْلِ فِي الْفَرِيقَيْنِ ، فَسَأَلْتُ اللهَ أَنْ يُرِيَنِي مِنْ أَمْرِهِمْ أَمْرًا أَسْكُنُ إِلَيْهِ ، فَأُرِيتُ فِي مَنَامِي أَنِّي رُفِعْتُ إِلَى أَهْلِ صِفِّينَ فَإِذَا أَنَا بِأَصْحَابِ عَلِيٍّ فِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ وَمَاءٍ جَارٍ فَقُلْتُ : سُبْحَانَ اللهِ كَيْفَ بِمَا أَرَى ، وَقَدْ قَتَلَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ، قَالُوا : إِنَّا

وَجَدْنَا رَبَّنَا رَءُوفًا رَحِيمًا ، قُلْتُ : فَمَا فَعَلَ ذُو الْكَلَاعِ ، وَحَوْشَبٌ يَعْنِي أَصْحَابَ مُعَاوِيَةَ ، قَالُوا : أَمَامَكَ فَإِذَا سَهْمٌ كَالْحَنَاجِزِ فَهَبَطْتُ عَلَى الْقَوْمِ فِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ وَمَاءٍ جَارٍ ، فَقُلْتُ : سُبْحَانَ اللهِ كَيْفَ بِمَا أَرَى وَقَدْ قَتَلَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ، قَالُوا : إِنَّا وَجَدْنَا رَبَّنَا رَءُوفًا رَحِيمًا ، قُلْتُ : فَمَا فَعَلَ أَهْلُ النَّهْرَوَانِ قَالُوا : أُلْقُوا بَرْحًا ، أَوْ قَالَ كَمَا لَقُوا بَرْحًا۔

(سنن سعید بن منصور، جلد ۲، باب، جامع الشهادة، صفحہ ۳۴۰، دار الکتب العلمیہ)

(المصنف ابن ابی شیبہ، جلد 21، کتاب الجمل، صفحہ 408، شرکۃ دار القبلۃ)

ترجمہ: حضرت وائل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن شرحبیل ہمدانی تابعی سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کیا مسروق بھی ان کے ہمسر نہیں تھے؟ فرمایا مسروق بھی نہیں تھے۔ عمرو بن شرحبیل فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ صفین میں حصہ لینے والوں کے بارے میں خوب غور کیا کہ فریقین میں سے افضل کون ہے۔ میں نے اللہ کریم سے عرض کیا کہ میری رہنمائی فرمائے جس سے میری تسلی ہو جائے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ مجھے اہل صفین کے پاس جنت میں لے جایا گیا۔ میں حضرت علی کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھے۔ میں نے کہا سبحان اللہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ وہ کہنے لگے ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔ میں نے کہا! کلاع اور حوشب والوں یعنی حضرت امیر معاویہ کے ساتھیوں پر کیا گزری؟ انہوں نے کہا وہ تیرے سامنے موجود ہیں۔ میں ادھر کو بڑھا تو سامنے ایک قوم تھی جو سبز باغ میں چلتی نہروں کے پاس موجود تھی۔ میں نے کہا سبحان اللہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ وہ کہنے لگے ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔ میں نے کہا اہل نہروان پر کیا گزری؟ انہوں نے کہا وہ شدت

میں پڑے ہیں۔

گستاخِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی سزا

وقال(محمد بن عبد الملك بن أبي الشوارب - وكان من الأبدال) رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وعنده أبو بكر وعمر وعثمان وعلي ومعاوية، إذ جاء رجل فقال عمر: يا رسول الله هذا يتنقصنا، فكأنه انتهره رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله إني لا أتنقص هؤلاء ولكن هذا - يعني معاوية - فقال: " ويلك ! أو ليس هو من أصحابي؟ قالها ثلاثا، ثم أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم حربة فناولها معاوية فقال: جابها في لبته " فضربه بها وانتبهت فبكرت إلى منزلي فإذا ذلك الرجل قد أصابته الذبحة من الليل ومات، وهو راشد الكندي۔

(1) البدایۃ والنھایۃ، جلد 8، صفحہ 183، نفیس اکیڈمی کراچی)

2) تاریخ دمشق لابن عساکر، جلد 59، صفحہ 212، دار الفکر دمشق)

3) مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، جلد 25، صفحہ 76-77، دار الفکر دمشق)

ترجمہ: محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب بیان فرماتے ہیں جو کہ ابدال میں سے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے پاس حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم بھی تھے کہ اچانک ایک شخص آگیا تو حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہماری عیب گیری کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ڈانٹا تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کی عیب گیری نہیں کرتا بلکہ میں اس یعنی معاویہ کی عیب گیری کرتا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ہلاک ہو کیا یہ میرا اصحابی نہیں، آپ نے تین بار یہ بات فرمائی، پھر

رسول اللہ ﷺ نے ایک نیزہ لیا اور اسے حضرت معاویہ کو دیا اور فرمایا اسے اس کے سینے میں مارو، انھوں نے اسے نیزہ مارا اور میں بیدار ہو کر صبح سویرے اپنے گھر کی طرف گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رات کو اس شخص کو حلق کا درد ہوا اور وہ مرگیا اور وہ راشد کندی تھا۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کا فرمان

ابن وہب نے مالک سے بحوالہ زہری بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے متعلق پوچھا تو آپ نے مجھے فرمایا زہری سنو جو شخص حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا محب ہونے کی حالت میں مرے گا اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی شہادت دے گا اور حضرت امیر معاویہ کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہے گا اللہ پر واجب ہے کہ اس کا حساب سختی سے نہ لے۔

(البدائیہ والنہائیۃ، جلد 8، صفحہ 182، نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت معافی بن عمران رضی اللہ عنہ کا فرمان

محمد بن عبد اللہ بن عمار موصلی نے بیان کیا ہے کہ المعافی بن عمران سے دریافت کیا گیا کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز؟ تو آپ نے غصے ہو کر سائل سے فرمایا: کیا تو ایک صحابی کو ایک تابعی کی مانند بناتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھی رشتہ دار، کاتب اور وحی الٰہی کے امین تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میرے اصحاب اور میرے رشتہ داروں کو میرے لیے چھوڑ دو، جو شخص انھیں گالی دے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ (البدائیۃ والنہائیۃ، جلد 8، صفحہ 182، نفیس اکیڈمی کراچی)

توہین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کرنے والے کو کوڑوں کی سزا

ابراہیم بن میسرہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو کسی

انسان کو مارتے نہیں دیکھا سوائے اس انسان کے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کئی کوڑے مارے۔

(البدایۃ والنہایۃ، جلد 8، صفحہ 183، نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت عبداللہ ابن المبارک رضی اللہ عنہ کا بیان

بعض سلف نے بیان کیا ہے کہ میں شام میں ایک پہاڑ پر تھا کہ اچانک میں نے ہاتف کو کہتے سنا جس نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا وہ زندیق ہے اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اسے جہنم کی طرف گروہ کی صورت میں لایا جائے گا اور جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس کا مدمقابل رحمان ہوگا اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس کے مدمقابل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اور جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اسے سپاہی بھڑکتی جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے اور اسے بھڑکتے ہاویہ میں پھینک دیں گے۔ **(حوالہ ایضاً)**

تاجدار چشتیہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کی ایک نادر روزگار شخصیت ہیں آپ کا سلسلہ طریقت چند واسطوں سے خواجہ خواجگان خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری سے ملتا ہے۔آپ سے پوچھا گیا کہ! بعض سادات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں عقیدہ اچھا نہیں رکھتے اور انھیں حضرت علی کے دشمنوں میں شمار کرتے ہیں۔فرمایا! جب تک تمام صحابہ کرام کے بارے میں اعتقاد درست نہ ہو اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوتا۔۔۔۔بعد ازاں فرمایا! جب اہل اسلام کے دونوں فرقوں میں جنگ چھڑ گئی تو طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑائی کی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکریوں

میں سے ایک آدمی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر حضرت علی کو پیش کیا۔آپ نے فرمایا! صد افسوس تو نے کتنا برا کیا میں تو اسے قطعاً دشمن نہیں سمجھتا تھا۔

(مرات العاشقین، صفحہ ۱۸۳، تصوف فاؤنڈیشن لاہور)

موجودہ سجادہ نشین اجمیر شریف اور اُن کے صاحبزادے مولانا کامران چشتی کو اس ملفوظ پر غور وفکر کرنا چاہیے۔کامران چشتی صاحب کے بقول کے کسی بھی چشتی بزرگ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف نہیں کی تو زرا حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر کو بار بار پڑھ کر اپنے سینہ پر دم کریں اُمید کامل ہے کہ غلاظت شنیعہ آپ کے قلب سے دور ہو جائے گی۔

سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۲۴ھ)

سراج العارفین، حضرت کا حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں عقیدہ ونظریہ، لکھتے ہیں کہ!

''بہر حال حق واضح ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تھی۔اس لیے آپ مغفور ہیں اور خطا عنادی نہ تھی، کہ آپ کو فسق (گناہ) تک پہنچاتی اور آپ پر طعن وتشنیع کو جائز قرار دیتی۔۔۔۔۔اسی وجہ سے (علمائے کرام نے) آپ کے نام نامی پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعائیہ کلمہ ذکر فرمایا۔۔۔۔۔۔تو کون ہے اور تجھے کیا ہو گیا؟ کہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی فضیلت پر تو انگلی اُٹھاتا ہے، یا'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہنے سے تو زبان بند کرتا ہے اور ہزاروں تیرے جیسے نہ کہیں'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

''رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ (البینہ:۸)

اے غافل! آنکھ کھول اور پاک نگاہ سے دیکھ کہ یہ ہے، مردان خدا کا عقیدہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں: اور ایسا ہرگز نہیں چاہیئے کہ ان کے فضائل سے اپنی آنکھ کو سی لے (بند کر لے) اور آتش دان جیسے سینہ میں تو کینہ کی آگ کو

سلگائے، یقین کر کہ ایک دن خود کو تو آگ میں جلائے گا۔

(دلیل الیقین من کلمات العارفین، صفحہ ۴۳ تا ۴۵، مطبوعہ لاہور)

غوث زماں قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اور ان میں سے کچھ کہتے ہیں کہ جس نے حضرت علی کی مخالفت کی جیسے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدنا امیر معاویہ تو ان پر لعنت بھیجنا واجب ہے۔ یہ تمام وہ اقوال ہیں جو بدعت کے مشابہ ہوتے ہیں کفر نہیں۔۔۔۔۔ الحاصل صحابہ کرام و ائمہ عظام کا سب وشتم کنندہ گروہ شیعہ فاسق و فاجر ہے تاوقتیکہ وہ گروہ اپنے اس گناہ کبیرہ سے توبہ نہ کرے اور اپنے فعل شنیع سے باز نہ آئے اس کے ساتھ اسلامی برتاؤ اور شادی و غمی کی شرکت اور باہمی اکل وشرب شرعاً ناجائز و منع ہیں۔ **(فتاویٰ مہریہ، صفحہ ۲۴۴ طبع گولڑہ شریف)**

مولانا محب النبی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محب النبی قریشی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث زماں قبلہ عالم پیر سید مہر علی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید، خلیفہ مجاز، اور گولڑہ شریف میں بحیثیت صدر مدرس اور مفتی کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲ صفحات پر مشتمل سند حدیث عنایت فرمائی تھی۔ آپ موضع بھوئی تحصیل حسن ابدال کے رہنے والے تھے آپ کا مزار پر انوار بھی آپ کے خاندانی قبرستان موضع بھوئی میں مرجع خلائق ہے۔ آپ نے بھی ایک سوال کے جواب میں درج ذیل کلمات ارشاد فرمائے تھے۔

سوال: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں نیز اُن کو برا سمجھنا یا اُن سے بغض رکھنا کیسا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات میں عام بے علم یا کم علم مسلمانوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے، وہ ان میں پڑیں یا مجتنب رہیں۔

(مستفتی مولوی محمد اسلم تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا)

الجواب وھو الموفق للصدق والصواب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حیثیت صحابیت سے گرانا بدترین گناہ ہے۔صحابہ کرام کے اختلافات میں پڑنا دلیل نقص ایمان ہے۔ ہذا والعلم التام عند اللہ العلام محب النبی۔

(قلمی فتوی حضرت شیخ الحدیث مولانا محب النبی قریشی چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت پیر سید باقر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

میرا مشاہدہ ہے کہ جو اہل بیت پاک وآل پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اعتراض کرتا ہے وہ خارجی ہو کر مرتا ہے اور جو ازواج مطہرات امہات المومنین وتمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض یا بے ادبی کرتا ہے وہ ہمیشہ رافضی ہو کر مرتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان ہستیوں کی بے ادبی کرنے سے محفوظ فرمائے۔آمین ثم آمین!

(وصیت نامہ حضرت سید باقر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا مفتی فیض احمد چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مولانا فیض احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری مرید وشاگرد تھے آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور گولڑہ شریف کا مسلک بیان فرمایا۔

سوال: جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو فاسق اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کا دشمن جانے اور آپ کی گستاخی کرے کیا وہ اہل سنت سے ہے یا نہیں کیا اُسے امام بنانا جائز ہے یا نہیں۔براہ کرم مدلل جواب ارشاد فرمائیں جو اہل سنت کا صحیح مسلک ہو اُس سے آگاہ فرمائیں۔

بینوا وتوجروا۔

(محمد غلام سرور قادری ملتان)

باسمہ سبحانہ

کسی صحابی کی تفسیق وتوہین مسلک اہل سنت کے خلاف اور بدعت ہے خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے عادل وصالح ہونے کے لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت تفویض کرنا بین ثبوت ہے ورنہ فاسق کو تفویض خلافت حسن رضی اللہ عنہ کے شایاں نہیں۔

(قلمی فتوی حضرت مفتی فیض احمد گولڑہ شریف رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سادات ذی وقار کے لیے عطیات

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت قرار پکڑ گئی تو حضرت حسین اپنے بھائی حضرت حسن کے ساتھ حضرت معاویہ کے پاس آتے جاتے تھے اور حضرت معاویہ ان دونوں کا بہت اکرام کرتے اور ان دونوں کو خوش آمدید کہتے اور انھیں بہت عطیات دیتے تھے اور انہوں نے ایک دن میں ان دونوں کو دو لاکھ درہم دیئے۔۔۔۔اور جب حضرت حسن فوت ہو گئے تو حضرت حسین ہر سال حضرت معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ آپ کو عطیہ دیتے اور آپ کا اکرام کرتے تھے۔

(البدائیہ والنہائیہ جلد ۸، حضرت حسین کا واقعہ اور طلب امارت، صفحہ ۱۹۶، نفیس اکیڈمی)

وروى الاصمعي قال: وفد الحسن وعبد الله بن الزبير على معاوية فقال للحسن: مرحبا وأهلا بابن رسول الله، وأمر له بثلاثمائة ألف، وقال لابن الزبير: مرحبا وأهلا بابن عمة رسول الله، وأمر له بمائة ألف۔

(البدائیۃ والنہائیۃ، جلد 8، ذکر معاویہ بن ابی سفیان، صفحہ 179، نفیس اکیڈمی کراچی)

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت معاویہ نے حضرت حسن کو کہا مرحبا، خوش آمدید فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ

کی خدمت میں تین لاکھ درہم پیش کرنے کا حکم فرمایا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے لیے بھی مرحبا ،خوش آمدید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے،اور ان کے لیے ایک لاکھ درہم پیش کرنے کا حکم فرمایا۔

عبد اللہ بن بریدہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیا،پس آپ نے انھیں چار کروڑ عطیہ دیا اور ایک دفعہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم آپ کے پاس آئے تو آپ نے فوراً انھیں دو لاکھ عطیہ دیا۔

(البدائیہ والنھائیۃ، جلد 8،صفحہ 179 طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت سید عثمان علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ گنج بخش کا حوالہ

ایک روز ایک شخص نے حاضر ہو کر آپ سے عرض کیا کہ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک مفلس و نادار شخص ہوں،میں صاحب اہل وعیال ہوں مجھے اپنے پاس سے رات کے کھانے میں سے کچھ عنایت فرمایئے ،حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ میرا رزق ابھی راہ میں ہے کچھ دیر بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے دیناروں کی پانچ تھیلیاں آئیں ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے،لانے والوں نے عرض کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معذرت خواہ ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فی الحال ان کو اپنے خدام پر خرچ فرمائیں مزید پھر حاضر کیے جائیں گے۔ **(کشف المحجوب، صفحہ 85،طبع 2010ء، دعا پبلی کیشنز لاہور)**

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم نے عطیات معاویہ رضی اللہ عنہ سے قرضے اتارے

یہاں پر ایک حوالہ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی صاحب کا بھی پیش کیے دیتا ہوں موصوف بذیل عنوان فرماتے ہیں!

"معجزہ موافق ارشاد امام حسن"۔ صادق سے روایت کی ہے ایک روز امام حسن نے امام حسین وعبد اللہ بن جعفر سے فرمایا! خرچ معاویہ کی جانب سے تم کو پہلی تاریخ کو پہنچے گا جب پہلی تاریخ ہوئی حضرت نے جس طرح فرمایا تھا اسی طرح خرچ پہنچا اور امام حسن بہت قرضدار تھے جو کچھ حضرت کے لیے اس نے بھیجا اس سے اپنا قرض ادا کیا اور باقی اہل بیت اور اپنے شیعوں پر تقسیم کر دیا اور امام حسین نے بھی اپنا قرض ادا کیا اور جو کچھ باقی رہا اس کے تین حصے کیے ایک حصہ اپنے اہل بیت اور شیعوں کو دیا اور دو حصے اپنے عیال کے لیے بھیجے اور عبد اللہ بن جعفر نے بھی اپنا قرض ادا کیا اور جو کچھ باقی بچا وہ معاویہ کے ملازم کو دیا بطور انعام اور جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی اس نے عبد اللہ بن جعفر کے لیے بہت سا مال انعام بھیجا۔

(جلاء العیون: جلد ۱، صفحہ ۳۵۸، عباس بک ایجنسی لکھنو انڈیا)

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے لیے عطیات

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ پر ہر سال حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو ایک کروڑ درہم دینا واجب تھا اور بعض اوقات ان پر پانچ لاکھ قرض اکٹھا ہو گیا تو ان کے قرض خواہوں نے ان سے اصرار کیا تو آپ نے ان سے حضرت معاویہ کے پاس جانے کی مہلت طلب کی کہ وہ عطیہ میں سے آپ سے کچھ پیشگی مطالبہ کریں گے آپ نے آ کر پوچھا اے ابن جعفر کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا مجھ پر کچھ قرض ہے اور قرض خواہوں نے مجھ سے اصرار کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کتنا قرض ہے انھوں نے کہا پانچ لاکھ درہم تو آپ نے انھیں اپنی طرف سے ادا کر دیا اور انھیں فرمایا ایک کروڑ اپنے وقت پر تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔

(البدائیہ والنہائیہ، جلد 8، صفحہ 180، طبع نفیس اکیڈمی لاہور)

تبصرۂ مؤلف:

آل پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایسا سلوک کہ کبھی کسی چیز کی کمی نہ ہونے دی۔حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہ سے جن شرائط پر صلح ہوئی تھی اُن کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ نبھایا جس کی ایک واضح مثال عطیات کے ضمن میں پیش کی گئی۔سادات ذی وقار کو وظائف وعطیات سے نوازنے پر یہ چند حوالہ جات تھے۔اگر صرف اس موضوع پر ہی تحریر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔



نوویں فصل:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر چند مزید مطاعن کا جائزہ

اس فصل میں راقم اُن الزامات کا جائزہ لے گا جو معاندین کی طرف سے اٹھائیں گئے ہیں اور جن کا جواب علماء حق کی جانب سے دیا جا چکا ہے ہے لیکن اس کے باوجود مزید شبہات ایک نئے رنگ کے ساتھ دوبارہ سامنے آئے ہیں جن کی حقیقت سے قارئین کو روشناس کرانا بہت ضروری ہے۔

الزام نمبر ۱:

''معاویہ'' کے معنی کتب لغت میں ہیں ''بھونکنے والا''۔ (دیکھئے کتب لغت)

جواب:

مخالفین حضرات نے بغض معاویہ رضی اللہ عنہ میں تمام حدیں پھلانگ لیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو داغدار کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جبکہ بعض اہل سنت کہلانے والے جو چند ٹکوں کی خاطر ان جیسوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایسے گھٹیا اور بیہودہ الفاظ کی نسبت صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کر کے ان کی شخصیت کو مجروح کرنے پر کمر بستہ ہیں۔ اللہ کریم ایسے لوگوں کی شیطانیت سے ہر مومن مسلمان کو محفوظ فرمائے۔

لفظ ''معاویہ'' کے معنی کے سلسلہ میں محققین نے جو تحقیقات اپنی کتب میں تحریر کی ہیں راقم اسی کو یہاں اختصار کے ساتھ درج کر دیتا ہے تاکہ شکوک وشبہات کا ازالہ ہو سکے۔

قارئین کرام!

عربی ایک بہت وسیع زبان ہے اور اس میں ایک لفظ کے بہت سے معانی ہوتے ہیں۔ عربی زبان میں ہر لفظ کا ایک مادہ ہوتا ہے۔ اور ''معاویہ'' کا مادہ حروف اصلی کے اعتبار سے

(ع۔و۔ی)"عوی" ہے۔اس کے تحت کتب لغت کے علماء نے درج ذیل معانی لکھیں ہیں کہ!

مددگار،معاون،شریک کار۔
آسمان پر چمکنے والا ایک ستارہ جس کو دیکھ کر کتے بھونکتے ہیں۔
چاند کی منازل میں سے ایک منزل کا نام ہے۔
ایسا سخت پتھر جو زمین میں دھنسا ہوا ہو۔
عالم شباب میں قوت سے مدمقابل کا پنجہ مروڑ ڈالنا۔
حمایت یا جنگ وغیرہ کے لیے لوگوں کو بلا کر جمع کرنا۔
کسی کی مدافعت کرنا۔
شیر کی طرح آواز نکالنا۔

(لسان العرب،جلد 15 صفحہ 107 تا 112،طبع دار صادر بیروت)
(القاموس الوحید،صفحہ 1144،طبع ادارہ اسلامیات لاہور)

بیان کردہ ان تمام معانی کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی بدعقیدہ گستاخ ہی ہو گا جو لفظ "معاویہ" کے وہ معنی جو اُن کے مقام و مرتبہ کے لائق ہیں کو چھوڑ کر وہ معنی مراد لے گا جس کو پوری تاریخ اسلامی میں کسی محدث یا مفسر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے قبول نہ کیا۔خود نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی لفظ "معاویہ" کا ایسا معنی مراد نہیں لیا،حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ دور جاہلیت کے ایسے تمام نام جن کا مطلب اچھا نہیں ہوتا تھا تبدیل فرما دیتے تھے۔

تو کیا ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب نہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی تبدیل کیوں نہ فرمایا؟اور آپ ساری زندگی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسی

نام سے پکارتے رہے۔ بعد ازاں صحابہ کرام نے بھی کبھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام پر اعتراض نہ کیا۔ حتیٰ کہ مولائے کائنات، حیدر کرار حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی لفظ ''معاویہ'' کا یہ معنیٰ کرنا اور اس حوالہ سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرنا بھی ثابت نہیں ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ لغت عرب میں اس کا جو معنیٰ لکھا ہے وہ ہے ''آسمان پر چمکتا ہوا ستارہ جس کو دیکھ کر کتے بھونکتے ہیں'' اسی لیے امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نسیم الریاض میں فرمایا ہے کہ حضرت معاویہ پر طعن کرنے والا جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے''۔

علاوہ ازیں حق تو یہ ہے کہ لفظ ''معاویہ'' کی عرب میں اتنی شہرت تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے 29 صحابہ کا نام ''معاویہ'' تھا۔ تو کیا ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کا وہی مطلب ہوگا جس کا غلط پرچار مخالفین حضرات کرتے رہتے ہیں۔ راقم یہاں اُن چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتا ہے جن کا نام ''معاویہ'' ہے۔

1) حضرت معاویہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
2) حضرت معاویہ بن ثور رضی اللہ عنہ
3) حضرت معاویہ بن جاہمۃ رضی اللہ عنہ
4) حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ
5) حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ
6) حضرت معاویہ بن سوید رضی اللہ عنہ
7) حضرت معاویہ بن عیاض رضی اللہ عنہ
8) حضرت معاویہ بن قرمل رضی اللہ عنہ
9) حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ
10) حضرت معاویہ بن نفیع رضی اللہ عنہ

(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، حصہ ہشتم، صفحہ 212 تا 220، المیزان لاہور)

ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کے بارے میں معترضین کیا حکم ارشاد فرمائیں گے؟۔ علاوہ ازیں اگر اسم ''علی'' کرم اللہ وجہہ کو دیکھا جائے تو ''علی''، ''علو'' سے ہے جس کے معنی ''بلندی'' کے ہیں۔

اَلْعِلِیُّ: بلند ترین جگہ، یا بلند ترین درجہ۔

اَلْعُلْوَۃُ: بلند جگہ۔

اَلْعُلُوُّ: شان و شوکت، جبر و خود سری۔

(القاموس الوحید، صفحہ 1122 طبع ادارہ اسلامیات لاہور)

اسی طرح قرآن کریم میں اللہ پاک جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا ۔ (القصص:83)

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے۔

(کنز الایمان)

ان معنی کو دیکھتے ہوئے اگر کوئی شخص امیر المومنین سید الاولیاء سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نام کے معنی ”جابر، خود سر، متکبر“ وغیرہ بیان کرنا شروع کر دے جو اُن کی شان عالی کے کسی بھی طرح مناسب نہیں ہیں اور ہمارے نزدیک بلا شک و شبہ ایسے معنی مراد لینے والا زندیق ہے، تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوچ و فکر کا دائرہ اتنا نیچ اور گھٹیا کیوں ہے؟۔ مقام افسوس ہے کہ مخالفین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کے نام کا وہ معنی بیان کیا جو بحیثیت صحابی اُن کی شان عالی کے مناسب نہیں تھا اور وہ معانی جو اُن کی حقیقی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں اُسے بیان کرتے ہوئے نا جانے تکلیف کیوں ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے اپنے لیے جہنم کا گڑھا کھود رہے ہیں عنقریب ان سب کو بارگاہ رب العزت میں حاضر ہونا ہے تو پھر وہاں کیا جواب دیں گے۔

الزام نمبر ۲:

محدثین کا اتفاق ہے کہ معاویہ کی فضیلت میں پورے ذخیرہ احادیث میں ایک بھی روایت صحیح نہیں ہے۔

(سفر السعادۃ ص ۱۴۳، کشف الخفاء جلد ۲ ص ۴۲۰، فوائد المجموعہ، الموضوعات ج ۲ ص ۱۴۳، الموضوعات الکبیر ص ۱۶۸، اللالی المضوعہ ج ۱ ص ۴۲۴، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۷۱۶)

جواب:

پیش کردہ اعتراض میں درج کی جانے والی کتب سے پوری عبارات نقل نہیں کی گئیں اور اگر پیش کردہ کتب کے ناموں کی جگہ پوری عبارتیں نقل کر دی جاتی تو یقیناً اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہتی اسی لیے صرف کتب کے نام پیش کر دیئے تا کہ اپنے علمی رعب و دبدبہ کو قائم رکھا جا سکے۔ راقم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں وارد روایات میں سے چند پچھلے صفحات میں تفصیلاً بیان کر آیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کی جائیں۔

دوسرا یہ کہ:

محدثین کا یہ فرمانا کہ حضرت معاویہ کے فضائل میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری روایتیں موضوع ہیں، بلکہ بعض متاخرین علماء کے نزدیک اصطلاحات حدیث کے تحت درجہ صحیح میں نہیں ہیں۔ جب کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی شان میں تو صحیح، حسن ضعیف، درجہ تک کی روایات ملتی ہیں اور محدثین کا اتفاق ہے کہ فضائل میں تو ضعیف روایت بھی قبول کی جاتی ہے چہ جائیکہ درجہ حسن میں ہو۔

الزام نمبر ۳:

شیخ محمد بن احمد سفارینی اپنی تصنیف میں امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ سَأَلْتُ اَبِیْ عَنْ عَلِیٍّ وَ مُعَاوِیَۃُ فَقَالَ اِعْلَمْ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ کَثِیْرُ الْاَعْدَاءِ فَفَتَّشَ لَہٗ أَعْدَوُّہٗ شَیْأً فَلَمْ یَجِدُ وْافَجَاءُ وْاِلٰی رَجُلٍ قَدْ حَارَبَہٗ وَ قَاتَلَہٗ فَأَطَرُّوْہُ کِیَا دًامِنْھُمْ لَہٗ رَضِیَ

اللہُ عَنْہُ۔

میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے حضرت علی اور حضرت معاویہ کے متعلق سوال کیا تو کہنے لگے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے انہوں نے حضرت علی میں کوئی نقص تلاش کیا مگر نہ پا سکے تو یہ لوگ ایک ایسے شخص یعنی (حضرت معاویہ) کی طرف متوجہ ہوئے جس نے حضرت علی سے جنگ وجدال کیا تھا اور ان اعدائے علی نے اس کی تعریف بڑھا چڑھا کر کی جو حضرت علی کے خلاف ایک چال تھی۔ (لوامع الانوار البہیہ وسواطع الاسرار الاثریہ)

جواب اوّل: شیخ سفارینی کا پیش کردہ حوالہ علامہ ابن حجر الہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''الصواعق المحرقہ'' میں سلفی کی کتاب الطیوریات سے نقل کیا ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں!

''سلفی نے طیوریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے حضرت علی اور حضرت معاویہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے۔ آپ کے دشمنوں نے آپ میں عیب تلاش کیے مگر انہیں کچھ حاصل نہ ہوا تو وہ ایک آدمی کے پاس گئے جو آپ سے جنگ کر چکا تھا تو انہوں نے ایک تدبیر اور چال کے ماتحت اس کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا شروع کر دیا''۔

(دیکھئے: الصواعق المحرقہ مترجم صفحہ ۳۱۸ طبع شبیر برادر لاہور)

دوم یہ کہ:

صاحب الطیوریات کے اس بیان سے معاندین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیا الزام ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ اس پوری عبارت میں تو ایسی کوئی بات بھی نظر نہیں آتی جس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر کوئی حرف آتا ہو اس عبارت سے جو نتیجہ اخذ ہو رہا ہے وہ بہت

واضح ہے کہ کچھ شر پسند لوگ جو حضرت سیدنا حیدر کرار علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے باوجود کوشش کے جب آپ میں کسی خامی کو نہ پاسکے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ اُن کی تعریف و توصیف کر کے اُن کی حمایت حاصل کی جائے شاید اس لیے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اُن کے حامی ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مخالفت میں ایک مرتبہ پھر سرگرم ہو جائیں لیکن خارجیوں کی یہ سازش کامیاب نہ ہوسکی علاوہ ازیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف کرنے سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مخالفت کہاں سے ثابت ہوتی ہے؟۔

سوم یہ کہ:

شیخ سفارینی کی تحریر کردہ پوری عبارت نقل نہیں کی گئی اور شیخ موصوف نے بھی اسے سلفی کی کتاب ''الطوریات'' سے نقل کیا ہے اور یہ سلفی کون ہے اس کے بارے میں اور اس کی کتاب کے بارے میں ہمیں کوئی معلومات نہیں مل سکیں۔شیخ سفارینی کے الفاظ یہ ہیں:

وقد أخرج السلفی فی الطیوریات عن عبد الله بن الإمام أحمد - رضی الله عنهما - قال: سألت أبی عن علی ومعاویة فقال: اعلم أن علیا کان کثیر الأعداء ففتش له أعداؤه شیئا فلم یجدوا، فجاءوا إلی رجل قد حاربه وقاتله فأطروه کیادا منهم له - رضی الله عنه.وقال شیخ الإسلام ابن تیمیة - روح الله روحه - : الکل مقر بأن معاویة لیس کفئا لعلی - رضی الله عنهما - فی الخلافة ، ولا یجوز أن یکون معاویة خلیفة مع إمکان استخلاف علی لسابقته وعلمه ودینه وشجاعته وسائر فضائله ، فإنها کانت عندهم ظاهرة معروفة کفضل إخوانه أبی بکر وعمر وعثمان - رضی الله عنهم - ، ولم یکن بقی من أهل الشوری غیره وغیر سعد، لکن سعدا کان قد ترک هذا الأمر وکان الأمر قد انحصر فی

علی وفی عثمان - رضی اللہ عنہما -. فلما توفی عثمان لم یبق لہا معین إلا علی - رضی اللہ عنہ - وإنما وقع ما وقع من الشر بسبب قتل عثمان - رضی اللہ عنہ -

(لوامع الانوار البھیۃ السفارینی، جلد ۲، صفحہ ۳۳۹)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل کے صاجنرادے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے حضرت علی اور معاویہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا! یاد رکھو کہ حضرت علی کے دشمن بہت زیادہ تھے جنہوں نے آپ کے عیوب تلاش کیے مگر ناکام، چنانچہ وہ ایسے آدمی کے پاس گئے جو علی سے لڑ چکا تھا تو اسے مزید مکر وفریب پر اکسایا۔ نیز ابن تیمیہ کا قول ہے کہ ہر ایک (اہل علم) کا اقرار ہے کہ معاویہ خلافت (کے استحقاق میں) علی کے برابر نہیں اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ علی کے خلیفہ ہونے کے امکان کے ہوتے ہوئے معاویہ خلیفہ بنیں، بوجہ علی کی سبقت ،علم، دینداری ،شجاعت اور دیگر فضائل کے امور واضح تھے۔ جیسے حضرات شیخین وعثمان کی علی پر فضیلت کے۔ نیز اہل شوری میں سوائے علی وسعد کے کوئی دوسرا باقی نہیں تھا، جبکہ سعد اس کام سے کنارہ کش ہو گئے تھے، تو باقی صرف علی وعثمان رہ گئے، جب عثمان بھی فوت ہو گئے تو صرف علی رہ گئے اور جو بھی تنازعہ ہوا قتل عثمان کی وجہ سے ہوا۔

تبصرہ مؤلف:

درج کردہ تفصیل کو پڑھنے کے بعد جو نتیجہ حاصل ہوا وہ قارئین پر واضح ہو گیا ہو گا ایک تو یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مشاجرات صحابہ سے متعلق جو تفصیل بیان فرما رہے ہیں کہ بعد از جنگ کچھ سازشی عناصر نے دوبارہ کوشش کی کہ حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم میں دوبارہ جنگ شروع ہو جائے لیکن بلوائی اپنی کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہو سکے اور شیخ سفارینی نے اپنے اس بیان میں مزید تفصیل بیان فرما کر ہماری تائید ثابت کر دی کہ حضرت معاویہ و

علی رضی اللہ عنہم کا جو جھگڑا تھا وہ خلافت کے لیے نہیں بلکہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہوا معترض موصوف نے پوری عبارت مع سیاق وسباق کے اس لیے پیش نہیں کی کہ اس سے تو اُس کا اپنا مؤقف غلط ثابت ہو رہا تھا۔

علاوہ ازیں پیش کردہ اعتراض کے ذریعے اگر یہ ثابت کرنا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں سے تھے تو یہ کذب عظیم ہے۔ حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ احادیث کا ایک پورا باب قائم کیا ہے آپ کی روایات پر اعتماد کیا ہے اور آپ کو صحابی، ومجتہد مانا ہے۔

درج ذیل سطور میں راقم حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا فرمان جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے تحریر کردیتا ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ بزرگان حنابلہ کے قلوب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پاک وصاف تھے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی مقام پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی ایسا جملہ نہیں کہا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی شان ومرتبہ پر حرف آتا ہو ان شا اللہ تعالیٰ عزوجل ہمارے پیش کردہ حوالے سے اعتراض کنندہ کے پیش کردہ الفاظ کا تسلی بخش جواب مل جائے گا۔

ابن ہارون بن یزید الخلال حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 311ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْمَرُّوذِيُّ, قَالَ: قِيلَ لأَبِي عَبْدِ اللهِ وَنَحْنُ بِالْعَسْكَرِ وَقَدْ جَاءَ بَعْضُ رُسُلِ الْخَلِيفَةِ وَهُوَ يَعْقُوبُ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ, مَا تَقُولُ فِيمَا كَانَ مِنْ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ رَحِمَهُمَا اللهُ؟ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: مَا أَقُولُ فِيهَا إِلاَّ الْحُسْنَى, رَحِمَهُمُ اللهُ أَجْمَعِينَ۔

(السنۃ للخلال، الجزالثانی، ذکر صفین والجمل، صفحہ 460، طبع، دارالرایۃ الریاض)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا آپ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رحمہم اللہ کے

بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں ان کے متعلق اچھی بات کے علاوہ کچھ نہیں کہتا، اللہ عزوجل کی ان سب پر رحمتیں ہوں۔

دوسرا بیان ملاحظہ فرمائیں:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْذِرِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ , قَالَ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ التِّرْمِذِيُّ , قَالَ : سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ , قُلْتُ : مَا تَقُولُ فِيمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَلِيٍّ وَعَائِشَةَ , وَأَظُنُّ ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ ؟ فَقَالَ : مَنْ أَنَا ؟ أَقُولُ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ , اللَّهُ أَعْلَمُ۔ **(حوالہ ایضاً)**

ترجمہ: راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ طلحہ، زبیر، علی، عائشہ اور میرا گمان ہے کہ معاویہ کا بھی ذکر کیا کہ ان کے مابین جو معاملہ ہے اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو فرمایا: میں کون ہوتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے متعلق کہوں کہ ان میں کوئی چیز (رنجش) تھی۔

پیش کردہ درج ذیل بیانات وحوالہ جات سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی خوب وضاحت ہوگئی جو ہم سب کے لیے ایک مینارہ نور رہے۔

الزام نمبر ۴:

حدیثوں کی تدوین بنو اُمیہ کے زمانے میں ہوئی جنہوں نے پورے نوے برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آلِ فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں برسرِ منبر حضرت علی پر لعن کہلوایا۔ سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں۔

(سیرت النبی جلد اول از شبلی نعمانی)

اس اعتراض کے چند جواب ہیں:

اوّل:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بے داغ شخصیت پر یہ الزام انتہائی جھوٹا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعن کیا ان شاء اللہ اس کی تفصیل آگے اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔

دوم:

یہ کہ بنو اُمیہ نے جو حدیثیں حضرت معاویہ کی شان میں بنوائیں اُن کی تفصیل بھی بیان کردی جاتی تو مناسب ہوتا۔ بغیر ثبوت کے الزام لگا دینا اہل علم کا وطیرہ نہیں۔

سوم:

یہ کہ راقم نے آغاز میں حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جن نفوس قدسیہ کی روایات پیش کی ہیں ان کے مقام و مرتبہ، زہد و تقویٰ میں تو کسی کو کلام کی مجال نہیں چہ جائیکہ مولانا شبلی ہوں۔

چہارم:

یہ کہ اس اعتراض کو نقل کرنے میں نہایت جعل سازی سے کام لیا ہے اگر یہ مولانا شبلی نعمانی کی پوری عبارت نقل کر دیتے تو یقیناً تاریکی کے بادل چھٹ جاتے اور مطلع صاف ہو جاتا یہاں مولانا شبلی کی پوری عبارت درج کی جاتی ہے جس سے قارئین پر حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

مولانا شبلی نعمانی ''فن تاریخ پر خارجی اسباب کا اثر'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''فن تاریخ و روایت پر جو خارجی اسباب اثر کرتے ہیں اُن میں سب سے بڑا قوی اثر حکومت کا ہوتا ہے لیکن مسلمانوں کو ہمیشہ اس پر فخر کا موقع حاصل رہے گا کہ ان کا قلم تلوار سے نہیں دبا۔ حدیثوں کی تدوین بنو اُمیہ کے زمانے میں ہوئی جنہوں نے پورے نوے برس تک سندھ

سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں برسر منبر حضرت علی پر لعن کہلوایا۔ سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں۔ عباسیوں کے زمانہ میں ایک ایک خلیفہ کے نام بنام پیشن گوئیاں حدیثوں میں داخل ہوئیں لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ عین اسی زمانہ میں محدثین نے اعلانیہ منادی کر دی کہ یہ سب جھوٹی روایتیں ہیں۔ آج حدیث کا فن اس خس و خاشاک سے پاک ہے اور بنو اُمیہ اور عباسیہ جو ظل اللہ اور جانشین پیغمبر تھے اُسی مقام پر نظر آتے ہیں جہاں ان کو ہونا چاہیے تھا"۔

(سیرت النبی جلد اول، صفحہ ۶۶،۶۷ از شبلی نعمانی مطبوعہ لاہور)

قارئین کرام!

اس پیرا گراف میں آخری خط کشیدہ عبارت کو ذرا غور سے پڑھیں تو صورت حال واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کسی جگہ ایسا کوئی فتنہ اٹھا بھی تو محدثین اہل سنت اس کو ختم کرنے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائے جس سے یہ فتنہ ختم ہو گیا اور فن حدیث ایک مرتبہ پھر نکھر کر اُس مقام پر پہنچ گیا جہاں اُس کو ہونا چاہیے تھا۔ اور شبلی کی بیان کردہ اس تفصیل میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ بنو عباس نے بھی جھوٹی حدیثیں گھڑنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تو پھر صرف بنو اُمیہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام کیسا۔ لہٰذا یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس الزام سے کما حقہ بری الذمہ ہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو روایات احادیث کے معاملہ میں انتہائی احتیاط فرماتے تھے۔

محدث جلیل امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 241ھ) نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ الْيَحْصَبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ، يُحَدِّثُ وَهُوَ يَقُولُ: إِيَّاكُمْ وَأَحَادِيثَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيثًا كَانَ

عَلَى عَهْدِ عُمَرَ، وَإِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ أَخَافَ النَّاسَ فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ۔

(مسند احمد بن حنبل مترجم جلد 7 صفحہ 44،43 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کے حوالے سے کثرت کے ساتھ احادیث بیان کرنے سے بچو سوائے ان احادیث کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں زبان زد عام تھیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ کے معاملات میں ڈراتے تھے، میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔

الزام نمبر ۵:

سب سے پہلے حضرت معاویہ کو خلیفہ راشد کہنے والے محمود عباسی اور مولوی محمد اسحاق سندیلوی ہیں۔احمد رضا خان بریلوی نے بھی حضرت معاویہ کو خلیفہ راشد کہا ہے (الملفوظ) جبکہ خلافت راشدہ تو امام حسن تک تیس سال پورے کر کے ختم ہو چکی تھی۔ اور حضرت معاویہ کی حکومت ملوکیت تھی خلافت راشدہ نہیں تھی۔

جواب:

(الف):

محدثین کرام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو بھی خلافت راشدہ میں شمار کیا ہے۔متاخرین علماء نے تو ان متقدمین کی پیروی کی ہے۔اور خلیفہ راشد ہونے کے لیے خلافت راشدہ کے اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔اور یہ تمام اوصاف حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح خلفاء ثلاثہ کی خلافت راشدہ تھی اُس درجے

کی خلافت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی نہیں تھی۔اور حضرت امیر میں حکومت کرنے کے اوصاف کو دیکھ کر ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو گورنر کے عہدے پر فائز کیا تھا، جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے برقرار رکھا۔علاوہ ازیں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں ایسی کون سی بات تھی جس میں خلافت راشدہ کی جھلک نظر نہیں آتی تھی؟۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' میں خلافت کی چار قسمیں بیان کی ہیں، جن میں چوتھی قسم کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''چوتھا طریقہ (انعقاد خلافت کا) استیلا ہے (اس کی صورت یہ ہے کہ) جب خلیفہ کی وفات ہو جائے اور کوئی شخص بغیر (اہل حل وعقد) کے بیعت کیے ہوئے اور (بغیر خلیفہ سابق کے) استخلاف کے خلافت کو لے لے اور سب لوگوں کو تالیف قلوب یا جنگ و جبر سے اپنے ساتھ کر لے (تو یہ شخص) خلیفہ ہو جائے گا، اور اس کا جو فرمان شریعت کے موافق ہوگا اس کی بجا آوری سب لوگوں پر لازم ہوگی۔۔۔۔حضرت معاویہ ابی سفیان کی خلافت کا انعقاد حضرت (علی) مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کر لینے کے بعد اسی طرح ہوا تھا''۔

(ازالۃ الخفا جلد 1، صفحہ 24،25 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور رہی بات لفظ ''ملوکیت'' کی تو اس سے مخالف کی مراد یہ ہے کہ یہ ظالمانہ حکومت تھی حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ بادشاہت صرف مذموم ہی ہو۔حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا دور حکومت تو اتنا عادلانہ و منصفانہ تھا کہ کسی علاقے میں آپ کے خلاف کوئی شورش نہیں ہوئی۔کئی علاقے آپ کے دور حکومت میں فتح کیے گئے۔عوام و خواص آپ کے 20 سالہ دور حکومت میں نہایت خوشحالی سے زندگی بسر کر رہے تھے۔کفار سے جہاد جاری تھا، فتوحات ہو رہی تھیں، مال غنیمت کثرت سے حاصل ہوتا تھا۔

ب:

دوسرا معترض کا یہ کہنا کہ:

بعض روایات میں آیا ہے کہ "خلافت تیس سال تک ہوگی"۔ اور یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چھ ماہ پورے ہونے کے بعد تیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔

تو اس ضمن میں عرض ہے کہ کئی دوسری روایات جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 261ھ) نے مسلم شریف "**کتاب الامارۃ**" میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتب میں تحریر کی ہیں ان میں بارہ (۱۲) خلفاء کا ذکر ہے ملاحظہ فرمائیے:

مسلم شریف کی حدیث:

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا أَزْهَرُ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- وَمَعِي أَبِي فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لاَ يَزَالُ هَذَا الدِّينُ عَزِيزًا مَنِيعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً. فَقَالَ كَلِمَةً صَمَّنِيهَا النَّاسُ فَقُلْتُ لأَبِي مَا قَالَ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

(صحیح مسلم: (ت: الباقی) جلد ۳، رقم: ۹، کتاب الامارۃ، دار الاحیاء التراث العربی)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بارہ خلیفہ پورے ہونے تک یہ دین غالب رہے گا، پھر آپ نے کوئی کلمہ فرمایا جسے لوگوں نے مجھے سننے نہیں دیا، میں نے اپنے والد سے پوچھا حضور نے کیا فرمایا؟ انھوں نے کہا آپ نے فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

مسلم شریف کے اس باب میں ان الفاظ پر مشتمل کئی احادیث ہیں۔ یہ تمام احادیث

اپنی جگہ برحق ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں پایا جاتا۔شارحین نے ان کی جو تطبیق بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ جن احادیث میں بارہ خلفاء کی خلافت کا ذکر ہے ان میں مطلقاً خلافت کا ذکر ہے یعنی اس میں غلبہ اسلام ہو، اور جن میں تیس سال تک خلافت کا ذکر ہے ان میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی تخصیص ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھئے: (شرح صحیح مسلم للسعیدی جلد ۵ کتاب الامارۃ، صفحہ 754، 755 مطبوعہ لاہور)

2) مسند احمد، (3) مسند ابی یعلیٰ، (4) سنن ابی داؤد، (5) الصواعق المحرقۃ،

6) اتحاف الخیرۃ المھرۃ، (7) جامع الاحادیث، (8) جامع الاصول

وغیرہ کتب میں بھی یہ روایت ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

الزام نمبر ۶:

حضرت معاویہ کاتب وحی بھی نہیں تھے اور ناصبی لوگوں نے ان کے نام کے ساتھ صلوات اللہ علیہ یا علیہ السلام لکھنا شروع کیا ہے۔جبکہ فقہا و محدثین اہل بیت کے مبارک ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھتے چلے آرہے ہیں۔

جواب:

مسئلہ کتابت وحی کے حوالے سے راقم بہت سے دلائل پچھلے صفحات میں ذکر کر چکا ہے وہاں دیکھے جائیں۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ کثیر محدثین ''رضی اللہ عنہ'' کا دعائیہ کلمہ لکھتے چلے آرہے ہیں اور تا قیام قیامت لکھتے رہیں گے۔لیکن اہل بیت پاک اور صحابہ کرام کے اسماء مبارکہ کے ساتھ دعائیہ کلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وغیرہ ہی لکھنا چاہیے۔(صلوات اللہ علیہ) اور (علیہ السلام) یہ دونوں انبیاء کرام اور ملائکہ کے اسماء کے ساتھ ہی لکھنا چاہئیں۔ انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ کسی اور کے ساتھ ان دعائیہ کلمات کے لکھنے میں اختلاف ہے، مناسب یہی ہے کہ نہ لکھا جائے۔اور پھر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف اہل بیت پاک کے ناموں

کے ساتھ ہی ''علیہ السلام'' لکھنے کی دلیل کیا ہے باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ناموں کے ساتھ یہ دعائیہ کلمہ کیوں نہیں لکھا جاتا؟۔

الزام نمبر ۷:

جمہور اہل سنت کا قول ہے کہ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ باطل پر تھے یعنی ان کی خطا عنادی تھی اور دور خلافت علی میں وہ ملک جائر تھے۔

(ریاض النضرۃ، الاستعیاب، فتاوی عزیزی، بیہقی، مجمع الزوائد، مسند امام احمد، فتح القدیر، ہدایہ، البحر الرائق، فتاویٰ قاضی خان، مدارج النبوۃ، الدرر الازہر فی شرح الفقہ الاکبر، فیض الباری، شرح مواقف، سراج الوہاج اور تطہیر الجنان۔

جواب:

خواجہ خواجگان حضرت شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم میں جو نزاع ہوا وہ از روئے اجتہاد تھا نہ کہ از روئے عناد، اگرچہ غلطی امیر معاویہ ہی کی طرف سے تھی لیکن فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مجتہد کا فعل اگر خطا پر ہو تو جب بھی اسے ایک ثواب مل جاتا ہے۔

(مرات العاشقین، صفحہ ۱۸۶، تصوف فاؤنڈیشن لاہور)

اور اگر کسی محدث نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل یا ظالم لکھا ہے تو چاہیے تو یہ تھا کہ مکمل عبارت پیش کی جاتی۔ مگر پیش نظر اعتراض میں مکمل عبارت نہیں ہے حالانکہ محدثین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد کہا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''عقد الجید'' میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد لکھا ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ''فتاویٰ عزیزی'' میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد تسلیم کیا گیا ہے ملاحظہ فرمایئے:

''جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد کہا تو اس نے بھی درست کہا۔ اس واسطے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آخیر عمر میں احادیث کثیرہ دیگر صحابہ کبار سے سنیں اور اس وجہ سے بعض مسائل فقہ میں دخل دیتے تھے اور یہی مراد ہے حضرت ابن عباس کی اس قول سے کہ ''انہ فقیہ''۔

(فتاویٰ عزیزی، ص ۲۴۳، مطبوعہ کراچی)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی کتاب ''تطہیر الجنان'' میں مجتہد مانا ہے۔

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان محدث الھندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اہل سنت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا، خطاء اجتہادی تھی، اجتہاد پر طعن جائز نہیں، خطاء اجتہادی دو قسم ہے، مقرر و منکر، مقرر وہ جس کے صاحب کو اُس پر برقرار رکھا جائے گا اور اُس سے تعرض نہ کیا جائے گا، جیسے حنفیہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا، اور منکر وہ جس پر انکار کیا جائے گا جب کہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے اجلہ اصحاب جمل رضی اللہ عنہم کہ قطعی جنتی ہیں اور ان کی خطاء یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محل لب کشائی نہیں، یا انہیں اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے کیا۔ باقی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں مداخلت حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 29، کتاب الشتیٰ)

غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

صحابہ کرام میں سے جن حضرات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطاء اجتہادی پر شدید الفاظ و عبارات میں انکار فرمایا وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمعصر اور نفس صحابیت میں مساوی طور پر شریک اور ہم پایہ تھے اور ہمعصر و ہم پایہ بزرگوں کے آپس میں اگر اس قسم کی باتیں ہو جائیں یا ایک بزرگ

سے دوسرے کی شان میں کوئی اونچ نیچ یا کمی بیشی ہو جائے تو ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ان بزرگوں کے متعلق ہم بھی وہی روش اختیار کریں اور وہی الفاظ ان کے حق میں بولیں جو کسی بزرگ نے استعمال کئے ہیں۔ مثال کے طور پر سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ کافی ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر اقدس اور ریش مبارک کے نورانی بالوں کو جلال کی حالت میں پکڑ لیا تھا، جس پر حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي۔ سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں نبی ہیں۔ لیکن اس واقعہ کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نبی کی توہین کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا، نہ ان کے اس فعل کو کوئی شخص اپنے لئے دلیل جواز بنا سکتا ہے۔

(ماہنامہ ”قائد“ بابت محرم وصفر ۱۳۷۰ھ)

ولی کامل مفسر قرآن علامہ نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہ بات یقین کے ساتھ تسلیم کرنا ہوگی کہ صحابہ کرام سب کے سب قابل اعتبار اور معتبر ہیں، اور ان کی وساطت سے جو دین ہمیں ملا ہے سب سچ اور برحق ہے۔ ان حضرات میں کئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خلافت کے متعلق تھے وہ نفسانی خواہشات کا نتیجہ نہ تھے نہ سلطنت کے اقتدار کی وجہ سے تھے۔۔۔ اگر اجتہاد اور قیاس کی وجہ سے کوئی غلطی ہوئی تو اسے قرآن اور احادیث کی روشنی میں مطعون نہیں کہا جا سکتا اگرچہ اس اجتہاد میں ایک فریق خطا پر تھا تاہم یہ خطا بغاوت یا سرکشی نہ تھی“۔

(النار الحامیۃ لمن ذم المعاویۃ، ص 37،38، مطبوعہ لاہور)

مزید یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی اس دور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امامت برحق نہ تھی، پھر حضرت علی کی شہادت کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو بھی حضرت معاویہ امام برحق نہ تھے لیکن جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا اور خلافت کے لیے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق ہوگئی۔ اسی لیے اس دن کو ''عام الجماعۃ'' کہا گیا ہے کیونکہ اس دن تمام اختلافات ختم ہو گئے تھے اور تمام اُمت مسلمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہوگئی تھی۔

تفصیل کے لیے دیکھئے:

1)(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸، طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

2)(تحفہ جعفریہ، ج ۳ مطبوعہ لاہور)

3)(دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ، ج ۲ مطبوعہ لاہور)

الزام نمبر ۸:

حضرت علی مہاجرین اولین میں سے ہیں پھر ان کو موعودہ خلفائے راشدین میں چوتھا مقام حاصل ہے۔ حضرت معاویہ نہ تو مہاجرین میں سے ہیں اور نہ انصار میں آپ تیسرے طبقہ سے وابستہ ہیں از روئے قرآنی حضرت علی کی پیروی حضرت معاویہ پر لازم تھی لیکن بجائے پیروی کے انہوں نے مخالفت کی اور صرف زبانی مخالفت نہیں بلکہ قتال کیا۔

جواب:

اس اعتراض کے دو حصے ہیں۔

اوّل)

کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے آپ تیسرے طبقہ سے وابستہ ہیں۔

دوم)

از روئے قرآنی حضرت علی کی پیروی حضرت معاویہ پر لازم تھی لیکن بجائے پیروی کے انہوں نے مخالفت کی اور صرف زبانی مخالفت نہیں بلکہ قتال کیا۔

حصہ اوّل

میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تیسرے طبقہ میں داخل کیا گیا ہے۔ اگر یہ بات مان لی جائے تو کیا اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابیت سے باہر ہو جائیں گے؟ ہر گز نہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہونے والوں سے افضل نہیں ہیں لیکن شرف صحابیت میں تو برابر ہیں۔ جیسے تمام انبیاء کرام نفس نبوت میں برابر ہیں لیکن درجات کے اعتبار سے بعض بعضوں سے افضل ہیں۔ ہم پچھلے صفحات میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول اور کاتب وحی ہیں اس لیے قرآن پاک کی اس آیت:

''لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى''

(سورۃ الحدید: 10)

ترجمہ: تم میں سے وہ لوگ جو فتح (مکہ) سے پہلے صدقہ و جہاد کر چکے برابر نہیں، یہ بڑے درجے والے ہیں ان سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد صدقات دیے اور جہاد کیا اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمالیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس بشارت میں داخل ہیں، بلا شک وشبہ آپ اُن صحابہ میں شامل ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر کیا اور اس پر سختی سے قائم رہے اور اسلام

لانے کے بعد آپ نے کفار سے جہاد بھی کیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کی بار بار زیارت بھی کی آپ کے پیچھے نمازیں بھی ادا فرمائیں، آپ کی صحبت پاک سے اپنے قلب کو منور بھی کیا اور آپ سے احادیث بھی روایت کیں۔

مشہور تابعی حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو آپ نے ربنا لک الحمد کہا۔۔۔اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جو مٹی حضرت معاویہ کے دونوں نتھنوں میں پڑتی تھی وہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر اور افضل ہے۔ **(البدایۃ والنہایۃ، جلد 8،صفحہ 182،نفیس اکیڈمی کراچی)**

علامہ ابن حجر مکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الصواعق المحرقۃ'' میں لکھا ہے کہ!

''اصحاب ستہ نے احادیث الاحکام میں سے تیس حدیثیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے روایت کی ہیں جن کا ذکر ابن الوزیر اور دوسرے لوگوں نے کیا ہے''۔

''مسند احمد'' میں امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے مروی روایات پر ایک باب قائم فرمایا ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ارشاد پاک کے مطابق آپ سے بھی اللہ کریم راضی ہے اور آپ بھی جنت کی ابدی نعمتوں کے اُسی طرح مستحق ہیں جس طرح دوسرے صحابہ کرام]۔

جہاں تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جنگ کا معاملہ ہے تو اس سلسلہ میں محدثین اپنی کتابوں میں بڑی صراحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ و جدل کرنا حکومت حاصل کرنے یا نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ناحق خون کا بدلہ لینے اور ان کے قاتلوں کو قرارواقعی سزا دینے کے سلسلہ میں تھا کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نسبی رشتہ دار تھے اس نسبی رشتے کی بنا پر آپ کو یہ پورا حق حاصل تھا کہ آپ حضرت علی کرم

اللہ وجہہ الکریم سے قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کی حوالگی یا اُن کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کرتے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 360ھ) حضرت ابن عباس کا قول نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو مُسْلِمٍ الْكَشِّيُّ، وَالْحَسَنُ بن الْمُثَنَّى الْعَنْبَرِيُّ، وعلى بن عبد العزيز، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَارِمٌ أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا الصَّعْقُ بن حَزْنٍ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: لَوْ أَنَّ النَّاسَ لَمْ يَطْلُبُوا بِدَمِ عُثْمَانَ لَرُجِمُوا بِالْحِجَارَةِ مِنَ السَّمَاءِ۔

(معجم الکبیر طبرانی، جلد 1، سن عثمان ووفاتہ، صفحہ 84، رقم: 122، مکتبہ ابن تیمیہ القاھرہ)

(الامامۃ الاصبھانی، صفحہ 333، مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ نہ مانگتے تو ان پر آسمان سے پتھر برسائے جاتے۔

علاوہ ازیں کتب تواریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جنگ صفین و جمل کا سانحہ تو بلوائیوں کی سازش تھا، یہ وہی سازشی عناصر تھے جنھوں نے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور پھر بڑی عیاری سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ لوگ یہی چاہتے تھے کہ صحابہ کرام کے درمیان جنگ کا سلسلہ جاری رہے۔ اور اگر ان کے درمیان صلح ہو گئی اور امن ہو گیا تو ہمیں قصاص عثمان میں گرفتار کر لیا جائے گا۔ اسی لیے اس گروہ کے ایک گروپ نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں گھس کر قتل و غارت گری کی، اور دوسرے گروپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لشکر میں فتنہ پھیلایا۔ جس کی وجہ سے جنگ چھڑ گئی۔ حالانکہ حقیقت میں حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم تو جنگ کے حق میں نہیں تھے۔

شیعہ مورخ احمد بن داوٗد دینوری امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

لست ادعی انی مثلہ فی الفضل ولکن ھل تعلمون ان عثمان قتل مظلوماً؟ قالوا نعم قال فلیدفع لنا قتلہ حتیٰ نسلم الیہ ھذا الامر۔

(الاخبار الاطوال، صفحہ 164، المکتبۃ دار السعادۃ مصر)

ترجمہ: میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں مثل علی ہوں لیکن تم جانتے ہو کہ عثمان غنی کو ظلماً شہید کیا گیا، انہوں نے کہا بالکل صحیح ہے امیر معاویہ نے فرمایا کہ حضرت علی کو چاہیے کہ عثمان غنی کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں تو ہم امر خلافت ان کے سپرد کر کے ان کو خلیفہ برحق تسلیم کر لیں گے۔

ابو حنیفہ دینوری کی اس گواہی سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امر خلافت کے متمنی نہیں تھے بلکہ ان کا مطالبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلان کی حوالگی کے لیے تھا۔

الزام نمبر ۹:

”ناصبیت کا فتنہ حضرت معاویہ کا ناجائز دفاع کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے“۔

جواب:

اس اعتراض سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن علماء نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں کتابیں لکھیں اور آپ پر ہونے والے مطاعن کا جواب دیا وہ تمام ناصبی ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)

قارئین کرام!

وہ صحابہ کرام جنہوں نے فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں احادیث روایت کی ہیں، اور اُمت مسلمہ کے جلیل القدر محدثین امام ابن حجر عسقلانی، امام شمس الدین ذھبی، امام جلال

الدین سیوطی، امام عبد الوہاب شعرانی، امام ابن حجر مکی، امام احمد بن حنبل، امام غزالی، امام نووی، شیخ سید عبد القادر جیلانی، شیخ مجدد الف ثانی، شاہ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، علامہ عبد العزیز پرہاروی، شاہ فضل رسول بدایونی، امام احمد رضا خان محدث الھندی، امام اسماعیل بن یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہم جیسی قد آور اور اپنے اپنے وقت کی مایہ ناز شخصیات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں۔ دور حاضر میں بھی یہ سلسلہ بڑی آب و تاب سے جاری ہے لیکن تعصب کی عینک کا کیا، کیا جائے کہ ان تمام بزرگوں کو ناصبیت کی نظر سے دیکھا جارہا ہے۔ (الامان والحفیظ)

الزام نمبر ۱۰:

(الف) علماء ماوراء النہر، مفسرین اور فقہاء کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے حرکات جنگ وجدل جو حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ ہوئیں وہ صرف خطا اجتہادی کی بنا پر تھیں، محققین اہل حدیث نے بعد تتبع روایات دریافت کیا ہے کہ یہ حرکات شائبہ نفسانی سے خالی نہ تھیں اس تہمت سے خالی نہیں کہ جناب ذوالنورین حضرت عثمان کے معاملہ میں جو تعصب امویہ وقریشیہ میں تھا اس کی وجہ سے یہ حرکات حضرت معاویہ سے وقوع میں آئے جس کا غایت نتیجہ یہی ہے کہ وہ مرتکب کبیرہ اور باغی قرار دیئے جائیں۔ والفاسق لیس باھل اللعن۔ یعنی فاسق قابل لعن نہیں۔ **(فتاویٰ عزیزی ص ۳۸۰)**

(ب) تحفہ اثنا عشریہ میں بھی شاہ عبد العزیز نے حضرت معاویہ کے لیے باغی، فاسق، متغلب اور گناہ کبیرہ کے مرتکب جیسے سنگین الفاظ استعمال کیے ہیں۔

جواب الف:

اس اعتراض کے جواب میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک راسخ العقیدہ سُنی حنفی عالم دین ہیں دور حاضر کے تمام مکاتب فکر کے علماء کی سند حدیث

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔ دوسرے یہ کہ معترض نے ایک مرتبہ پھر مکمل عبارت پیش نہیں کی جس سے قاری کو دھوکہ ہوتا ہے۔ راقم حضرت شاہ صاحب کی مکمل عبارت پیش کرتا ہے اُس کے بعد اس پر تبصرہ کیا جائے گا:

سوال:

حضرت معاویہ اور مروان کو برا کہنے کے بارے میں اہل سنت کے نزدیک کیا ثابت ہے؟۔

جواب:

اہل بیت کی محبت فرائض ایمان سے ہے نہ کہ لوازم سنت۔ اور محبت اہل بیت سے ہے کہ مروان علیہ اللعنت کو برا کہنا چاہیے اور اس سے دل سے بے زار رہنا چاہیے علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی کی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے ساتھ اور کامل عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا۔ اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بے زار رہنا چاہیے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان صحابی ہیں اور آنجناب کی شان میں بعض احادیث بھی وارد ہیں۔

آنجناب کے بارے میں علماء اہل سنت میں اختلاف ہے۔ علماء ماوراء النہر، مفسرین اور فقہاء کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے حرکات جنگ وجدل جو حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ ہوئیں وہ صرف خطا اجتہادی کی بنا پر تھیں، محققین اہل حدیث نے بعد تتبع روایات دریافت کیا ہے کہ یہ حرکات شائبہ نفسانی سے خالی نہ تھیں اس تہمت سے خالی نہیں کہ جناب ذوالنورین حضرت عثمان کے معاملہ میں جو تعصب امویہ وقریشیہ میں تھا اس کی وجہ سے یہ حرکات حضرت معاویہ سے وقوع میں آئے جس کا غایت نتیجہ یہی ہے کہ وہ مرتکب کبیرہ اور باغی قرار دیئے جائیں۔ والفاسق لیس باھل اللعن۔ یعنی فاسق قابل لعن نہیں۔

تو اگر مراد برا کہنے سے اسی قدر ہے کہ ان کے اس فعل کو برا کہنا چاہیے اور برا سمجھنا چاہیے تو بلا شبہ اس امر کا ثبوت محققین پر واضح ہے، اگر برا کہنے سے مراد لعن وشتم ہے تو معاذ اللہ کہ اہل سنت سے کوئی شخص اس کے گرد (نزدیک) جائے۔ اس واسطے کہ اہل سنت کے نزدیک یہ حکم ثابت ہے کہ فاسق اور مرتکب کبیرہ کے حق میں استغفار کرنا چاہیے لعن کرنا حرام ہے۔ علی الخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو کہ صحابی ہیں آپ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی زیادہ اُمید ہے اور یہ بھی متوقع ہے کہ صاحب حق یعنی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنا حق معاف فرمادیں گے۔

(فتاویٰ عزیزی ص ۲۵۱، مطبوعہ کراچی)

حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پوری عبارت کو دیکھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق وہی ہے جو اہل سنت کا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ:

ایک تو آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی تسلیم کرتے ہیں۔

آپ کے مؤقف کو خطا اجتہادی مانتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کے قائل نہیں ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے حق میں شفاعت کے قائل ہیں۔

اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا:

”اس واسطے کہ اہل سنت کے نزدیک یہ حکم ثابت ہے کہ فاسق اور مرتکب کبیرہ کے حق میں استغفار کرنا چاہیے لعن کرنا حرام ہے“۔

تو اس عبارت کی معترض کو سمجھ نہیں آئی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت محدث دہلوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایسا کہہ رہے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب فرمارہے ہیں کہ جیسے کتب عقائد کے اندر یہ موجود ہے کہ اگر کوئی فاسق ہو یا مرتکب کبیرہ ہو اُس پر لعنت

نہیں کی جائے گی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیسے کی جاسکتی ہے وہ تو صحابی ہیں ۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتب عقائد کے اندر سے ایک مثال پیش کی ہے جس کو معترض نے حضرت شاہ صاحب کے کھاتے میں ڈال کر اُن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مخالف ثابت کرنے کی کوشش کی ۔

دوسرا یہ کہ:

وہ کون سے محققین اہل حدیث ہیں جنہوں نے بعد تتبع روایات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نفسانی خواہشات کا حامل قرار دیا ہے ۔اس کا ذکر بھی اس عبارت میں کہیں دکھائی نہیں دیتا ۔

علاوہ ازیں ایک اہم بات جو بعد از تحقیق ثابت ہوئی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہم کی کتب میں تو ان کی زندگی میں ہی یار لوگوں نے تحریف کر دی تھی ۔اس لیے غالب گمان ہے کہ فتاویٰ عزیزی مکمل شاہ صاحب کا فتاویٰ ہے کیونکہ اس میں تحریف ہوگئی ہے ۔اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ میں بھی ایسے ہی معاملات ہوئے ہیں ۔جس کا تذکرہ خود شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں کیا ہے ۔ملاحظہ فرمایئے:

> و تعریضات در باب معاویہ ازین فقیر واقع نہ شد اگر در نسخہ از تحفہ اثنا عشریہ یافتہ شود الحاق کسے خواہد بود کہ بنا پر فتنہ انگیزی و کید و مکر کہ بنائے ایشاں یعنی گروہ رافضہ از قدیم برہمیں امور است این کار کردہ باشد چنانچہ بسمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند۔ اللہ خیر حافظ۔ واین تعریضات در نسخ معتبرہ البتہ یافتہ نخواہد شد ''۔ **(مکتوبات شاہ عبدالعزیز نمبر سوم ص ۲۶۵۔۲۶۶)**

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ کے متعلق فقیر کی جانب سے کوئی سست باتیں نہیں ہوئیں ہیں اگر تحفہ اثنا عشریہ میں ملتی ہیں تو وہ کسی نے مکر وفریب سے فتنہ انگیزی کے لیے یہ کام کیا ہوگا

کیونکہ زمانہ قدیم سے رافضیوں کا یہ ہی طریقہ کار ہے جیسا کہ بندہ نے بھی سنا ہے کہ الحاق شروع ہو چکا ہے۔اللہ ہی بہترین محافظ ہے،اور یہ اعتراضیہ جملے معتبر نسخوں میں نہیں پائے جاتے۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے شیخ اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

''اوّل تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاویٰ شاہ عبد العزیز کا ہے بھی؟ مجھ کو تو قوی شک ہے۔ **(امداد الفتاویٰ، ج ۵،ص ۳۰۷ مطبوعہ دہلی)**

اس لیے شاہ صاحب کے فتاویٰ پر مکمل طور پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔کیونکہ یہ بات محققین کے نزدیک ثابت ہے کہ شاہ صاحب کی کتابوں حتیٰ کہ آپ کے والد امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں بھی تحریف کی گئی ہے بلکہ کئی کتابیں تو از خود لکھ کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے منسوب کر دی گئی ہیں۔

(تفصیل کے دیکھئے:''القول الجلی فی ذکر آثار الولی''مطبوعہ مسلم کتابوی لاہور)

الزام نمبر ۱۱:

حضرت معاویہ عادل بھی نہیں تھے۔فتح مکہ کے وقت اسلام لانے والوں کی عدالت میں اشتباہ ہے۔اور حضرت معاویہ فتح مکہ کے دن حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

(منہاج السنۃ ص ۲۲۰، ۲۱۴، المعارف لابن قتیبہ ص ۳۴۲، ۳۴۹)

جواب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا تو قطعی ہے۔آپ کے فضائل میں چند روایات پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دامن کرم سے آپ کو وافر حصہ عطا فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کا شرف کیا کم ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و معیت میں رہنا یہ بہت بڑی فضیلت ہے اور صحابہ کرام کے سوا کوئی دوسرا یہ فضیلت نہیں پا سکتا۔اکابر محدثین نے یہ بات کہی ہے کہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت جیسا کون ہے؟ اور جو ان

کے بعد آئے گا وہ کیسے ان کے کمالات علمیہ و عملیہ میں ان کے برابر یا ان سے افضل ہو سکتا ہے؟۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب فتاویٰ عزیزی میں ہے:

''الصحابة کلهم عدول ۔یعنی سب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں'' تو اس سے مراد یہ ہے کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث روایت کرنے کے بارے میں معتبر ہیں۔ ہر گز صحابہ رضی اللہ عنہم سے کذب روایات حدیث میں ثابت نہ ہوا چنانچہ تجربہ و تحقیق سے ثابت ہوا کہ کسی بارے میں کسی صحابی نے کچھ دروغ کہا ہے۔

(فتاویٰ عزیزی،ص ۲۴۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں گو ان میں بعض شورشوں اور فتنوں کی ابتلاء و آزمائش سے دو چار ہوئے، مگر حسن ظن کی بنا پر کہا گیا ہے کہ فتنے اور شورشیں ان کی اجتہادی خطا و تاویل سے تعبیر ہیں۔مگر ان کے فضائل و کمالات میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام، اوامر و نواہی کو خوب بجالائے حضور کی صحبت و معیت و رفاقت میں رہے، غزوات و جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرائی و ہم رکابی کی نعمت پائیں۔ممالک و اقالیم کو فتح کیا،لوگوں کو ہمیشہ احکام الٰہی اور تبلیغ اسلام سے صراط مستقیم پر لاتے رہے۔نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج وغیرہ عبادات میں ہمیشہ کمر بستہ رہتے۔ان امور میں قطعاً اشتباہ نہیں،صحابہ کرام میں جرأت و شجاعت، بخشش و کرم، ایثار و قربانی، اخلاق حمیدہ اور خصائل جمیلہ ایسے اوصاف عالیہ تھے کہ گذشتہ اُمتوں میں سے کوئی ایک اُمتی بھی نہ پا سکا۔

(مدارج النبوۃ ج 1 ص 280، مطبوعہ لاہور)

علاوہ ازیں معترض کا یہ کہنا کہ فتح مکہ کے دن اسلام لانے والوں کی عدالت میں

اشتباہ ہے تو پھر حضرت عباس ،حضرت عکرمہ،حضرت حارث بن ہشام،سہیل بن عمرو،سفیان بن اُمیہ،یزید بن ابی سفیان،حکیم بن حزام رضی اللہ عنہم بھی تو فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے اوران کے ساتھ ساتھ وہ تمام انصار جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامن کرم سے وابستہ ہو کر صحابیت کا درجہ حاصل کیا،کیا وہ تمام کے تمام شک وشبہ کی نظر سے دیکھیں جائیں گے ؟معترض صاحب کی اس توجیح سے تو سارے کا سارا دین ہی تباہ ہو جائے گا۔شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

’’فتح مکہ کے روز جولوگ ایمان لائے تھے انھوں نے خلوص دل سے دین قبول کیا تھا۔۔۔۔یہ سب لوگ خالص الاسلام تھے۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو دل کی سچائی سے اسلام لائے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ کے بھائی یزید کے بعد ان کو والی شام مقرر کیا تھا‘‘۔

(المنتقیٰ من منھاج السنۃ ص ۳۶۰،۳۶۱ مترجم پروفیسر غلام احمد حریری)

معترض کی عبرت کے لیے علامہ ابن حجر المکی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بھی پیش کیے دیتے ہیں:

’’ابوزرعہ العراقی شیخ مسلم کہتے ہیں کہ جب آپ کسی کو اصحاب رسول کی تنقیص کرتا دیکھیں تو سمجھ لیں کہ وہ شخص زندیق ہے اس لیے کہ قرآن اور سنت اور جو کچھ ان میں آیا ہے سب برحق ہے اور یہ سب چیزیں ہم تک صحابہ کے ذریعہ پہنچی ہیں اور جو شخص ان کو برا کہتا ہے وہ کتاب و سنت کو باطل قرار دیتا ہے پس ایسے شخص کو برا کہنا اور اس پر ضلالت و زندیقیت کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور صحیح ہے۔ **(الصواعق المحرقۃ،مترجم،ص ۲۳،مطبوعہ لاہور)**

الزام نمبر ۱۲:

امام شافعی سے مروی ہے کہ انہوں نے ربیع (اپنے شاگرد خاص) کو خفیہ طور پر کہا کہ چار صحابیوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔وہ چار،معاویہ،عمرو بن عاص،مغیرہ

اور زیادہیں۔(تاریخ ابوالفداء،اص ۱۸۶)

جواب:

اس اعتراض کے جواب میں پہلی گزارش یہ ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خفیہ طور پر ایسی بات کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، کھلے عام بھی تو کہہ سکتے تھے کیونکہ اُس وقت کون سی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی جو امام صاحب کو ایسا کرنے کی نوبت پیش آئی۔اس اعتراض میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت بھی تسلیم کر رہے ہیں اور دوسری طرف شہادت کے نامقبول ہونے کا حکم بھی صادر فرما رہے ہیں۔عجیب مجہول قول ہے۔

اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ تاریخ کی کتابیں بہت ہی زیادہ رطب و یابس سے بھری ہوئی ہیں۔بے سند تاریخی واقعات،مجہول راویوں کے قصص نے ہماری اسلامی تاریخ کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب یہ حوالہ بھی کچھ ایسی ہی حیثیت رکھتا ہے۔"تاریخ ابی الفداء" کا یہ حوالہ اصل کتاب میں دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب یہ الفاظ تو نقل کر دیئے ہیں لیکن اس پر کوئی پختہ ثبوت پیش نہیں کیا اس کے ساتھ یہ بات بھی بڑی اہم ہے کہ تاریخ ابی الفداء کا مصنف غالی شیعہ ہے۔اس لیے اس کا حوالہ تو قابل قبول ہو ہی نہیں سکتا۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ سے مروی اس قول کی کوئی سند بھی موجود نہیں ہے۔جس سے ثابت ہو کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کہا ہو اور تاریخ کی اس کتاب کے علاوہ یہ جملے ہمیں کسی اور معتبر کتاب میں نہیں ملے۔معترض کو چاہیے تھا کہ اپنے اس الزام کو ثابت بھی کرتا۔ملزم کو بغیر کسی ثبوت کے مجرم بنا دینا یہ کہاں کا انصاف ہے؟۔البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت یہاں پیش کی جاتی ہے جس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا عقیدہ واضح ہو جائے

گا۔ملاحظہ فرمائیے:

(أخبرنا) : عبدُ المَجید عن ابن جُرَیجٍ أخبرنی : عُتبَۃُ بن محمد ابن الحارث : أن کُرَیباً مولی ابن عباس أخبرہ أنہ رَأَی مُعاویۃَ صلی العِشاءَ ثم أوتر برَکعۃٍ واحدۃ ولم یَزِدْ علیھا فأَخبَرتُ ابن عباس فقال : أصابَ أی بُنَیَّ إنہ لم یَکن أحدٌ منا أعْلَمَ من مُعاویۃَ۔

(مسند الشافعی، جلد اول، صفحہ 260، طبع لاہور)

ترجمہ: کریب بیان کرتے ہیں انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے عشاء کی نماز ادا کی تو ایک رکعت وتر ادا کی اور اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں بتایا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے ٹھیک کیا ہے۔اے نوجوان! ہم میں سے کوئی ایک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔

ہماری اس پیش کردہ تفصیل سے یہ بات عیاں ہوئی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان جو تاریخ ابی الفداء کے حوالے سے معترض نے پیش کیا وہ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر کذب و افتراء ہے۔اور جو روایت راقم نے پیش کی اُس کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سمیت کثیر محدثین نے اپنی کتب میں نقل فرمایا ہے۔جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان تمام محدثین کے نزدیک فقیہہ ومجتہد تھے۔

الزام نمبر ۱۳:

حضرت معاویہ دورخلافت علی میں مجتہد نہیں تھے۔جناب علی المرتضیٰ کی خلافت نص قرآن سے ثابت ہے تو اس موعودہ خلافت سے انحراف و بغاوت کو اجتہاد کس طرح کہا جاسکتا ہے۔

جواب: محدثین کے نزدیک مجتہد ہونے کے لیے اجتہاد کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے اور

یہ صلاحیت صحابی ہونے کے ناطے اور صحبت نبوی ﷺ میں رہنے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ اور یہ کون سی نص سے ثابت ہے کہ شیر خدا، فاتح خیبر، حضرت مولیٰ علی پاک کرم اللہ وجہہ الکریم کے دور میں کوئی دوسرا مجتہد نہیں ہوسکتا۔ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بذات خود حدیث ''انا مدینۃ العلم'' کا مصداق ہونے کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خارجیوں سے گفتگو کے لیے نہیں بھیجا تھا؟ کیا آپ خود اُن کو اپنے علمی دلائل کی طاقت سے قائل نہ کر سکتے تھے؟۔ اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مجتہد تسلیم نہ کیا جائے تو پھر تو دین اسلام کا وہ حال ہوگا جو آج دوسرے بد مذاہب کا ہے۔ اور اگر بالفرض ہم یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت علی رضی اللہ عنہ میں مجتہد نہیں تھے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تو مجتہد ہو گئے تھے کہ نہیں؟ چلو پہلے نہ سہی بعد میں ہی سہی کم از کم مانو تو سہی۔

دوسرا یہ کہ:

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی کون سی نص ہے ذرا وہ بھی پیش کر دیتے تو مہربانی ہوتی۔ اور اگر کوئی نص خلافت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے ہوتی تو وہ کبھی بھی کسی اور کو خلافت کی مسند پر نہ بیٹھنے دیتے۔ حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تو بذات خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام نامی اسم گرامی خلیفہ کے منصب کے لیے پیش کیا تھا۔

(تاریخ طبری، جلد 3، صفحہ 259 طبع کراچی)

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت کے بعد تو صحابہ کرام میں خلیفہ کے لیے مختلف آراء تھیں۔ بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کو اس منصب کا حقدار سمجھتے تھے۔ لیکن ہم اہل سنت کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت کے بعد ان کی خلافت کو خلافت راشدہ اور آپ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا چوتھا خلیفہ راشد بسر و چشم تسلیم کیا جاتا ہے۔

تیسرا یہ کہ:

حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم میں جو اختلاف ہوا تھا اُس میں محل اجتہاد پایا جاتا تھا دونوں بزرگ اپنے اپنے علم کے مطابق اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔لیکن اہل سنت کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ اس اختلاف کے معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد عند اللہ درست تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خطا اجتہادی پر تھے۔اس لیے وہ بھی ایک ثواب کے مستحق ہیں نہ کہ عذاب کے۔

چوتھا یہ کہ:

بار بار ہم اپنی تحریر میں یہ لکھ آئے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی مخالفت نہیں کی بلکہ آپ نے تو ہمیشہ یہ مطالبہ اٹھائے رکھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جو قاتل آپ کی فوج میں شامل ہیں اُن کو یا تو قرار واقعی سزا دیں نہیں تو ہمارے حوالے کر دیں اُس کے بعد ہم صدق دل سے آپ کی بیعت کر لیں گے۔(اللہ کریم سمجھ عطا فرمائے)

الزام نمبر ۱۴:

صحیح بخاری جلد اول میں ہے حضرت معاویہ سنت نبوی اور تعامل صحابہ سے الگ اپنی ذاتی رائے کی بنا پر ایک وتر پڑھتے تھے۔حضرت ابن عباس سے کسی نے پوچھا کہ معاویہ ایک وتر کیوں پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے مارے خوف کے کہا کہ وہ مجتہد ہیں۔حضرت عباس سے اپنے خواص کی مجلس میں جب پھر کسی نے پوچھا اور آپ کے قول ”انہ فقیہہ“ کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا!” من این تری اخذھا الحمار“یعنی وہ تو ایک گدھا ہے۔

(شرح معانی الآثار باب الوتر ص ۱۷۱)

جوابِ اول:

راقم مختلف کتب معتبرہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فقیہہ ہونا ثابت کر آیا ہے اور جو روایات اس ضمن میں پیش کی گئیں ہیں اُسے جمہور علماء نے اپنی کتب میں شامل کر کے اس بات کو تقویت دی ہے کہ حضرت امیر معایہ رضی اللہ عنہ بذات خود ایک مجتہد تھے۔اور دیگر کثیر محدثین نے اس روایت کو اپنی کتب میں تحریر کر کے حضرت امام المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول (انہ فقیہٌ) پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔اس کا تفصیلاً ذکر ہم پچھلے صفحات میں کر آئے ہیں۔

تبصرۂ مؤلف:

بخاری شریف کی ان دونوں روایات کو (جو ہم پچھلے صفحات میں درج کر آئے ہیں) دیکھنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ صرف صحبت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفید ہوئے ہیں بلکہ فقیہ بھی ہیں۔لہٰذا جو لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی اور فقیہ نہیں سمجھتے اُن کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول باعث عبرت ہے۔

دوسرا یہ کہ:

بخاری شریف کے جو الفاظ نقل کیے گئے ہیں اُس پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنا ایک لازمی امر ہے۔ہماری پیش کردہ روایت کے بعد قارئین پر یہ بات واضح ہو جائے گی:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ ،حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلاَّ بِوَاحِدَةٍ قَالَ إِنَّهُ فَقِيهٌ۔

(بخاری شریف جلد دوم، صفحہ 436 مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ کی امیر المومنین معاویہ کے بارے میں کیا رائے ہے جب کہ وہ وتر کی ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک وہ فقیہ ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر شخصیت پر خوف و ڈر کی وجہ سے جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے ہوئے بھی معترض کو ذرا برابر شرم نہیں آئی اور اپنا جھوٹا مقصد حاصل کرنے کے لیے پوری روایت کو ہی بدل ڈالا۔ یہ حالت ہوتی ہے صحابی رسول سے دشمنی کی۔ (الامان الحفیظ)

ہماری اس پیش کردہ تفصیل سے یہ نتیجہ برامد ہوا کہ مذکورہ اعتراض میں جو روایت پیش کی گئی وہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اور جو الفاظ راقم نے نقل کیے اُس کو محدثین نے بھی قبول کیا ہے۔

”مِنۡ أَيۡنَ تُرَى أَخَذَهَا الۡحِمَارُ“ کی توجیح وتحقیق:

پہلی روایت جو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 321ھ) نقل فرمائی!

فَذَكَرَ مَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ عَبۡدِ اللهِ بۡنِ مَيۡمُونٍ الۡبَغۡدَادِيُّ قَالَ: ثنا الۡوَلِيدُ بۡنُ مُسۡلِمٍ، عَنِ الۡأَوۡزَاعِيِّ، عَنۡ عَطَاءٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُمَا: هَلۡ لَكَ فِي مُعَاوِيَةَ أَوۡتَرَ بِوَاحِدَةٍ، وَهُوَ يُرِيدُ أَنۡ يَعِيبَ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ: "أَصَابَ مُعَاوِيَةُ" قِيلَ لَهُ: قَدۡ رُوِيَ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُمَا فِي فِعۡلِ مُعَاوِيَةَ هَذَا مَا يَدُلُّ عَلَى إِنۡكَارِهِ إِيَّاهُ عَلَيۡهِ. وَذَلِكَ۔

(شرح معانی الآثار: (ت: زھری النجار) جلد ۱، باب الوتر،)

ترجمہ: حضرت عطاء سے مروی ہے ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا

،کیا آپ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراض ہے کہ وہ ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا کرتے تھے، اس شخص کا مقصد یہ تھا کہ آپ حضرت معاویہ پر عیب لگائیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت معاویہ نے ٹھیک کیا ہے۔

دوسری روایت میں ہے!

أَنَّ أَبَا غَسَّانَ مَالِكَ بْنَ يَحْيَى الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ, قَالَ: أنا عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ, عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ نَتَحَدَّثُ حَتَّى ذَهَبَ هَزِيعٌ مِنَ اللَّيْلِ, فَقَامَ مُعَاوِيَةُ, فَرَكَعَ رَكْعَةً وَاحِدَةً, فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: " مِنْ أَيْنَ تُرَى أَخَذَهَا الْحِمَارُ۔ **(حوالہ ایضاً)**

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا حتیٰ کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔حضرت امیر معاویہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے ایک رکعت پڑھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو اس حمار نے یہ کہاں سے سیکھا۔

جوابِ اول:

اس روایت کے الفاظ کو پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے جب انھوں نے ایک رکعت پڑھی تو حضرت ابن عباس جو کہ امام المفسرین ہیں اور علم حدیث وفقہ میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں تو انھوں نے اپنے علم وفضل کی بنیاد پر کہا کہ حضرت معاویہ نے یہ ایک رکعت نماز کہاں سے سیکھی۔

علاوہ ازیں زبان عرب میں کئی جملے محاورۃً بولے جاتے ہیں، جیسے تیری ماں تجھے روئے اور تیری ناک خاک آلودہ ہو وغیرہ وغیرہ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا لفظ (**حمار**)

فرمانا بھی کلمہ عادت عرب کے طور پر ہوگا نہ کہ حقیقی معنی میں۔اور حضرت ابن عباس چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بلاشک وشبہ علم وفضل میں اعلیٰ ہیں اس لیے اگر وہ فقہی اختلاف کی بنیاد پر ایسا کہیں تو معیوب نہیں۔مگر ہمیں یہ اجازت نہیں کہ کسی بھی صحابی کے بارے میں توہین کے طور پر ایسے الفاظ بولیں، جیسے اگر کوئی استاد اپنے شاگرد کو گدھا کہہ دے تو کیا وہ حقیقی طور پر اس جملے کا حقدار قرار پائے گا؟۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا اس لیے کہا ہوگا کہ آپ تین رکعات وتر پڑھنے کے قائل و عامل تھے، جب انھوں نے اس کے برخلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک وتر پڑھتے ہوئے پایا تو تعجب کے طور پر ایسا کہہ دیا ہوگا۔

جواب دوم:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد ایک اور روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: ثنا عِمْرَانُ، فَذَكَرَ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقُلِ الْحِمَارُ۔ (حوالہ ایضاً)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عمر فرماتے ہیں ہم سے حضرت عمران نے بیان کیا انھوں نے اپنی سند کے ساتھ اس کی مثل ذکر کیا لیکن ''**حمار**'' کا لفظ نہیں کہا۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ''**حمار**'' کا لفظ نہیں کہا۔ اور دیگر محدثین جنھوں نے یہ روایت اپنی کتب میں نقل کی ہے انھوں نے بھی ''حمار'' کے الفاظ استعمال نہیں کیے۔

ابا غسان مالک بن یحییٰ السوسی الھمدانی (راوی حدیث)

''**حمار**'' والی روایت میں ایک راوی ''مالک بن یحییٰ الھمدانی السوسی ہے جو کہ منکر الحدیث ہے۔

(تہذیب الکمال (ت: بشار) جلد ۸، خارجہ بن الحارث، موسسۃ الرسالہ)

لہذا یہ روایت نا قابل قبول ہے۔

الزام نمبر ۱۵:

صحیح مسلم میں ہے کہ عبد الرحمن بن عبد رب الکعبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیت اللہ میں بیٹھے تھے جبکہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جمع کر کے خطاب فرمایا اور آئندہ آنے والے فتنوں کی پیش گوئی کرتے ہوئے آخر میں فرمایا: جس شخص نے ایک امام کی بیعت کی اور دل و جان سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اسے چاہیے کہ وہ اس امام کی حتی الامکان اطاعت کرے پھر اگر دوسرا امامت کا دعویدار بنے تو دوسرے کو مارو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ سے قریب ہو کر پوچھا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے پس انہوں نے اپنے کانوں کی طرف اور اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے کانوں نے یہ بات سنی اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا پھر میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ یہ آپ کے عم زاد معاویہ تو ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم آپس میں اپنے مال باطل طریقے پر کھائیں اور اپنے (مسلمان بھائیوں) کو قتل کریں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو مت کھاؤ اپنے مال آپس میں باطل طریقے پر الآیہ کہ تمہاری رضامندی سے تجارتی لین دین ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو یقیناً تم پر اللہ مہربان ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ میری بات پر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا اللہ کی اطاعت کے تحت معاویہ کی اطاعت کرو اور جب اس کی اطاعت کا مطلب اللہ کی نافرمانی ہو تو معاویہ کا حکم نہ مانو۔

(صحیح مسلم کتاب الامارہ باب وجوب الوفا ببیعۃ الخلیفۃ الاول فالاول)
(سنن ابو داؤد کتاب الفتن)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا اطلاق حضرت علی اور حضرت معاویہ پر ہی ہوسکتا ہے اور حضرت معاویہ نے امام برحق حضرت علی کے خلاف جو منازعت ومحاربت کی روش اختیار کی لوگوں کی جان ومال پر اپنے لشکریوں اور عاملوں کے ذریعے سے تعدی کی یہ سب ناجائز تھیں جن کی ذمہ داری حضرت معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔

جواب:

جیسا کہ راقم پہلے بیان کر چکا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کردہ روایات میں نہایت تحقیق، تشریح وتاویل کی ضرورت ہے ورنہ گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اس کو روایت کرنے والا تابعی ہے جبکہ اس کا مقابل صحابی ہے اس لیے اس کی تاویل کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور صرف حدیث کا ترجمہ پڑھ کر بزعم خود محدث بن کر اپنا تجزیہ اور فیصلہ صادر کرنے کی بجائے شارحین حدیث کی طرف دیکھنا چاہیے کہ انھوں نے اصول حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی احادیث کی کیا تشریحات وتوضیحات بیان فرمائی ہیں لہٰذا راقم شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کی ہی بیان کردہ شرح درج ذیل حدیث سے متعلق بیان کر دیتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں!

قَالَ الْعُلَمَاء : الْأَحَادِيث الْوَارِدَة الَّتِي فِي ظَاهِرهَا دَخَل عَلَى صَحَابِيّ يَجِب تَأْوِيلهَا. قَالُوا : وَلَا يَقَعُ فِي رِوَايَات الثِّقَات إِلَّا مَا يُمْكِن تَأْوِيله۔

(شرح مسلم نووی، جلد ۱۵، باب، فضائل علی، صفحہ ۱۷۵، الطبعۃ المصریہ الازھر)

ترجمہ: علماء کا کہنا ہے کہ وہ احادیث جن میں بظاہر کسی صحابی کی شان کے خلاف کوئی بات نظر آتی ہو تو اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔ اور (اہل علم نے) کہا ہے کہ صحیح احادیث میں ایسی

کوئی بات نہیں ہے کہ جس کی تاویل ممکن نہ ہو۔

لہٰذا اس روایت میں راوی کا یہ کہنا کہ!

”معاویہ تو ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم آپس میں اپنے مال باطل طریقے پر کھائیں اور اپنے (مسلمان بھائیوں) کو قتل کریں“۔

اوّل: یہ اس راوی کی اپنی ذاتی رائے اور اعتقاد ہے حقیقت نہیں۔

شارح مسلم شریف امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی شرح میں لکھا ہے:

الْمَقْصُود بِهَذَا الْكَلَام : أَنَّ هَذَا الْقَائِل لَمَّا سَمِعَ كَلَام عَبْدِ اللَّهِ بْن عَمْرو بْن الْعَاصِ ، وَذَكَرَ الْحَدِيث فِي تَحْرِيم مُنَازَعَة الْخَلِيفَة الْأَوَّل ، وَأَنَّ الثَّانِي يُقْتَل ، فَاعْتَقَدَ هَذَا الْقَائِل هَذَا الْوَصْف فِي مُعَاوِيَة لِمُنَازَعَتِهِ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّه عَنْهُ ، وَكَانَتْ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَة عَلِيّ فَرَأَى هَذَا أَنَّ نَفَقَة مُعَاوِيَة عَلَى أَجْنَاده وَأَتْبَاعه فِي حَرْب عَلِيّ وَمُنَازَعَته وَمُقَاتَلَته إِيَّاهُ ، مِنْ أَكْل الْمَال بِالْبَاطِلِ ، وَمِنْ قَتْل النَّفْس ، لِأَنَّهُ قِتَال بِغَيْرِ حَقّ ، فَلَا يَسْتَحِقّ أَحَد مَالًا فِي مُقَاتَلَته . قَوْله : (أَطِعْهُ فِي طَاعَة اللَّه وَاعْصِهِ فِي مَعْصِيَة اللَّه)

(صحیح مسلم شرح النووی جلد 12، کتاب الامارۃ باب وجوب الوفا صفحہ 232،233 ، الطبعۃ المصریہ بالازہر)

ترجمہ: اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ جب اس سائل نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی گفتگو اور پہلے خلیفہ سے لڑنے کے حرام ہونے کی حدیث سنی نیز یہ کہ دوسرے خلیفہ کو قتل کر دیا جائے تو ان کا اعتقاد بنا کہ یہ بات حضرت امیر معاویہ میں پائی جاتی ہے کہ وہ حضرت علی کی مخالفت کر رہے ہیں تو چونکہ حضرت علی کی بیعت پہلے ہو چکی تھی لہٰذا ان کا اعتقاد بنا کہ حضرت معاویہ اپنے لشکریوں اور ساتھیوں پر جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ اس آیت قرآنی کے مصداق ہے کیونکہ یہ لڑائی ناحق ہے (یعنی یہ حضرت امیر معاویہ کے متعلق عبدالرحمن بن عبدرب الکعبہ کی

اپنی سوچ رائے اور نظریہ تھا)

عالم ربانی الشیخ علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1239ھ) فرماتے ہیں:

''دراصل سائل کا مقصود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس اجتہادی خطا کا اظہار تھا (جو) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے اور (اپنے لشکر پر) مال خرچ کرنے کی شکل میں ان کی طرف سے ہوتی تھی''۔

(الناھیہ عن طعن امیر معاویہ، صفحہ 70، مکتبہ غوثیہ کراچی)

شارح مسلم علامہ اُبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 828ھ) نے بھی اس روایت کی یہی شرح بیان فرمائی ہے جس کو یہاں اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

''سائل کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو مال اپنے لشکر پر خرچ کرتے ہیں یہ مال ناجائز ہے اور ان کے لشکر والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کو جو قتل کرتے ہیں وہ قتل بھی ناجائز ہے''۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: شرح مسلم للسعیدی جلد 5، صفحہ 805۔806 مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

علاوہ ازیں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں جو روایت نقل فرمائی ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں:

''میں (عبدالرحمن بن عبد رب الکعبۃ) عرض گذار ہوا کہ آپ کے چچا زاد بھائی حضرت معاویہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم ایسا کریں اور ایسا کریں۔ فرمایا کہ! جس بات میں اللہ کی اطاعت ہو اسے مانو اور جس میں اللہ نافرمانی ہو اُسے نہ مانو''۔

(سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الفتن، صفحہ 287، طبع، فرید بک سٹال 1985ء)

دوم:

یہ کہ اگر حضرت امیر رضی اللہ عنہ حقیقتاً ایسے تھے یا ایسے غیر شرعی افعال کرنے کا حکم دیتے

تھے تو اُن کا یہ کردار دیگر صحابہ ومحدثین سے پوشیدہ کیسے رہ گیا؟۔

سوم:

یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکابر صحابہ رضی اللہ عنھم تھے کیا وہ سب کے سب آپ کو ایک غیر شرعی ،غیر اخلاقی ،غیر انسانی ،کام کا حکم دیتا دیکھ کر خاموش رہے؟۔

چہارم:

بذات خود خلیفۃ المسلمین جناب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے خلاف کوئی اقدام نہیں اٹھایا؟۔

پنجم:

یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کردار (معاذاللہ) ایسا ہی خلاف شریعت تھا تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کو خلافت کیوں سپرد کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی؟ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جیسی غیور شخصیت نے آپ کے خلاف علم جہاد بلند کیوں نہ کیا؟۔

تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک صحابی رسول خواہ کسی درجے کا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت سے فیض یاب ہونے والا ہو ایسے قبیح افعال کا مرتکب کیسے ہوسکتا ہے؟۔ اور وہ بھی حضرت الامیر جیسی شخصیت جو کاتب وحی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر نسبتی بھی ہیں۔

الزام نمبر ۱۶:

حضرت عبادہ بن صامت نے ایک موقع پر یہ حدیث بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا کیونکہ اس میں ربوٰ آتا ہے۔ اس پر ایک صاحب (حضرت معاویہ) بولے کہ میں اس بیع کو کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ حضرت عبادہ نے فرمایا کہ میں تجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں بخدا میں اور تو ایک

چھت کے نیچے اکھٹے نہیں رہ سکتے۔ (دارمی ص 63)

جواب:

اس اعتراض کے جواب میں یہ کہنا نہایت حق بجانب ہوگا کہ!

"لَعۡنَةُ اللهِ عَلَى الۡكَاذِبِيۡن جھوٹوں پر اللہ کی لعنت"۔

اور معترض یقیناً اس لعنت کا حقدار ہے۔سنن دارمی شریف میں حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی جو روایت موجود ہے ذرا اُسکو بغور ملاحظہ فرمایئے:

أخبرنا محمد بن حميد ثنا هارون بن المغيرة عن معروف عن أبي المخارق قال ذكر عبادة بن الصامت : ان النبي صلى الله عليه و سلم نهى عن درهمين بدرهم فقال فلان ما أرى بهذا بأسا يدا بيد فقال عبادة أقول قال النبي صلى الله عليه و سلم وتقول لا أرى به بأسا والله لا يظلني وإياك سقف أبدا۔

(سنن دارمی، جلد اول، صفحہ 285، رقم، 457، انصار السنۃ پبلی کیشنز لاہور)

ترجمہ: ابومخارق کہتے ہیں کہ عبادۃ بن صامت نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ: ایک درہم کے بدلہ دو درہم دیئے جائیں گے تو فلاں نے کہا میرا خیال ہے دست بدست ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ تو عبادۃ نے کہا میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ میرا خیال ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ کی قسم! میں اور تو ایک چھت کے سائے میں کبھی نہیں رہیں گے۔

قارئین کرام!

اس روایت کو پڑھنے کے بعد آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ معترض نے کمال عیاری سے اس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام نامی شامل کر دیا جبکہ اس میں ایسی کوئی

تصریح نہیں ہے۔اس روایت میں جملہ ''فلاں نے کہا'' سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا مخاطب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ کوئی اور شخص ہے۔جس کی وضاحت یہاں پر موجود نہیں۔

الزام نمبر ۱۷:

امام طحاوی کہتے ہیں خبردار تحقیق معاویہ نے خریدا ربوا کو کھایا معاویہ آگ میں ہے گردن تک۔(شرح معانی الآثار کتاب الصرف ص ۲۳۸)

جواب: میرے پیش نظر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''طحاوی شریف جلد 3'' ہے۔معترض نے قطع و برید کر کے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو پیش کیا پوری روایت جو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی وہ یہ ہے:

حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ هُبَيْرَةَ السَّبَائِيِّ، عَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيِّ، قَالَ: اشْتَرَى مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ قِلَادَةً , فِيهَا تِبْرٌ , وَزَبَرْجَدٌ , وَلُؤْلُؤٌ , وَيَاقُوتٌ بِسِتِّمِائَةِ دِينَارٍ . فَقَامَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ , حِينَ طَلَعَ مُعَاوِيَةُ , الْمِنْبَرَ أَوْ حِينَ صَلَّى الظُّهْرَ , فَقَالَ: " أَلَا إِنَّ مُعَاوِيَةَ , اشْتَرَى الرِّبَا وَأَكَلَهُ , أَلَا إِنَّهُ فِي النَّارِ إِلَى حَلْقِهِ۔

(طحاوی شریف، جلد 3، کتاب الصرف، صفحہ 777، طبع 1997، حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

ترجمہ: حضرت ابو تمیم جشیانی سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے ایک ہار جس میں سونا، زبرجد، جواہرات اور یاقوت لگا ہوا تھا چھ سو دینار کے بدلے خریدا ،حضرت معاویہ منبر پر بیٹھے یا انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی تو حضرت عبادہ بن الصامت کھڑے ہوئے اور فرمایا سنو! حضرت معاویہ نے سود کے طور پر سودا کیا اور اسے کھایا سنو! وہ حلق تک

جہنم میں ہوگا۔

اس روایت کو مکمل پڑھنے کے بعد جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو ہار خریدا اُس کی بیع حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز نہ تھی اس لیے انھوں نے اپنے علم کی بنیاد پر ایسا کہا۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ احادیث نہ سنی ہوں جو حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہیں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے بعد مزید تفصیل لکھی ہے زرا اُس کو بھی ملاحظہ فرمالیا جائے تو یقیناً معاملہ صاف ہوجائے گا اور شکوک وشبہات کی گھتیاں سلجھ جائیں گی۔

فرماتے ہیں:

مَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ يَحْيَى الْمُزَنِيُّ , قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ , عَنْ أَيُّوبَ السِّخْتِيَانِيِّ , عَنْ أَبِي قِلَابَةَ , عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ قَالَ: كُنَّا فِي غَزَاةٍ , عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ , فَأَصَبْنَا ذَهَبًا وَفِضَّةً , فَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا أَنْ يَبِيعَهَا النَّاسَ فِي عَطِيَّاتِهِمْ . قَالَ: فَتَنَازَعَ النَّاسُ فِيهَا, فَقَامَ عُبَادَةُ , فَنَهَاهُمْ , فَرَدُّوهَا , فَأَتَى الرَّجُلُ مُعَاوِيَةَ فَشَكَا إِلَيْهِ. فَقَامَ مُعَاوِيَةُ خَطِيبًا فَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ , يَكْذِبُونَ فِيهَا عَلَيْهِ , لَمْ نَسْمَعْهَا . فَقَامَ عُبَادَةُ فَقَالَ: وَاللهِ لَأُحَدِّثَنَّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ , قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ , وَلَا الْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ , وَلَا الْبُرَّ بِالْبُرِّ , وَلَا الشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ , وَلَا التَّمْرَ بِالتَّمْرِ , وَلَا الْمِلْحَ بِالْمِلْحِ , إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ , يَدًا بِيَدٍ , عَيْنًا بِعَيْنٍ۔ (حوالہ ایضاً، صفحہ 778)

ترجمہ: حضرت ایوب سختیانی، حضرت ابو قلابۃ سے اور وہ حضرت ابو الاشعت سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ہم ایک غزوہ میں تھے جس میں حضرت معاویہ ہمارے امیر تھے، ہمیں سونا اور چاندی حاصل ہوئی حضرت معاویہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اسے لوگوں پر عطیات پر بیچے، اس سلسلے میں لوگوں کا اختلاف ہوا تو حضرت عبادہ کھڑے ہوئے اور ان کو روکا تو انہوں نے اسے لوٹا دیا، وہ شخص حضرت معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے شکایت کی۔

حضرت معاویہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (منسوب) احادیث روایت کرتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ پر جھوٹ باندھتے ہیں، ہم نے ان احادیث کو نہیں سنا، اس پر حضرت عبادہ کھڑے ہوئے اور فرمایا! اللہ کی قسم! ہم ضرور بضرور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث نقل کریں گے، اگر چہ حضرت معاویہ ناپسند کریں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، گندم کو گندم کے بدلے، جو کو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر، ہاتھوں ہاتھ (نقد) عین کو عین کے ساتھ (یعنی ادہار نہ ہو)۔

ہماری پیش کردہ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت معاویہ نے جو بیع کی وہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز نہ تھی کیونکہ اُن کے پیش نظر حدیث پاک تھی جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو کہ بذات خود احادیث روایت کرنے والے ہیں نے ایسی کوئی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت نہیں فرمائی تھی اس لیے وہ اس کو جائز سمجھ رہے تھے۔

اور دوسرا کہ یہ صحابہ کرام کا فقہی اختلاف ہے اس میں ایک کی رائے کا دوسرے سے مخالف ہونا یقینی ہے۔ تو ایسا تو نہیں کیا جا سکتا کہ جس کے دلائل سے اطمینان نہ ہو تو اُسے دائرہ اسلام سے باہر کرنا شروع کر دیا جائے۔ ایسے تو تمام فقہاء کے آپس میں اختلاف پائے جاتے ہیں تو کیا ان سب پر فتویٰ جاری کر دیا جائے گا؟۔

الزام نمبر ۱۸:

بہت سے فقہاء نے حضرت معاویہ کی غلطیوں کو بدعت اور احداث فی الاسلام قرار دیا ہے اجتہادی غلطی شمار نہیں کیا۔

جواب:

معترض صاحب سے ہماری گزارش ہے کہ ذرا اُن فقہاء کی باحوالہ عبارات تو نقل فرمائیں جنھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایسا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔اور اگر بالفرض ایسا کوئی فقیہہ ہو بھی تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اُس کے قول وفتویٰ کو باطل سمجھا جائے گا اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

شارح مسلم شریف امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 676ھ) نے یہ بیان فرمایا ہے کہ!

فَضْلاً عَنْ كُلِّهَا وَلَسْنَا نَقْطَع بِالْعِصْمَةِ اِلَّا لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وَلِمَنْ شَهِدَ لَهُ بِهَا لَكِنَّا مَأْمُورُونَ بِحُسْنِ الظَّنِّ بِالصَّحَابَةِ - رَضِیَ اللّٰه عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ - وَنَفْی كُلّ رَذِيلَة عَنْهُمْ ، وَإِذَا اِنْسَدَّتْ طُرُق تَأْوِيلهَا نَسَبْنَا الْكَذِب إِلَى رُوَاتهَا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی، الجزالثانی عشر، کتاب الجہاد والسیر، حکم الفیئ، صفحہ 72، الطبعۃ المصریہ بالازھر)

ترجمہ: ہم اہل سنت و جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جن کے حق میں آپ علیہ السلام نے گواہی دی ہے اُن کی عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں تاہم ہمیں تمام صحابہ کرام سے خوش عقیدگی کا حکم ہے اور صحابہ سے ہر گھٹیا خصلت کی نفی کا حکم ہے تو جب اس روایت کی تاویل کے تمام راستے بند ہو گئے تو ہم نے کذب کی نسبت اس روایت کے راویوں کی طرف کر دی ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ سَبَّ الصَّحَابَة رَضِیَ اللّٰه عَنْهُمْ حَرَام مِنْ فَوَاحِش

الْمُحَرَّمَاتِ، سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ مِنْهُمْ وَغَيْرُهُ؛ لِأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ، مُتَأَوِّلُونَ كَمَا أَوْضَحْنَاهُ فِي أَوَّلِ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ مِنْ هَذَا الشَّرْحِ. قَالَ الْقَاضِي: وَسَبُّ أَحَدِهِمْ مِنَ الْمَعَاصِي الْكَبَائِرِ، وَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجُمْهُورِ أَنَّهُ يُعَزَّرُ، وَلَا يُقْتَلُ. وَقَالَ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ: يُقْتَلُ۔

(شرح صحیح مسلم النووی، المجد السادس عشر، باب، تحریم سب صحابۃ، صفحہ 93، الطبعۃ المصریہ بالازہر)

ترجمہ: نیز یاد رکھیں کہ صحابہ کرام کو گالی دینا بدترین حرام کاموں میں سے ہے، چاہے وہ فتنوں میں ملوث ہوئے یا نہیں اس لیے کہ وہ ان جنگوں میں مجتہد تھے۔صاحب تاویل تھے جیسا کہ ہم نے اس شرح میں فضائل صحابہ کے ابتداء میں واضح کیا۔قاضی (عیاض) نے فرمایا ہے کہ کسی ایک بھی صحابی کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے اور ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے کہ ایسے شخص کو تعزیر لگائی جائے، قتل نہ کیا جائے جبکہ بعض مالکیہ (فقہاء امام مالک) نے کہا ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔

الزام نمبر ۱۹:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمار بن یاسر بدری کو فرمایا: کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اور معاویہ نے صفین میں آپ کو قتل کر دیا۔

جواب:

یہ بھی محض ایک الزام ہے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شہید نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کرنے کا کہا۔جنگ صفین جن حالات میں شروع ہوئی اُس کی زد میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَفَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَفْصٍ، وَكُلْثُومُ بْنُ جَبْرٍ، عَنْ أَبِي غَادِيَةَ، قَالَ: قُتِلَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ فَأُخْبِرَ

عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ قَاتِلَهُ، وَسَالِبَهُ فِي النَّارِ، فَقِيلَ لِعَمْرٍو: فَإِنَّكَ هُوَ ذَا تُقَاتِلُهُ، قَالَ: إِنَّمَا قَالَ: قَاتِلَهُ، وَسَالِبَهُ۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 7، مسند الشامیین، عمرو بن العاص، صفحہ 337، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ترجمہ: ابو غادیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمار بن یاسر شہید ہوئے تو حضرت عمرو کو اس کی اطلاع دی گئی انہوں نے کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمار کو قتل کرنے والا اور اس کا سامان چھیننے والا جہنم میں جائے گا کسی نے حضرت عمرو سے کہا کہ آپ بھی تو ان سے جنگ ہی کر رہے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نبی علیہ السلام نے قاتل اور سامان چھیننے والے کے بارے میں فرمایا تھا۔ (جنگ کرنے والے کے بارے میں نہیں)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا. وَحَجَّاجٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ يُحَدِّثُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَهْدَى إِلَى نَاسٍ هَدَايَا، فَفَضَّلَ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ، فَقِيلَ لَهُ، فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔

(حوالہ ایضاً، صفحہ 334)

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص نے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو ہدایا اور تحائف بھیجے، حضرت عمار بن یاسر کو سب سے زیادہ بڑھا کر پیش کیا کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت عمرو نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

تبصرہ مؤلف:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث پاک اچھی طرح یاد تھی پھر یہ کیسے ہو سکتا

ہے کہ وہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو شہید کر دیتے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دکھ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو بھی تھا۔ مسند احمد نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر حضرت عمرو اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے عمار کو قتل نہیں کیا، بلکہ انھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے قتل کیا ہے۔ (اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد وہ خارجی حضرات تھے جو حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے اور اس سارے فساد کی اصل جڑ تھے)۔

(ملاحظہ ہو: مسند احمد، جلد 7، مسند الشامیین، عمرو بن العاص، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علاوہ ازیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج کے کمانڈر تھے جبکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے۔ پیش کردہ روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حضرت عمرو اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم نے شہید نہیں کیا۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عمار کو شہید کیا وہ وہی باغی لوگ ہوں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ لیکن حضرت عمار چونکہ جنگ صفین میں شہید ہوئے اس لیے مخالفین ان کی شہادت کا ذمہ دار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ٹھہراتے ہیں۔ اور انھیں باغی کہتے ہیں اور بمطابق نص قرآنی باغی سے قتال واجب ہے۔

معترض کے مطابق اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی یہ بغاوت انھیں مضر نہیں کیونکہ محدثین کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام مجتہد ہیں۔ اور اس روایت میں باغی ہونا حقیقی نہیں بلکہ صوری معنوں میں ہے۔

حالانکہ راقم پچھلے صفحات میں ذکر کر چکا ہے کہ جنگ صفین کے اصل محرک قاتلان عثمان غنی ہیں اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ امن قائم ہو، تا کہ انھیں قصاص عثمان میں سزا نہ ہو جائے۔

دوم:

معترض کے مطابق اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شہادت عمار رضی اللہ عنہ کے بعد حقیقی معنوں میں باغی قرار پاتے تھے تو پھر ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جنگ سے دستبرداری کیوں اختیار کر لی۔ اور نص قرآنی کے مطابق آپ کے خلاف قتال کو جاری کیوں نہ رہنے دیا؟۔

سوم:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جنگ جمل تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے لیکن صفین میں شریک نہیں ہوئے اور مدینہ شریف تشریف لے گئے۔ تو کیا ان کو بھی خلیفۃ المسلمین کا ساتھ نہ دینے پر باغی گردانا جائے گا؟۔

چہارم:

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے کسی بھی فریق کا ساتھ نہ دیا بلکہ گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گئے اُن کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے گی؟۔

پنجم:

بخاری شریف ''کتاب الایمان'' میں روایت ہے کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں جنگ کرنے سے منع کیا تھا، یہ اُن کا اجتہاد تھا اور انھوں نے احتیاطاً ان کی خیر خواہی کی وجہ سے ان کو لڑنے سے منع کیا تھا۔ ان کے اس فیصلے کے متعلق کیا کہا جائے گا؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی پیش نظر رکھنا چاہیے:

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله

علیه وسلم- فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلی اللہ علیه وسلم- لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ وَتَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ وَدَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ۔

(**صحیح مسلم، جلد دوم، کتاب الفتن، باب،** اذا تواجه المسلمان **،صفحہ،1320**)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو عظیم جماعتوں کے درمیان جنگ نہ ہو جائے، ان کے درمیان عظیم جنگ ہوگی اور ان کا دعویٰ ایک ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ جنگ ضرور ہونی تھی۔اور لازمی امر ہے کہ اس میں قتال بھی ہونا تھا۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ!

”ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا“

سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے کو غلطی پر سمجھتے تھے، یعنی ایک کا اجتہاد درست اور دوسرا مجتہد مخطی کہلائے گا۔اس لیے دونوں میں سے کسی ایک کی توہین کرنا ناجائز ہے۔اور حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہم کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔اللہ کریم ان کے متعلق بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک (کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا) سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنا یہ صریح گمراہی ہے۔

امام شرف الدین یحییٰ النووی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

”صحابہ کرام کی جنگوں کے متعلق کف لسان کرنا اور ان کے متعلق حسن ظن رکھنا ضروری ہے اور ان جنگوں کے متعلق یہ تاویل ہے کہ وہ سب مجتہد تھے، انھوں نے کسی معصیت یا حصول دنیا کا قصد نہیں کیا بلکہ ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے اس لیے

اس سے قتال کرنا واجب ہے تاکہ وہ امر اللہ کی طرف رجوع کرے، ان میں سے بعض حق اور صواب پر تھے اور بعض خطا پر تھے اور وہ اپنی خطا میں معذور تھے کیونکہ وہ اجتہادی خطا تھی''۔

(شرح مسلم للنووی، باب فضائل الصحابۃ)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ اور ان کی جماعت پر باغی کا اطلاق صوری اور ظاہری طور پر ہے جس طرح قرآن مجید میں حضرت آدم کے متعلق ہے: وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ۔اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی معصیت کی تو وہ (جنت سے) بے راہ ہو گئے۔ **(طٰہٰ:121)**

حقیقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی بھی اجتہادی خطا تھی معصیت نہ تھی اسی طرح حضرت معاویہ کی بھی اجتہادی خطا تھی بغاوت نہ تھی''۔

تفصیل کے لیے دیکھئے: (شرح مسلم للسعیدی، جلد 7، کتاب الفتن، صفحہ 789، فرید بک سٹال لاہور)

الزام نمبر ۲۰:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کو بددعا دی کہ لَآ أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ ۔تیرا پیٹ کبھی نہ بھرے۔

جواب:

یہ حدیث پاک مسلم شریف میں ہے جس کا آدھا حصہ معترض نے پیش کیا، راقم پوری روایت کو درج کر کے معترض کے ذہن کے تعفن کو دھونے کی سعی بلیغ کرتا ہے، اور پھر اس روایت کی وضاحت پیش کی جائے گی۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظ

لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْقَصَّابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً وَقَالَ اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِيَ اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ لَا أَشْبَعَ اللَّهُ بَطْنَهُ۔

(مسلم شریف، جلد 2، کتاب البر والصلۃ، باب من لعنہ النبی، صفحہ 1206، رقم 2604)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر تشریف لائے، میں دروازہ کے پیچھے چھپ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر میرے دونوں شانوں کے درمیان تھپکا، اور فرمایا: جاکر معاویہ کو میرے پاس بلالاؤ، میں گیا اور (آکر) کہا، وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا، جاکر معاویہ کو میرے پاس بلالاؤ، میں گیا اور آکر کہا وہ ابھی تک کھانا کھاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

اس روایت سے چند چیزیں جو سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں کہ:

(الف) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اُس وقت کمسن (بچے) تھے؟۔

(ب) اس روایت میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیغام رسالت ملنے کے بعد کہا ہو کہ میں کھانا کھا رہا ہوں اور جانے سے انکار کر دیا ہو؟

(ج) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام دیا ہی نہیں تھا بلکہ اُن کی جو کیفیت تھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ویسے ہی بیان کر دی؟۔

(د)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے" تو اس سلسلہ میں علماء اسلام بڑی شرح و بسط سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسی کے حق میں بددعا کریں یا کوئی سخت جملہ کہیں تو وہ اُس کے حق میں دعا اور اُس کے لیے نجات کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ صحیح مسلم شریف

کے اس باب میں کئی ایسی روایات موجود ہیں جو بظاہر ایسی ہی بد دعاؤں پر مشتمل ہیں ۔تو کیا معترض اُن تمام لوگوں کو معتوب اور اسلام سے خارج سمجھے گا؟ ۔اور اگر نہیں تو پھر صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کیوں؟ ۔

مسلم شریف کے اسی باب میں ایک حدیث پاک ہے:

محمد بن عبد اللہ بن نمیر، بواسطہ اپنے والد، اعمش، ابو صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: انھوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الٰہی میں آدمی ہوں تو جس مسلمان کو میں برا کہوں یا لعنت کروں یا اسے سزا دوں تو یہ اس کے لیے باعث پاکی اور رحمت بنا دے ۔ **(حوالہ ایضاً)**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی ۔جس کا فائدہ انھیں یہ ہوا کہ وہ جب تک تخت خلافت پر خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے براجمان رہے پوری خلافت اسلامیہ میں کبھی کوئی شخص بھوکے پیٹ نہ رہا، مال غنیمت اور خالق کائنات جل جلالہ کی نعمتوں سے سب کو نوازتے رہے، اللہ کریم نے انھیں ملکوں کی بادشاہت عطا فرمائی اور آخرت میں اللہ پاک کی رحمت و بخشش کے حقدار ہوئے ۔

الزام نمبر ۲۱:

(الف) حضرت معاویہ نے حضرت ابن عمر کو بیعت یزید پر آمادہ کرنے کے لیے ایک لاکھ درہم بھیجے تھے مگر انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ پھر تو میرا دین بڑا سستا ہو گیا ۔ **(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۱۸۲ ترجمہ ابن عمر)**

(ب) حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر کے حالات میں لکھا ہے کہ جب انہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تو ان کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے گئے مگر انہوں نے بھی انکار کر دیا

اور فرمایا کہ میں دنیا کے عوض دین نہیں بیچ سکتا۔

(تہذیب الاسماء واللغات امام نووی۔البدائیہ والنھائیہ ج ۸ ص ۸۹)

حضرت معاویہ کے پاس اتنا مال کہاں سے آیا اور کیا اسے یزید کی نامزدگی کے لیے سیاسی رشوت کے طور پر خرچ کرنا صحیح تھا؟۔جب کے صحیحین میں روایت ہے کہ جب فاطمہ بنت قیس نے نبی ﷺ سے مشورہ کیا کہ میں معاویہ سے نکاح کرلوں تو آنحضور ﷺ نے فرمایا ''انه صعلوك ''یعنی وہ تو بالکل نادار ہیں۔

جواب:

پہلی بات یہ کہ صحیحین میں جو روایت ہے کہ'' مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ ''۔کہ معاویہ تو ایک غریب آدمی ہیں ۔اس سے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں آپ کا کامل الایمان ہونا ثابت ہو رہا ہے ۔کیونکہ غریب ہونا کوئی عیب تو نہیں،اسلام تو غریب لوگوں سے ہی شروع ہوا ہے اور غریبوں میں ہی رہ جائے گا۔اور اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں کوئی شرعی عیب ہوتا تو نبی کریم ﷺ اُس کو ضرور بیان فرما دیتے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا۔اور یہ ضروری تو نہیں کہ کوئی شخص کسی دور میں غریب ہو تو وہ ساری عمر غریب و نادار ہی رہے۔آخر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سردار مکہ کے بیٹے تھے۔

دوسرا معترض کا یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے بیٹے کی بیعت کے لیے سیاسی رشوت دینی چاہی لیکن صحابہ نے اُسے قبول نہ کیا۔تو یہ معترض کے بے ہودہ ذہن کے شبہات تو ہو سکتے ہیں حقیقت نہیں۔اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) رشوت دہندہ کہا جائے تو پھر تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہم جو ہدایہ و تحائف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے وصول کرتے تھے اُن کو بھی رشوت وصول کرنے والا سمجھا جائے گا(معاذ اللہ) کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پیسے وصول کر کے خاموش بیٹھے رہے اور ان کے غیر

شرعی افعال و کردار پر کوئی اقدام نہ کیا۔اس طرح تو یہ نفوس قدسیہ لعنت رسول ﷺ کے مصداق بن جائیں گے (نعوذ باللہ من ذالک،لاحول ولاقوۃ الاباللہ)

فرمان رسول کریم ﷺ ہے کہ:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ۔ (سنن ابی داؤد، مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

لہٰذا ان پاک ہستیوں کے بارے میں ایسی سوچ کا حامل ہونا تو ایمان کی بربادی اور مستحق نار جہنم ہونا ہے۔

تیسرا یہ کہ طبقات ابن سعد نے اور صاحب البدائیہ نے بھی طبقات سے جو کچھ بیان کیا وہ خبر واحد ہے۔اور کسی صحابی پر الزام تراشی کا اثبات خبر واحد سے ممکن نہیں،حدیث پاک ان دونوں کا رد اور صحابہ کا دفاع کرتی ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ:

''الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ عُدُولٌ''تمام صحابہ سچے ہیں۔

(بخاری شریف،باب''وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ'')

ان تمام صحابہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔اور ہم بار بار یہ لکھ آئے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خارج از صحابیت ہونے کے حوالہ سے ان معترضین کے پاس کوئی نص صریح موجود نہیں اور اگر بالفرض مل بھی جائے (جو کہ محال ہے) تب بھی اس کی تاویل ہی کی جائے گی۔یہی علماء محققین ومحدثین کا اجماع ہے۔

لہٰذا معترض کے پیش کردہ حوالاجات کی یہی مناسب تاویل ہے کہ حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ اگر کسی صحابی یا اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کو کسی موقع پر کوئی رقم پیش کرتے تو وہ اُن کی طرف سے ہدیہ کے طور پر ہوتی تھی نہ کہ رشوت۔

الزام نمبر ۲۲:

زیاد ابن اسمیہ (جو ابوسفیان کی ناجائز اولاد تھا) کو امیر معاویہ نے ۴۳ھ میں اپنا نائب بنایا اور یہی وہ پہلا عمل ہے جس کے ذریعے احکامات رسالت مآب کی خلاف ورزی کی گئی۔ (ماثبت بالسنۃ مترجم ص ۳۰)

جواب:

''ماثبت بالسنۃ'' حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔آپ کا یہ بیان جو معترض نے پیش کیا اس میں بریکٹ میں دیئے گئے الفاظ معترض کے اپنے ہیں شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں۔شاہ صاحب نے 43 ہجری میں ہونے والے واقعات کا ذکر کیا ہے اور آپ کا یہ بیان ''تاریخ ابن کثیر جلد 8'' سے ماخوذ ہے۔جبکہ ابن کثیر نے ابن جریر طبری کی ''تاریخ طبری'' سے نقل کیا ہے۔جیسے کہ راقم پہلے بیان کر چکا ہے کہ تاریخ کی کتب میں بہت ہی رطب و یابس پائی جاتی ہیں اس لیے ان کتب پر مکمل اعتماد کرنا قرآن وسنت کے منافی ہے۔شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے 43 ہجری میں ہونے والے واقعات کو صرف نقل کیا ہے اور اس پر کوئی تبصرہ بھی نہیں فرمایا۔اس لیے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے معاندین میں سے ہیں۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ!

زیاد بن سمیہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی جائز اولاد تھا۔آپ پر زنا کا الزام بھی بے بنیاد ہے محققین نے ایسے ہی بیان کیا ہے۔دور جاہلیت میں نکاح متعہ جائز تھا اور حضرت ابوسفیان کا حضرت سمیہ سے ایسا ہی نکاح ہوا تھا۔دور جاہلیت میں نکاح کی متعدد اقسام رائج تھیں جن میں

سے ایک متعہ بھی تھا۔بعض لوگ جب سفر وغیرہ پر جاتے تو متعہ بھی کر لیتے جو کہ عارضی نکاح کی ایک شکل تھی۔چونکہ یہ دور جاہلیت میں ایک ''جائز نکاح'' تصور کیا جاتا تھا،اس وجہ سے اس سے ہونے والی اولاد بھی جائز ہی سمجھی جاتی۔

چونکہ اس وقت تک اسلام کی روشنی نہ پھیلی تھی،اس وجہ سے اس دور کے لوگوں کو قصور وار بھی نہیں کہا جا سکتا ہے۔حضرت معاویہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ دور جاہلیت ہی میں طائف گئے تو وہاں کی ایک لونڈی سمیہ سے ایسا ہی ایک میعادی نکاح کر لیا،جس سے زیاد کی ولادت ہوئی۔اپنی کسی ذاتی وجہ سے ابوسفیان نے کھلے عام اس کا اقرار نہ کیا مگر نجی طور پر بعض لوگوں کو بتا دیا کہ سمیہ سے میں نے عارضی شادی کی تھی اور زیاد میرا ہی بیٹا ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر یہ تمام حضرات اسلام لے آئے اور نہایت ہی مخلص مسلمان ثابت ہوئے۔زیاد کی والدہ سمیہ بھی ایمان لے آئیں اور ان کے اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی ابوبکرہ (رضی اللہ عنہ) ایک مشہور صحابی ہیں۔زیاد کی پیدائش کے بارے میں چار اقوال موجود ہیں جن کے مطابق زیاد کی پیدائش ہجرت سے پہلے،ہجرت کے سال،غزوہ بدر کے دن اور فتح مکہ کے دن کی روایات موجود ہیں۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ زیاد کی پیدائش ہجرت نبوی اور فتح مکہ کے درمیانی عرصے میں ہوئی ہوگی۔عہد رسالت اور عہد صدیقی میں یہ بات نہ کھلی کہ زیاد،ابوسفیان ہی کے بیٹے ہیں۔تاہم ابوسفیان نے ذاتی طور پر بعض لوگوں کو یہ بات بتا دی۔

علاوہ ازیں زیاد کے ابوسفیان کا بیٹا ہونے کی جن لوگوں نے گواہی دی ان میں زیاد ابن اسماء الحرمازی،مالک بن ربیعہ السلسولی،المنذر ابن الزبیر اور دیگر کئی لوگوں نے گواہی دی۔ان گواہوں میں ''مالک بن ربیعہ'' صحابی رسول بھی ہیں جو کہ عدول ہونے کی وجہ سے جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔اور المنذر نے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی گواہی پیش کی کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ زیاد کو ابوسفیان

نے اپنا بیٹا کہا ہے۔

ان گواہیوں کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کے ساتھ استلحاق کیا۔اور حضرت زیاد رضی اللہ عنہ نے ان گواہیوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:

(1)الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد اول

2)الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد دوم 3)دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد اول

الزام نمبر ۲۳:

(ج)[بنو اُمیہ کی طرف سے] حضرت علی کو سب وشتم کیا جاتا تھا، نازیبا گفتگو کی جاتی تھی۔(بخاری ج ۱ ص ۵۲۵)(مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۲۹ ۔ ۳۷۱)(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۵۳)(مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۲)(المعجم الصغیر للعرابی ص ۱۶۹) (خصائص مرتضوی ص ۱۵۴) (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۲۱)(الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۱۹)(شرح شفاء ج ۲ ص ۲۰۵ ، ۵۵۵،۵۰۳)

جواب(ج):

یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنو اُمیہ کیا صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں؟ یقیناً نہیں ۔بنو اُمیہ میں تو حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بھی ،تو کیا ان کے متعلق بھی کہا جائے گا کہ یہ بزرگ بھی ’’سبّ علی‘‘ کے قائل وعامل تھے۔صرف کتب معتبرہ کے نام دے دینے سے تو الزام ثابت نہیں ہوتا۔چاہیے تو یہ تھا کہ پیش کردہ کتب میں سے پوری عبارت سبّ علی کے سلسلہ میں نقل فرمائی جاتی تاکہ قارئین کو بھی پتہ چلتا کہ اعتراض کی حقیقت کیا ہے؟۔

مسئلہ سب وشتم کی حقیقت اوراس ضمن میں پیش کی جانے والی روایات میں پچھلے صفحات میں تفصیل سے ذکر کیا جاچکا ہے وہاں ملاحظہ کیا جائے۔

الزام نمبر ۲۴:

(۱)۔ابوحنیفہ دینوری لکھتے ہیں! حضرت حسن کی وفات کی خبر معاویہ کے عامل مدینہ مروان نے ان تک پہنچائی انہوں نے حضرت ابن عباس کو بلوایا جو ان کے پاس شام میں آئے ہوئے تھے پس معاویہ نے ان سے اظہار ہمدردی کیااور امام حسن کی وفات پر خوشی کا اظہار کیااس پر حضرت ابن عباس نے ان سے کہا کہ آپ ان کی موت پر خوش نہ ہوں خدا کی قسم آپ بھی ان کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہیں گے۔ **(الاخبار الطول ص ۲۲۲)**

جواب اول:

احمد بن داؤد ابوحنیفہ دینوری صاحب کی درج ذیل کتاب تاریخی روایات پر مبنی ہے اور تاریخ کی کتابوں میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن کو نصوص قرآنیہ واحادیث مبارکہ پر ترجیح نہیں دی جاسکتی اور مورخ موصوف نے اس الزام کو بھی بلا سند بیان کیا ہے لہٰذا ایک صحابی کے مقابلے میں اس حوالہ کو سچ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔کئی سو سال گزرنے کے بعد جناب دینوری صاحب تک یہ معلومات کیسے پہنچی؟ ان کو بیان کرنے والے کون لوگ ہیں؟ اس بات کے کوئی ثبوت اس کتاب میں کہیں نہیں ہیں۔

علاوہ ازیں ''**الاخبار الطوال**'' کے مصنف ابوحنیفہ دینوری بنیادی طور پر ایک مورخ اور ریاضی دان ہیں کوئی مستند عالم یا محدث نہیں۔اور وہ جس علاقے میں پیدا ہوئے اور جہاں تعلیم حاصل کی وہ علاقہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے زیر اثر ہے اور مخالفین حضرات کا تو مذہب ہی تقیہ کرنا ہے۔اس الزام میں بھی جو کہانی پیش کی گئی ہے اُس کی بنیاد تقیہ پر مبنی

ہے۔اصول یہ ہے کہ مخالف اگر حق میں بات کرے تو قبول ورنہ مردود ہوتی ہے۔

دوم:

اس کے مندرجات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ مصنف کے مطابق ایک طرف تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اظہار ہمدردی وافسوس کر رہے ہیں اور ساتھ ہی خوشی کا اظہار بھی کر رہے ہیں یہ کیسی منطق ہے۔اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی کا اظہار ہی کرنا ہوتا تو پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تعزیت و ہمدردی کا کیا مطلب؟۔

یہی کہانی الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ کئی کتب تواریخ میں بھی موجود ہے اسے علامہ ابن خلکان نے اپنی کتاب ''وفیات الاعیان المعروف بہ تاریخ ابن خلکان'' میں تحریر کیا ہے۔علامہ دمیری نے ''حیاۃ الحیوان'' میں ابن خلکان سے ہی نقل کیا ہے۔اورانہی الفاظ کے ساتھ مشہور معتزلی عالم علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد خوارزمی زَمخشری معتزلی نے ''ربیع الابرار'' میں لکھا ہے۔شیعہ کی کتب ''تذکرۃ الخواص، صفحہ ۲۴۴، علی پبلیکیشنز لاہور، تاریخ ابو الفداء اردو، صفحہ ۱۶۶، حق برادرز لاہور، میں کچھ اسی طرح افسانہ نگاری وملمع کاری کی گئی ہے۔

وفیات الاعیان میں ہے!

ولما كتب مروان إلى معاوية بشكاته كتب إليه أن أقبل المطى إلى بخبر الحسن، ولما بلغه موته سمع تكبيراً من الحضر، فكبر أهل الشام لذلك التكبير فقالت فاختة زوجة معاوية: أقر الله عينك يا أمير المؤمنين، ما الذى كبرت له قال: مات الحسن۔

جب مروان نے معاویہ کو شکایت تحریر کی، اس نے لکھا کے اسے بتایا گیا ہے کہ حسن کی موت ہوگئی ہے۔معاویہ نے جب یہ خبر سنی تو انہوں نے تکبیر کہی تو جس پر معاویہ کی زوجہ فاختہ

نے کہا: "اے امیر المومنین، آپ نے تکبیر کہی۔ اللہ آپ کو خوش رکھے، آپ نے تکبیر کیوں کہی؟ معاویہ نے جواب دیا: حسن کی موت ہوگئی ہے۔

علامہ ابن خلکان اور علامہ دمیری نے اپنی کتب میں درج ذیل واقعہ بلا کسی سند کے افسانوی طرز پر بیان کیا ہے جو کہ اصول و قواعد کی بنیاد پر کسی بھی طرح قابل قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اور کتب شیعہ میں بھی اسی طرح لکھا گیا ہے لیکن شیعہ کتب ہمارے لیے حجت نہیں ہیں کیوں کہ ان کے مذہب کے بنیادی عقائد فاسدہ میں سے ایک توہین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہے۔

جب کہ اسی واقعہ کو علامہ ابن کثیر نے کسی اور رنگ میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے وفات سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پر تعزیت کی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے درج ذیل تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے:

لَا یُحْزِنُنِیَ اللّٰہُ وَلَا یَسُوْءُنِیْ مَا اَبْقَی اللّٰہُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(البدائیۃ والنہائیۃ، جلد 8، معاویہ بن ابی سفیان)

ترجمہ: جب تک امیر المومنین حیات ہیں اللہ تعالیٰ نہ ہمیں غمگین ہونے دے گا اور نہ ہی ہمیں کوئی مصیبت و تکلیف ہوگی۔

علامہ ابن کثیر نے المدائنی کے حوالے سے درج ذیل روایت بھی بیان کی ہے کہ:

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ وہ ان کے پاس جا کر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی تعزیت کرے اور جب وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے اسے خوش آمدید کہا اور اس کی عزت کی اور وہ آپ کے پاس آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور حضرت ابن عباس نے اس کی نشست کو بلند کرنا چاہا تو اس نے انکار کیا اور کہا اللہ تعالیٰ ابو محمد پر اپنی وسیع رحمت کرے اور اللہ آپ کو بھی بڑا اجر دے

اور اچھی تسلی دے اور آپ کی مصیبت کے عوض آپ کو وہ چیز دے جو ثواب کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے آپ کے لیے بہتر ہو اور جب یزید آپ کے پاس سے اٹھا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا جب بنو حرب مر جائیں گے تو لوگوں کے علماء بھی مر جائیں گے''۔

(البدائیہ والنہائیہ جلد 8 صفحہ 290 طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

مخالفین کی ضیافت طبع کے لیے ''**الاخبار الاطوال**'' سے بھی ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو یقیناً معترضین معاویہ رضی اللہ عنہ کی شقاوت قلبی کو دور کرنے کے لیے کافی ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیے:

قالوا: ولم یر الحسن ولا الحسین طول حیاۃ معاویۃ منه سوءا فی أنفسهما ولا مکروها، ولا قطع عنهما شیئا مما کان شرط لهما، ولا تغیر لهما عن بر۔

(الاخبار الاطوال الدینوری، صفحہ 226، مطبع السعادۃ مصر)

ترجمہ: مورخین کا کہنا ہے کہ حضرات حسن وحسین کو زندگی بھر معاویہ کی جانب سے کوئی دکھ نہ پہنچا، نہ ان کے حق میں معاویہ کی جانب سے کوئی ناگوار حرکت ظہور میں آئی، معاویہ نے ان دونوں بزرگوں کے ساتھ جو شرائط طے کی تھیں ان میں سے کسی شرط کو ضائع نہیں کیا اور کسی احسان اور بھلائی کی بات کو تبدیل نہیں فرمایا۔

اگر مخالفین موصوف الدینوری کی بات کو معتبر سمجھتے ہیں تو پھر راقم کے پیش کردہ حوالے کو بھی قبول فرما کر طعن وتشنیع کے سلسلہ کو بند کریں اور اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔

پیش کردہ حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر شہزادگان اہل بیت سے کوئی ناروا سلوک نہ برتا بلکہ نہایت اعزاز واکرام

سے پیش آتے رہے، اسی لیے تو سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے خلاف نہ ہی تلوار اٹھائی اور نہ ہی کوئی انتہائی اقدام کیا اور یہی بات حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی حقانیت کی نشانی ہے۔

اب ذرا دل کی آنکھوں سے اس روایت کو بھی پڑھ لیجئے:

حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ الْجُرَشِيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُصُّ لِسَانَهُ، أَوْ قَالَ: شَفَتَهُ، يَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ - وَإِنَّهُ لَنْ يُعَذَّبَ لِسَانٌ أَوْ شَفَتَانِ مَصَّهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مسند احمد بن حنبل، مسند الشامیین، مرویات معاویہ، جلد 7، صفحہ 26، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ترجمہ: حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو امام حسن کی زبان یا ہونٹ چوستے ہوئے دیکھا ہے اور اس زبان یا ہونٹ کو عذاب نہیں دیا جائے گا جسے نبی علیہ السلام نے چوسا ہو۔

ذرا غور سے دیکھیں! اس روایت کو بیان کرنے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، تو جو شخص خود امام حسن رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا پیار بیان فرمائے کیا اُس کو اس بات کا احساس نہیں ہوگا کہ جس شہزادے سے محبوب رب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا پیار فرماتے ہیں میں اُس کی موت پر خوش ہو کر اللہ کریم کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا سبب بنوں۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسن پاک رضی اللہ عنہ سے اتنے بدظن ہوتے (جو کہ محال ہے) تو اُن کا ایسا مقام و مرتبہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں تھا کبھی اتنی خوشی سے بیان نہ فرماتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نا صرف امام حسن رضی اللہ عنہ سے خود بھی پیار کرتے تھے بلکہ اُن کو بعد از تفویض خلافت ہدایہ و تحائف بھی بھیجا کرتے تھے۔ جس کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے۔

الزام نمبر ۲۵:

حضرت حسن کی بظاہر حضرت معاویہ سے صلح ہوئی تھی تاہم قلوب پوری طرح صاف نہیں تھے ملاحظہ کریں: (ابو داؤد و مشکوٰۃ ص ۴۶۳) (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۳) (منہاج السنۃ ج ا ص ۱۴۹)

جواب:

راقم پوری ذمہ داری سے عرض کرتا ہے کہ کتب معتبرہ میں ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے جس سے یہ الزام پایہ ثبوت کو پہنچ سکے۔ البتہ شیخ ابن تیمیہ کی کتاب ''منہاج السنۃ'' میں تو ایسے تمام اعتراضات کا بھرپور رد کیا گیا ہے اور اگر نہ بھی کیا گیا ہوتا تو بھی صحابی کے مقابلے میں ابن تیمیہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور ابن تیمیہ تو محدثین کے نزدیک ایک متنازعہ شخصیت ہیں۔

دوم:

اس اعتراض سے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر یہ الزام عائد ہو جائے گا کہ حضرت امام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو صلح کی تھی وہ منافقانہ تھی (معاذ اللہ) کہ جب آپس میں ملاقات کرتے تو بظاہر خوشی سے مگر دل میں ایک دوسرے کے لیے بغض تھا۔ ایسا بے ہودہ عقیدہ تو ایسے ہی لوگوں کا ہوسکتا ہے جن کے ذہن شیطانی خیالات کا منبع ہوں اور اپنے جھوٹے عقیدے کو سچ ثابت کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتے ہوں چاہے اس کے لیے اہل بیت پاک کے عظیم گھرانے پر بھی طعنہ زنی کرنی پڑے۔ (معاذ اللہ)

حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے کہ!

''میرا بیٹا حسن، سردار ہے اور یہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا''

لہٰذا حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہ تو جب بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرتے تو دونوں بزرگ ایک دوسرے سے نہایت ہی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ دونوں کے قلوب

میں ایک دوسرے کے لیے کوئی برائی نہیں تھی اسی لیے حضرت امیر رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا نہایت ہی اعزاز و اکرام کرتے اور آپ کو نذرانے اور تحائف سے نوازتے۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی آپ کا ایسا ہی سلوک تھا۔ اور یہ دونوں شہزادے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عزت و تکریم میں کوئی کمی نہ کرتے تھے۔

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں گروہوں کو یعنی امام حسن مجتبیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم دونوں کی جماعتوں کو مسلمان کہا ہے۔ اور سچا مسلمان اور وہ بھی صحابہ و اہل بیت میں سے ہو تو وہ منافقت جیسا بے ہودہ اقدام کیسے کر سکتا ہے؟۔

الزام نمبر ۲۶:

(الف) سب علی کے بارے میں نہایت اہتمام کیا جاتا تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے صحابی سے بھی مطالبہ کیا جاتا تھا کہ آپ بھی حضرت علی پر سب وشتم کریں۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸)

اس روایت کا تفصیلی جواب سطور سابقہ میں بعنوان مسئلہ سب وشتم دیا جا چکا ہے۔

(ب) حضرت معاویہ کے متبعین حضرت علی پر سب کیا کرتے تھے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳ ص ۴۰۳، ج ۴ ص ۴۳۷)

جواب (ب):

ابن تیمیہ محققین و محدثین اہل سنت کے نزدیک ایک متنازعہ شخصیت ہیں اس لیے اگر انھوں نے ایسا کوئی الزام عائد کیا ہے تو وہ قابل قبول نہیں ہوگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے اپنی کتب میں ایسے اعتراضات کو بیان کر کے اُن کا ردّ کیا ہے نہ کہ خود ان اعتراضات کے حامی ہیں جیسا کہ اُن کی کتاب ''منہاج السنۃ'' کے مطالعہ سے قارئین پر واضح ہو جائے گا۔ ایسے

ہی دیگر کتب میں بھی ان اعتراضات کو تحریر کر کے اُن کا محاسبہ کیا گیا ہے جبکہ معاندین نے ان الزامات کو انہی کے کھاتے میں ڈال دیا ہے جو کہ علمی دیانت کے نہایت منافی ہے۔ مسئلہ سب و شتم کی مکمل تفصیل پچھلے صفحات میں ملاحظہ کریں۔



آخری پیغام عوام وخواص کے نام

محترم قارئین کرام:

راقم نے اپنی اس کتاب میں نہایت مخلصانہ کوشش کی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے وہ عقیدہ بیان کیا جائے جس سے باہمی محبت کا پیغام پروان چڑھے، اتحاد و اتفاق کی فضا قائم ہو اور اُس صحیح الاعقیدگی کا اظہار ہو جس پر جمیع اہل اسلام شروع دن سے قائم ہیں اور تا قیام قیامت قائم رہیں گے۔ میرے پیش کردہ دلائل سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ! حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم ''رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ'' کی اعلیٰ مثال تھے۔ ان کی تربیت آقا دو جہاں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود فرمائی تھی لہٰذا کوئی رنجش و کینہ، بغض و توہین کا شائبہ ان کے قلوب میں جگہ نہیں پا سکتا تھا کیونکہ قرآن کریم فرقان حمید اس کا گواہ بن چکا ہے۔ یہ نفوس قدسیہ باہم شیر و شکر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے یہ بزرگ و برتر ہستیاں یک قالب دو جاں تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلاف و مشاجرات ہوئے اُس میں ہر گروہ اپنے مؤقف کو حق پر اور دوسرے کو خطاء پر سمجھتا رہا جس کو اکابر علماء اسلام نے خطاء اجتہادی سے تعبیر کیا ہے۔ صحابہ کرام نہ ہی معصوم ہیں اور نہ ہی معذور بلکہ عند اللہ ماجور ہیں، اور اس خطاء کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم سے رکنا اہل سنت سے خارج ہونا ہے۔ اور

مذہب اہل سنت یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
''اخواننا بغوا علینا'' ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت (زیادتی) کی۔
اس سے زیادہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہنا جناب حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر طعن ہے۔ان اختلافات کو خارجی، سبائی گروہوں کے پروپیگنڈے اور سازشوں نے باہمی جنگ و جدل میں تبدیل کر دیا۔حالانکہ حقیقت میں یہ پاکباز لوگ تو نفسانی خواہشات اور دنیاوی امارت و دولت کے حصول کی خواہش اور باہمی کشت وخون کی سوچ سے کوسوں دور رہتے تھے۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب شیر خدا فاتح خیبر امیر المومنین امام الاولیاء ہیں۔ کسی کی کیا مجال کہ آپ کے علم وفضل زہد وتقویٰ کے برابر ہونے کا دعویٰ تو کیا اپنے ذہن کے کسی گوشے میں اس ناپاک خیال کو پنپنے کی جگہ بھی دے سکے۔حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول، برادر نسبتی ہیں۔سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں اور بشارتوں کا مظہر ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ فضلیت و مرتبہ میں کسی بھی طرح حضرت شیر خدا کے ہم پلہ نہیں لیکن نفس صحابیت میں تو برابر ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان جو معاملہ تھا اُس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اجتہاد عنداللہ حق پر تھا اسی لیے آپ کو بمطابق حدیث دس اجر ملے ہیں جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد مخطی تھے اس کے باوجود آپ کو بھی ایک اجر عظیم عطا کیا گیا۔

اور پھر ان تمام مشاجرات کا فیصلہ اللہ رب العزت جل جلالہ نے کر دیا ہے۔دونوں بزرگ جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز کر دیئے گئے ہیں۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنا حق معاف فرما چکے ہیں۔تو پھر آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد آخر ہم مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم ان کے معاملات میں دخل اندازی کرتے پھرتے ہیں اور ان سے بغض وتوہین کا اظہار کر کے اپنی عاقبت کو خراب کر رہے ہیں۔یقیناً ہر وہ شخص جو آقا دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا دم

بھرتا ہے اُس کا یہ دعویٰ تب ہی سچا ہو گا جب وہ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم بشمول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سچی محبت کرے گا اور اپنے دل میں کسی بھی منافقانہ خیال کو جگہ نہ دے گا۔ اہل نجات وہی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے سچا پیار اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے احترام کرے گا۔ تمام صحابہ و اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کی مثال کشتی نوح کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور جو اس میں چھید کرنے کی کوشش کرتا ہے تباہی و بربادی اُس کا مقدر بن جاتی ہے اور وہ لازماً نارِ جہنم کی سزا کا مستحق گردانا جاتا ہے۔

میری تمام اہل اسلام اور بالخصوص علماء و خطباء سے نہایت عاجزانہ گزارش ہے کہ خدارا اپنی تعلیمات میں، تقاریر میں، تحریر میں ایسا عقیدہ بیان فرمائیں کہ جس سے دلوں میں صحابہ و اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کی محبت کا حصول ایک مشن بن جائے۔ اور ان کی توہین کا شیطانی عقیدہ دلوں سے کافور ہو جائے۔ اور مشاجرات صحابہ کے باب میں اپنی طرف سے کوئی توضیح و تشریح نہ کی جائے بلکہ سکوت اختیار کیا جائے یہی مذہب حق اہل سنت ہے۔ اللہ کریم جل جلالہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمادے اور اسی حال میں جینا اور اسی حال میں مرنا نصیب فرمادے۔ آمین۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم



حاصلِ مطالعہ

لیفٹیننٹ کرنل (ر) پیر الطاف محمود ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق لوگ چار قسم کی رائے رکھتے ہیں:

(۱)۔جو انہیں صحابی اور کاتب وحی ہونے کی حیثیت سے ان کی خطاؤں کو اجتہادی غلطی سمجھتے ہوئے اس سے چشم پوشی کی تلقین کرتے ہیں۔

(۲)۔جو آپ کو صحابی اور کاتب وحی تو سمجھتے ہیں لیکن ان کی خطاؤں کو نہ صرف یہ کہ اجتہادی غلطی نہیں گردانتے بلکہ انہیں بادشاہ اور بادشاہت کا شوقین قرار دیتے ہیں۔یہ طبقہ یزید کی ولی عہدی کو اسی سلسلے کی کڑی سمجھتے ہوئے انہیں خلافت کو ملوکیت میں بدلنے کا مجرم سمجھتا ہے۔

(۳)۔اس طبقہ کے لوگ آپ کی شخصیت کو صحابیت اور ان کے فیصلوں کی بناء پر متنازع سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرنے کو عافیت قرار دیتے ہیں تاکہ ان کے حق میں کسی افراط وتفریط کا شکار ہو کر مبادا اللہ تعالی اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب بن جائے۔

(۴)۔یہ حضرات ان کی صحابیت ہی کا انکار نہیں کرتے بلکہ انہیں مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ معاذ اللہ۔

ایسی شخصیت کے متعلق کچھ لکھنا واقعی بہت مشکل کام ہے اور عزیز القدر ”ظفر محمود قریشی“ نے ”العقیدۃ الواضحۃ فی امر سیدنا معاویۃ“ کی صورت میں یہ مشکل کام کر دکھایا ہے۔وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق جن خیالات کے حامل ہیں اس کے اظہار سے ذرا نہیں جھجکے اور اپنے موقف کے حق میں مختلف پہلوؤں سے دلائل پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ان کی تحریر کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ دلائل جمع کرنے کے لئے عزیز کو بہت عرق ریزی اور وسیع مطالعہ کے دشوار سمندر کو عبور کرنا پڑا ان کے ایک ایک جملے سے نسبت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم رکھنے والی ہستیوں کی عقیدت ومحبت کے سوتے پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں۔عزیزی

ظفر محمود قریشی کی تحریر سے بہت سوں کو اتفاق ہوگا وہاں اختلاف کرنے والوں کی بھی کمی نہ ہوگی۔اس کے باوجود اس میں بہت سی خوبیوں میں سے تین ایسی نادر ہیں کہ ان کا تذکرہ نہ کرنا بخل کے زمرے میں آئے گا۔

ایک یہ کہ ہم خیال غیر جانبدار اور بے تعلق قارئین پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہے گی۔

دوسری یہ کہ کسی بھی نقطہ نظر رکھنے والے کے لیے تحقیق کا سرمایہ مہیا کرتی ہے۔

تیسری یہ کہ وہ دلائل کے زور پر اپنی رائے ٹھونستے ہوئے دکھائی نہیں دیتے اور دلائل مضبوط ہوں تو رائے ٹھونسنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔

ان وجوہ کی روشنی میں میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان کی کتاب میں نفرت نہیں، عقیدت جھلکتی ہے۔

انسانی کاوشوں میں ہمیشہ بہتری کی گنجائش رہتی ہے ''ظفر محمود قریشی'' کی فطرت سے واقف ہونے کے ناطے بہت محتاط اور درست دعویٰ کرسکتا ہوں کہ وہ اپنی سعی کو بہتر سے بہترین بنانے کا سفر بلا روک ٹوک و بلا تردد جاری رکھیں گے۔اور اس تحریر پر ہونے والی تنقید کو راستے کا پتھر سمجھنے کے بجائے تحقیق کی سیڑھی بنا کر نئی رفعتوں کی جانب رواں دواں رہیں گے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالی عزیز کو مزید علم وعمل اور اسلاف سے محبت وعشق کا استغراق نصیب فرمائے۔آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

لیفٹیننٹ کرنل الطاف محمود ہاشمی (ر)

انجینئر وایم بی اے (آئی ٹی)

سیدہ شریف تحصیل پھالیہ،منڈی بہاوالدین